فتح الرحمٰن فی اثبات مذہب النعمان (عربی)
(اُردو ترجمہ)
تائید مذہب حنفی
احادیث مبارکہ کی روشنی میں
تصنیف
شیخ محقق امام اہل سنت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ
ترجمہ
مولانا محمد محی الدین زید مجدہ
فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

فتح الرحمٰن فی اثبات مذہب النعمان (عربی)

تائید مذہب حنفی (اردو ترجمہ)

نعبدہٗ

احادیث مبارکہ کی روشنی میں

— تصنیف —

شیخ محقق امام اہل سنت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

— ترجمہ —

فاضل نوجوان مولانا محمد محی الدین زید مجدہٗ

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب : فتح الرحمٰن فی اثبات مذھب النعمان (عربی)
: تائید مذہب حنفی (اُردو ترجمہ)
تصنیف : محقق شیخ حضرت مولینا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ : مولانا محمد محی الدین زید مجدہ
تحریک : مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری
مؤید : مولانا مفتی محمد خاں قادری
تصحیح : مولانا حافظ محمد شاہد اقبال
کتابت : المدد کمپوزنگ سینٹر، لاہور
مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز، لاہور
الطبع الاوّل: شعبان ۱۴۲۱ھ / نومبر ۲۰۰۰ء
ہدیہ : -/85 روپے

ناشر

فرید بک سٹال، 38-اُردو بازار، لاہور، پاکستان
فون نمبر 042-7312173 ، فیکس نمبر 092-042-7224899
ای۔میل نمبر faridbooks@hotmail.com

فہرست

تائید مذہب حنفی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ

تمام تر تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اور تمام رسولوں کا سردار بنا کے بھیجا۔ آپ علیہ السلام کی شریعت کو کامل ترین شریعت اور آپ علیہ السلام کے دین کو قوی دلائل اور روشن کتاب کے ساتھ تمام ادیان کا ناسخ بنایا۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور پیروکار بھی پیدا کیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ علیہ السلام کی مدد کرتے، آپ علیہ السلام کی سنت کی حفاظت کرتے، اس کا خیال رکھتے اور خیرخواہی اور ذمہ داری کے ساتھ اسے امت تک پہنچاتے۔ اس کو مضبوط کرتے، اس میں غور و فکر کرتے۔ اس کو بڑھاتے اور پھیلاتے یہاں تک کہ نعمت الٰہیہ تمام ہوئی اور دین مکمل ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی حجت تمام جہانوں پر ظاہر ہو گئی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو حق کے راستے کی رہنمائی کرنے والے اور دین کے علوم کو زندہ کرنے والے ہیں، آپ کی آل پر، آپ کے اصحاب پر اور آپ کے پیروکاروں، سب پر درود و سلام نازل فرمائے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف صحبت کی برکت--- ایمان کے نور کے باعث اپنے باطن کی روشنی--- صدق و یقین کی خوبی کے باعث اپنے عقیدے کی صفائی--- کتاب و سنت کے انوار کی روشنی--- بغیر کسی گمان اور شک کے زمانہ نزول وحی میں ان کی موجودگی--- نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم سے بغیر کسی واسطے کے علوم کا حصول--- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے مضبوط ترین تعلق--- نئے پیش آمدہ حوادث و واقعات میں آپ کی ذات گرامی کی طرف رجوع--- اور نئے احکام و مسائل کے وجود کی کمی کے باعث عموی اعتبار سے قیاس اور اجتہاد سے مستغنی و بے نیاز تھے--- ان کے ہاں اشتباہ اور التباس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ان میں سے ہر ایک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے سمندر میں سے ایک دریا، جھیل یا نہر کی مانند تھا--- گویا کہ یہ حضرات علوم اور برکات کے سرچشمے تھے۔

تاہم یہ بات طے شدہ ہے کہ یہ حضرات ہر وقت خدمت اقدس میں حاضر نہیں رہتے تھے--- اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ نوافل و مستحبات میں دائمی نہیں تھی جس طرح کہ فرائض و واجبات کو ایک مخصوص نظم کے ساتھ ادا فرماتے--- مباوا کہ وہ امت پہ فرض ہو جائے--- اور یہ سب کچھ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت اور ہر تنگی دور کر کے تمام امور میں اس امت کو وسعت اور آسانی فراہم کرنے کے لیے تھا---

لہٰذا ان حضرات نے جو احادیث ان کے علم میں تھیں انہیں نقل کر دیا، خواہ ان کی نقل کردہ روایت دیگر صحابہ کرام کی نقل کردہ روایت کے مخالف ہو یا موافق--- اور یہیں سے اعمال میں اختلاف کا آغاز ہوا--- یعنی یہ اختلاف روایت کے اعتبار سے تھا--- قدیم و جدید کے بارے میں اجتہاد کے اعتبار سے نہیں تھا--- پھر صحابہ کرام مختلف شہروں اور علاقوں میں پھیل گئے--- ان سے ایک اور جماعت ملی--- جنہوں نے ان کی صحبت اختیار کی جنہیں تابعین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے--- ان کا تعلق عرب سے بھی تھا اور عجم سے بھی--- تاہم یہ عجم میں عام اور زیادہ تھے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مصداق ہیں:

واخرین منھم لما یلحقوا بھم۔	اور ان میں سے بعد میں آنے والے جب ان سے ملیں گے۔

ان حضرات کے درمیان اجتہاد اور قیاس عام ہوا۔ انہوں نے علوم کی بنیادیں

مستحکم کیں اور انہیں بلند کرنا شروع کیا---

پھر ایک اور جماعت آئی--- جنہوں نے ان نفوس قدسیہ کا زمانہ پایا اور ان سے علم حاصل کیا۔ انہیں تبع تابعین کہا جاتا ہے--- اور یہی وہ آخری تیسرا گروہ ہے جس کی سچائی اور یقین کے اعتبار سے اس امت کا بہترین طبقہ ہونے کی گواہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان الفاظ میں دی:

خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم، ثم الذین یلونھم، ثم الذین یلونھم۔	سب سے بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر اس کے بعد والا زمانہ یعنی صحابہ کا اور پھر اس کے بعد والا زمانہ یعنی تابعین اور تبع تابعین کا۔

اور یہ تمام حضرات اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس فرمان میں شامل ہیں:

والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ۔ (التوبہ: ۱۰۰)	اور سب میں اگلے پہلے مہاجر و انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

جیسا کہ قرآن نے بیان کیا ہے۔

ان حضرات کے زمانے میں مسائل اور واقعات کثرت سے رونما ہونا شروع ہوئے--- احادیث اور فقہی آراء میں اختلاف بھی سامنے آنا شروع ہوا--- تو کتب و رسائل کی تصنیف و تالیف کا آغاز ہوا--- انہی نفوس قدسیہ میں سے حضرات ائمہ اربعہ کو لازوال شہرت حاصل ہوئی--- حالانکہ ان کے علاوہ بھی کئی حضرات مجتہدین اس زمانے میں موجود تھے لیکن اطراف و اکناف عالم میں صرف انہی کے پیروکار باقی رہے--- ھؤلاء الاربع اعلام الدین واساطین الاسلام--- جن کے مناقب سے ہر شخص آگاہ ہے--- مذاہب اربعہ کے علماء نے اپنے اپنے امام کے ساتھ اپنی محبت اور حسن اعتقاد کے مطابق ان حضرات ائمہ کا تذکرہ کیا ہے اور تفصیل کے ساتھ ان کی تعریف اور مناقب گنوائے ہیں۔

امامِ اعظم ابو حنیفہ الکوفی کے بھی بے حد و حساب مناقب نقل کیے گئے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جن کا تذکرہ تاریخ محفوظ نہ رکھ سکی۔ ان کے معاصر ائمہ اور متاخرین اہل علم ان کی مدح و توصیف میں رطب اللسان ہیں--- اور ایسا کیوں نہ ہو--- آخر وہ ان تمام ائمہ سے عمر میں بڑے--- برکت میں عظیم--- علم میں آگے--- فقہ میں پیش رو--- اور نعمت میں مکمل تھے--- یہ حضرات ان کی علو شان اور رفعت مکان کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

امام سفیان ثوری فرماتے ہیں:

کنا بین ایدی ابی حنیفہ کما یکون البازی من العصافیر۔	ہم ابو حنیفہ کے سامنے ایسے ہیں جیسے چڑیاں باز کے سامنے ہوں۔

یہ آپ کی تواضع تھی کہ آپ امام ابو حنیفہ کے مقابلے میں خود کو فروتر شمار کرتے تھے۔

امام عبداللہ بن مبارک سے جب کبھی کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو فرماتے "اس کے بارے میں سیدنا عبداللہ بن مسعود یوں فرماتے اور امام ابو حنیفہ یوں فرماتے ہیں"۔ عرض کی گئی "آپ ابو حنیفہ کو سیدنا ابن مسعود کے ساتھ ذکر کرتے ہیں"۔ فرمایا:

لو رایت ابا حنیفہ لرء یتہ رجلا کبیرا۔	ابو حنیفہ میری نظر میں بہت بڑے آدمی ہیں۔

آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے:

ابو حنیفہ افقہ اھل الارض ولیس احد احق منہ ان یقتدی منہ۔	ابو حنیفہ رُوئے زمین کے سب سے بڑے مجتہد ہیں اور ان سے زیادہ دنیا میں کوئی اس بات کا زیادہ حق دار نہیں کہ اس کی اقتداء کی جائے۔

امام مالک سے جب امام شافعی نے امام ابو حنیفہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا:

رایت رجلا لو کلمک فی الساریہ یجعلھا ذھبا لقام بالحجہ الباھرہ۔

وہ ایسے شخص ہیں اگر تم ان کے ساتھ بحث کرنے بیٹھو تو وہ دلیل کے ذریعے اس لکڑی کے ستون کو سونے کا ثابت کر دیں گے۔

ان کلمات سے امام مالک کا مقصد امام ابو حنیفہ کی جودتِ فکر، قوتِ علم، ذہانت اور رائے کی درستگی بیان کرنا ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں:

الناس عیال لابی حنیفہ فی الفقہ۔

لوگ فقہ میں ابو حنیفہ کے محتاج ہیں۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

انہ من العلم والورع والزھد بمحل لا یوجد لہ فی زمانہ مثال۔

وہ علم، تقویٰ اور زہد کے ایسے مقام پر فائز ہیں جس کی نظیر ان کے زمانے میں نہیں ملتی۔

بعض حضرات کے ذہن میں اپنی کم علمی کے باعث یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ شاید امام شافعی علیہ الرحمتہ کا مذہب حدیث کے زیادہ قریب ہے اور ان کے ہاں حدیث کی اتباع پر نسبتاً زیادہ زور دیا جاتا ہے، جبکہ اس کے مقابلے میں امام ابو حنیفہ کے ہاں حدیث کے مقابلے میں اپنی رائے اور اجتہاد کو ترجیح دی جاتی ہے--- حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں--- امام ابو حنیفہ حدیث کی مختلف اقسام کو قیاس پر ترجیح دیتے ہیں اور حدیث اگرچہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو اس پر عمل کرتے ہیں--- جیسے نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو ٹوٹنے والی حدیث--- شربت کے ساتھ وضو والی حدیث--- بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان کے نزدیک حدیث مشہور کے ساتھ کتاب اللہ کے حکم کو منسوخ کرنا بھی جائز ہے--- آپ بغیر کسی توقف اور تاویل کے مراسل پر بھی عمل کرتے ہیں--- اور قیاس صرف وہاں استعمال کرتے ہیں جہاں کوئی واضح روایت تو موجود نہ ہو، البتہ کسی حکم کی علت منقول ہو--- نہ یہ کہ خالی خولی اپنی مرضی کے

تحت فتویٰ دیتے، بلاشبہ قیاس کی یہ قسم ان کے نزدیک بھی متروک اور غیر مقبول ہے--- جس کی تفصیل اصول فقہ حنفی کی کتب میں موجود ہے--- پھر یہ کہ آپ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تقلید کو واجب قرار دیتے ہیں--- اور ان کے اقوال کو صحیح اور درست تسلیم کرتے ہیں جبکہ امام شافعی فرماتے ہیں: "ہم بھی انسان ہیں اور وہ بھی انسان ہیں"۔ اور امام شافعی قیاس اور استدلال کے ذریعے صحابہ کرام سے قولی اور فعلی دونوں طرح کے مسائل میں اختلاف کرتے ہیں۔

امام عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں، میں نے امام ابوحنیفہ کو کہتے ہوئے سنا: "جب بھی آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث ہمارے سامنے آجائے تو سر آنکھوں پر اور اگر صحابہ کرام کے اقوال میں سے کسی ایک کا قول مل جائے تو بغیر حیل و حجت کے اسے قبول کریں گے، البتہ جب بات تابعین کی ہوگی تو یہاں ہم ان سے مزاحمت کریں گے کیونکہ ہم تو حق کے طلب گار ہیں"۔

شیخ فضیل بن عیاض جو بڑے بڑے زاہدوں میں سے ایک ہیں، خراسان میں پیدا ہوئے، پھر کوفہ تشریف لائے اور امام ابوحنیفہ کی شاگردی اختیار کی، ان سے منقول ہے، فرماتے ہیں: "جب امام ابوحنیفہ کے سامنے کوئی حدیث آتی تو اس کی پیروی کرتے، اگر صحابہ کرام یا قدماء تابعین میں سے کسی کا قول مل جاتا تو اس کی اتباع کرتے اور اگر یہ بھی نہ ہوتا تو اجتہاد کرتے اور غور و فکر سے کام لیتے"۔

جب بھی امام صاحب کے سامنے کوئی مسئلہ آتا تو مدت مدید تک اس کے بارے میں اپنے اصحاب کے ساتھ غور و فکر کرتے اور ان کے اصحاب میں سے بعض تابعین تھے اور بعض تبع تابعین--- اور یہ سب کے سب حدیث، فقہ، زہد، تقویٰ کے حامل اور ماہر اور صحیح العقیدہ تھے--- حافظ محمد ابن حزم ظاہری کہتے ہیں: "جملہ اصحاب ابوحنیفہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حدیث خواہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہی کیوں نہ ہو، بہرحال قیاس پر مقدم اور قابلِ ترجیح ہوگی"۔

حدیث کا قیاس پر مقدم ہونا یا قیاس کا حدیث پر مقدم ہونا اس بارے میں کلام بہت طویل ہے۔ صاحب کشف سے منقول ہے کہ یہ اختلاف اور تفصیل نئی

ایجاد ہے' ورنہ خبر واحد بہرحال قیاس پر مقدم ہوگی۔

مورخین نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے پاس بہت سے صندوق تھے جن میں انہوں نے اپنے اساتذہ سے سنی ہوئی احادیث کا ذخیرہ تحقیق و تدقیق کے ساتھ محفوظ کر رکھا تھا--- آپ کے مشائخ جن سے آپ نے احادیث کا سماع کیا ان میں تین سو تو صرف تابعین ہی تھے--- اسی طرح آپ سے روایت کرنے والوں میں پانچ سو کے قریب حضرات شامل ہیں---

امام ابوحنیفہ کا ایک بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ احادیث کی نقل و روایت کی بجائے' ان میں سے مسائل و احکام کے استخراج اور استنباط کے لیے فقہ و اجتہاد کے کام میں مشغول ہوئے۔ آپ پر اور آپ کے اصحاب پر یہی رنگ غالب رہا--- اور شروع میں اور بعد میں بہت کم احادیث کی نقل کا اہتمام کیا گیا۔ ان کی رائے میں یہ کام زیادہ اہم اور ضروری تھا--- کیونکہ روایت کی بنیاد محض سننا اور یاد رکھنا تھی اور یہ کام ہر شخص کر سکتا تھا جبکہ احادیث سے مسائل و احکام کا استنباط و استخراج--- ان میں موجود اختلاف میں تطبیق پیدا کرنا--- ناسخ و منسوخ کی وضاحت وغیرہ ہر کسی کے بس کا روگ نہیں تھا۔

منقول ہے کہ امام اعمش جو اکابر محدثین میں سے ہیں' انہوں نے امام ابوحنیفہ سے چند مسائل پوچھے جن کے جوابات امام ابوحنیفہ نے احادیث کی روشنی میں بیان کیے۔ اعمش نے کہا: "اے گروہ فقہاء! بلاشبہ تم اطباء ہو (تشخیص مرض تمہارا ہی کام ہے) جبکہ ہم محض بوٹیاں ڈھونڈنے والے ہیں (میڈیکل سٹور والے) جنہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ کونسی چیز (مریض کے حق میں) صحیح ہے اور کونسی غلط"۔

لوگوں کے اس وہم میں مبتلا ہونے اور مذہب حنفی کے مخالف حدیث گردانے کی ایک وجہ وہ محدثین ہیں جو امام شافعی علیہ الرحمتہ کے پیروکار تھے۔ جیسے صاحب مصابیح السنہ اور صاحب مشکوۃ ہیں۔ ان جیسے دیگر حضرات جنہوں نے جلدبازی اور غلو کے باعث صرف اپنے مذہب کے تائیدی دلائل نقل فرمائے اور احناف کی موید احادیث کو طعن اور جرح کا نشانہ بنایا۔ اور اکثر شافعی متاخرین' خدا ان سے درگزر

فرمائے، تعصب سے خالی نہیں تھے۔ وہ انصاف کے راستے پر ثابت قدم نہ رہ سکے، حالانکہ یہاں دیگر احادیث بھی ہیں جو ان کی نقل کردہ روایات کی مقابل، ان سے زیادہ راجح اور ان کی ناسخ ہیں اور یہ بات ہمارے مذہب پر تحریر شدہ کتب کا مطالعہ کرنے سے اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ ان کتابوں میں سب سے بہترین اور مشہور کتاب "الھدایہ" ہے جو اس موضوع پر سب سے بہترین اور مشہور تصنیف ہے کیونکہ اس میں نہایت قوی عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ ساتھ مذہب حنفی کا اثبات کیا گیا ہے۔

اس وہم اور غلط فہمی میں مبتلا ہونے کا ایک اور سبب یہ بھی ہے کہ مذہب حنفی کے اکثر دلائل عقلی اور قیاسی ہیں۔ بعض اوقات علماء احناف ایسی روایت نقل کرتے ہیں جس میں ضعف اور کمزوری پائی جاتی ہے۔ لیکن درحقیقت وہ ایک حدیث کو دوسری حدیث پر ترجیح دینے کا معاملہ ہوتا ہے کیونکہ یہ بات تو شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ جو حدیث قیاس کے مطابق ہو اسے قیاس کی مخالف حدیث پر ترجیح حاصل ہوگی۔ تو یہاں قیاس ترجیح کے لیے استعمال ہوا ہے نہ کہ نفس حدیث کے مقابلے میں، جیسا کہ بعض لوگوں کو گمان ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری جانب سے الشیخ الاجل الامام الفہام کمال الدین ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ کو جزائے خیر عطا فرمائے، انہوں نے اس بات کی تحقیق کی اور مذہب حنفی کو صحیح ترین احادیث کے ساتھ ثابت کیا اور ایسی حسن احادیث سے ثابت کیا جن سے حجت حاصل کی جا سکتی ہے۔ احادیث کے متن کا اثبات کیا اور بوقت ضرورت شوافع کے اعتراضات کے جوابات تحریر فرمائے۔

دیارِ عرب میں مذہب حنفی کی تائید میں جو کتب مشہور ہیں ان میں ایک مواہب الرحمٰن اور اس کی شرح ہے۔ اس کتاب میں آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کے ذریعے مذہب حنفی کے اثبات کا التزام کیا گیا ہے۔ بعض حنفی مولفین نے اس بات کا التزام بھی کیا ہے کہ وہ صرف بخاری اور مسلم کی روایت کردہ احادیث سے استدلال کریں کیونکہ یہ دونوں کتابیں احناف اور شوافع دونوں کے نزدیک قابلِ اعتماد

ہیں۔

بندہ مسکین عبدالحق بن سیف الدین جو وطناً دہلوی، اصلاً بخاری، نسباً ترکی، مذہباً حنفی، مشرباً صوفی اور طریقتاً قادری ہے، جب حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً میں تھا اور اس نے وہاں جب مشکوٰۃ شریف کا درس لیا تو اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ وہ مذہب شافعی اختیار کر لے۔ جب میں نے اس خیال کا اظہار سیدی الشیخ عالم باعمل، منارۂ ہدایت، پرہیزگاری کا نور، اس استقامت کے حامل جو کرامت سے بھی بلند مرتبہ رکھتی ہے ابوالمواہب صفی الدین عبدالوہاب المتقی القادری الشاذلی سے کیا تو انہوں نے پوچھا تمہیں یہ خیال کیونکر آیا؟ شاید مشکوٰۃ شریف پڑھنے کی بدولت ایسا ہوا ہے۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ بھئی انہوں نے صرف اپنے مذہب کے موافق احادیث تلاش کر کے نقل کی ہیں اور انہی روایات کو اپنی کتب میں بار بار نقل کرتے ہیں، حالانکہ یہاں اور احادیث بھی ہیں جو ہمارے مذہب کا اثبات کرتی ہیں۔

پھر انہوں نے امام ابو حنیفہ کے مناقب بیان کرنا شروع کیے اور بتایا کہ ان کی شان تو بہت ہی بلند ہے، بقیہ ائمہ و محدثین کے مقابلے میں انہیں تقدم زمانی کا شرف بھی حاصل ہے۔ آپ کے اصحاب میں تابعین اور تبع تابعین کے پرہیزگار، محققین اور ماہرین فنون فقہاء اور علماء دیگر مجتہدین کے مقابلے میں نسبتاً زیادہ تعداد میں شامل ہیں۔ انہوں نے ایسے پُرمغز طریقے سے بیان کیا کہ میرے دل سے یہ خیال جاتا رہا۔ جب شیخ نے مجھے وطن واپس بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو میں نے ان کی خدمت میں درخواست کی کہ مجھے کچھ عرصہ تک اپنی خدمت میں مزید رہنے کا موقع دیں، تاکہ میں اچھی طرح مذاہب اربعہ کی تحقیق کروں، بالخصوص ان دونوں ائمہ کے مذاہب کی یعنی مذہب حنفی اور مذہب شافعی کی۔ کیونکہ انہی دونوں کے درمیان زیادہ بنیادی اختلاف ہے۔ یہاں تک کہ امر متحقق ہو جائے اور حق میرے سامنے ظاہر ہو جائے۔

انہوں نے فرمایا: یہ موقع انشاء اللہ تعالیٰ تمہیں وہیں ملے گا۔ آپ کی ذات کی برکت سے مشکوٰۃ شریف کی شرح کے دوران مجھے یہ موقع مل گیا۔ مجھے امید ہے کہ

ان کے بیان کے مطابق ہی واقعہ وقوع پذیر ہوا لیکن ہر کام کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے اور میں اس مقصد کے حصول کا شدت سے منتظر تھا کہ آخر کار سعادت کا سویرا طلوع ہوا اور عاجزی اور ناچاری کے باوجود مجھے اپنے مقصد اور ارادے میں کامیابی نصیب ہوئی۔

پس میں نے بہت زیادہ علم رکھنے والے بادشاہ کی مدد سے اس کام کا آغاز کیا کہ اسی کی توفیق کے سبب یہ کام مکمل ہو سکتا ہے۔ پس میں نے اس طرح سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے جس کے ذریعے مراد اور مقصد حاصل ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو تعصب اور تنگ نظری کی بجائے بنظر انصاف اس کا مطالعہ کرے، اس میں موجود سہو و نسیان کی اصلاح فرمائے اور خطائے بیان سے درگزر فرمائے۔

اس کتاب کی تالیف دو طریقوں سے کی گئی ہے:

(ا) ابواب و فصول کی ترتیب کے اعتبار سے میں نے صاحب مشکوٰۃ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی ہے، تاہم میں نے دیگر کتب احادیث سے بھی استفادہ کیا ہے اور جہاں کہیں فقہاء کا اختلاف ہے، وہاں میں نے فصل کے آخر میں ان کا اختلاف ان کے دلائل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ یہ طرز کتاب الصلوٰۃ کے آخر میں باب الجنائز تک قائم رہی ہے، وہاں سے کتاب البیوع تک، میں نے مذاہب اربعہ کی فقہی کتب سے استفادہ کر کے ان کے مباحث اور دلائل نقل کر دیئے ہیں۔ اس طرح پہلی طرز احادیث کی طرز پر مکمل ہوئی۔

(۲) دوسری طرز کتب فقہ جیسی ہے اور یہی اس کتاب کی تالیف کا بنیادی مقصد ہے اور وہ امام ابو حنیفہ کے مذہب کی تائید ہے جو دونوں طرح سے حاصل ہوا ہے۔

یہ دو مختلف طرزیں اپنانے کی وجہ یہ تھی کہ مشکوٰۃ کی طرز میں نقل کی روایت سے استدلال کے بارے میں فقہاء کرام مختلف ہیں۔ تو میں نے اس بارے میں دیگر کتب سے استفادہ کر کے اس کے جملہ پہلو واضح کر دیئے ہیں، اس طرح دوسری قسم پہلی قسم کے مقابلے میں زیادہ جامع اور مکمل ہو گئی ہے اور اگر پہلی قسم میں کوئی بات

رہ بھی گئی ہو تو وہ دوسری میں ذکر ہو گئی ہوتی۔ بہرحال! یہ سب مشیت ایزدی کے تحت ہوا اور بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہے کر سکتا ہے۔ ہر حال میں اس کی ذات مستحق حمد ہے اور اس کی نعمتوں کے ذریعے سے تمام اچھے کام پایہ تکمیل تک پہنچتے ہیں۔

وہ کتب جن سے میں نے احادیث نقل کی ہیں، درج ذیل ہیں:

۱۔ جامع الاصول از امام مجدالدین ابن الاثیر: یہ صحاح ستہ کی جامع، بڑی جلیل القدر اور عظیم المرتبت کتاب ہے۔

۲۔ الجامع الکبیر از امام علی المتقی: یہ امام جلال الدین سیوطی کی کتاب جمع الجوامع کی طرز پر تالیف ہوئی۔ جامع الاصول کی طرح بہت بڑی کتاب ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ لمبی اور معلومات افزا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ جامع الاصول میں صرف صحاح ستہ کی روایات نقل کی گئی ہیں اور جو زیادہ قابل استناد سمجھی جاتی ہیں۔ (میں اس کتاب میں کہیں کہیں لفظ تخریج استعمال کروں گا تو اس سے مراد جامع الاصول ہوگی اور جہاں کہیں روایت کا لفظ استعمال کروں گا تو وہ جامع الکبیر مراد ہوگی)

۳۔ موطا امام محمد از امام محمد بن حسن الشیبانی: جسے انہوں نے امام مالک سے سنا، پھر اس کی تلخیص کی اور بعض روایات کا انتخاب کیا۔

۴۔ سنن دارمی از امام ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی: حامیانِ دین اور حفاظ اسلام میں سے ایک امام احمد، بخاری اور مسلم کے معاصر محدث ہیں۔

۵۔ الفصل الرابع للمشکاہ: جسے بعض ثقہ اہلِ علم نے مشکوٰۃ میں شامل کیا۔

مذاہبِ اربعہ کی فقہ کی کتب میں سے درج ذیل کتب سے میں نے استفادہ کیا۔۔۔

۱۔ الحاوی مع الشرح: یہ امام شافعی کے مذہب کی کتاب ہے۔

۲۔ رسالہ ابن ابی زید: یہ امام مالک کے مذہب پر ہے۔

۳۔ کتاب الخرقی: یہ امام احمد کے مذہب کے مطابق ہے۔ یہ انتہائی نفیس اور عمدہ کتاب ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ترکسی کی شرح بھی نہایت مفید

ہے۔

امام احمد بن حنبل کا مذہب اکثر مسائل میں امام ابو حنیفہ کے مذہب کے موافق ہے اور یہ بھی مذہب امام ابو حنیفہ کے حدیث کے مطابق ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ امام احمد بن حنبل کے مذہب کی بنیاد بالاتفاق حدیثِ نبوی ہے۔

میں نے اس کتاب کا نام "فتح الرحمان فی اثبات مذهب النعمان" رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی حقیقی مددگار ہے اور اسی پر ہمارا بھروسہ ہے۔

کلمہ آخر یہ ہے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور درود و سلام ہو حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، آپ کی آل، آپ کے اصحاب، سب پر۔

صلوات الله تعالى وسلامه عليه وعليهم اجمعين۔

الفصل الاول

کتاب الایمان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ہمارے سامنے نہایت سفید لباس میں ملبوس سیاہ بالوں والا شخص نمودار ہوا۔ (الحدیث)

جیسا کہ صاحب مشکوٰۃ نے اسے نقل کیا ہے اور یہ یحییٰ بن یعمر اور حکم کے حوالے سے نقل کی گئی ہے جبکہ جامع الاصول کے مصنف نے اسے بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا اور عرض کی اے اللہ کے رسول! ایمان کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کے رسولوں پر، اس کی کتابوں اور دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان رکھے۔ اس نے عرض کیا، یارسول اللہ! اسلام کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو اللہ کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔ فرض نمازیں ادا کرے، زکوٰۃ دے اور رمضان کے روزے رکھے۔ اس نے پھر پوچھا، اے اللہ کے رسول! احسان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت یوں کرے کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے

نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس نے پوچھا یارسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا: اس بارے میں مسئول سائل سے زیادہ واقفیت نہیں رکھتا، تاہم میں تمہیں اس کی نشانیاں بتلائے دیتا ہوں:

جب کنیزیں اپنے مالکوں کو پیدا کرنے لگ پڑیں تو یہ بات قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ جب بے لباس، ننگے پاؤں والے لوگ سردار بننے لگیں تو یہ اس کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ جب بھیڑ بکریوں کے چرواہے بلند و بالا عمارتیں بنوا کے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کریں تو یہ بھی قیامت کی نشانی ہوگی۔ اور پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ ان کا علم ماسوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی:

ان اللہ عندہ علم الساعہ	بیشک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم،
وینزل الغیث ویعلم ما فی	اور اُتارتا ہے مینہ، اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں
الارحام وما تدری نفس ماذا	کے پیٹ میں ہے، اور کوئی جان نہیں جانتی
تکسب غدا وما تدری نفس	کل کیا کمائے گی، اور کوئی جان نہیں جانتی
بای ارض تموت، ان اللہ علیم	کہ کس زمین میں مرے گی، بیشک اللہ تعالیٰ
خبیرO (لقمان: ۳۴)	جاننے والا بتانے والا ہے۔

(ترجمہ کنزالایمان)

پھر وہ شخص چلا گیا۔ آپ نے فرمایا: اسے واپس بلاؤ۔ لوگ اسے بلانے کے لیے نکلے تو انہیں کوئی شخص نظر نہیں آیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ جبرائیل تھے جو لوگوں کو ان کا دین سکھانے کے لیے تشریف لائے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب کنیزیں اپنے ہاں قیدیوں کو پیدا کریں گی۔

ایک اور روایت میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ سے کوئی سوال کرو؟ تو لوگ آپ کی جلالت کے باعث سوال نہ کر سکے تو ایک شخص آیا اور آپ کے گھٹنوں کے پاس بیٹھ کر عرض کی: یارسول اللہ! اسلام کیا ہے؟ اس کے بعد وہی الفاظ ہیں جو پچھلی حدیث میں بیان ہوئے۔ تاہم تھوڑا سا اختلاف الفاظ میں

اس طرح ہے:

۱۔ کہ سائل ہر سوال کا جواب سن کے یہ کہتا آپ نے سچ کہا۔

۲۔ اور احسان سے متعلق سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا تھا کہ تو اللہ سے یوں ڈرے کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور قیامت سے متعلق جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا:

۳۔ کہ جب تم برہنہ پا، بے لباس، گونگوں، بہروں کو بادشاہ وقت پاؤ گے تو یہ قرب قیامت کی نشانی ہو گی۔

۴۔ اور آخر میں یوں فرمایا کہ یہ جبرائیل تھے جو یہ چاہتے تھے کہ جس چیز کے متعلق تم نے سوال نہیں کیا تھا اس کا تمہیں علم ہو جائے۔

یہ بخاری کے الفاظ ہیں اور امام مسلم نے اسے صرف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

امام ابوداؤد، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضور علیہ الصلوۃ والسلام اپنے اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے کہ ایک اجنبی آیا۔ کوئی اس کے بارے میں نہیں جانتا تھا، حتیٰ کہ اس نے سوال کیا، بقیہ حدیث حضرت ابن عمر کی حدیث کے مطابق ہے۔

امام نسائی علیہ الرحمتہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے امام ابوداؤد کی روایت کے مطابق نقل کرتے ہیں، اس کے بعد یوں روایت کرتے ہیں کہ ہم بیٹھے ہوئے تھے اور حضور علیہ السلام بھی اس مجلس میں موجود تھے کہ ایک شخص آیا جو نہایت خوبصورت، وجیہ، خوشبودار تھا اور اس کے لباس کو میل کچیل نے بالکل بھی نہیں چھوا تھا۔ پھر اس نے کہا کہ آپ پر سلامتی نازل ہو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تو آپ نے اسے سلام کا جواب دیا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں گھٹنوں پر رکھ دیا اور کہا، اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! مجھے اسلام کے بارے میں بتائیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ تو اللہ کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔ نماز قائم کرے،

زکوٰۃ ادا کرے، حج کرے، رمضان کے روزے رکھے۔ جب تم نے یہ امور سرانجام دے دیئے تو تم اسلام لے آئے۔ اس نے کہا ہاں! آپ نے سچ کہا۔ صحابی کہتے ہیں جب ہم نے اس کی یہ بات سنی تو ہمیں بہت تعجب ہوا۔

اس نے پھر سوال کیا اے محمد! مجھے ایمان کے بارے میں بتائیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ تو ایمان لائے اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، کتاب پر، انبیاء پر، اور تقدیر پر۔ اس نے کہا کہ جب میں یہ کرلوں تو کیا میں مومن ہو جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا: ہاں! اس نے کہا: آپ نے سچ کہا۔ اس نے کہا اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! مجھے احسان کے بارے میں بتائیں۔ آپ نے فرمایا کہ تو اللہ کی عبادت یوں کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہو اور اگر ایسا نہیں تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس نے کہا: آپ نے سچ کہا۔

اس نے پھر سوال کیا آپ مجھے بتائیں کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سر جھکا لیا اور اسے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے پھر سوال دہرایا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے پھر سوال دہرایا۔ آپ نے پھر کوئی جواب نہ دیا۔ پھر آپ نے سر اٹھایا اور فرمایا: اس بارے میں مسئول سائل سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے لیکن اس کی کچھ علامات ہیں جن کے ذریعے سے تو اسے پہچان سکتا ہے۔ جب تم بکریاں چرانے والوں کو دیکھو کہ بلند و بالا عمارت بنوا کے ایک دوسرے پر فخر کرنے لگیں، جب تم ننگے بدن اور پاؤں (گھومنے والوں) کو حاکم وقت دیکھو، جب تم عورتوں کو دیکھو کہ وہ اپنے آقا پیدا کرنا شروع کر دیں۔ پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی اور کو نہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

ان اللہ عندہ علم الساعۃ ۔۔۔ بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس سے ان اللہ علیم خبیر○ تک۔ ہے، الخ۔

پھر آپ نے فرمایا: مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہادی اور خوشخبری سنانے والا بنا کے مبعوث کیا ہے کہ میں قیامت کے بارے میں تم میں سے کسی ایک شخص سے بھی زیادہ نہیں جانتا اور بے شک یہ جبرئیل علیہ

السلام تھے جو دحیہ کلبی کی صورت میں تشریف لائے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر تھے اور مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک شخص اونٹ پر سوار ہو کر آیا۔ اس نے اپنے اونٹ کو مسجد کے سامنے کھڑا کر کے باندھ دیا۔ پھر پوچھا' آپ میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اِس وقت لوگوں کے درمیان ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ ہم نے کہا کہ یہ نورانی صورت والے صاحب جو ٹیک لگائے بیٹھے ہیں۔ اس نے کہا' اے عبدالمطلب کے صاحبزادے! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اس نے کہا' میں آپ سے ایک بات پوچھوں گا تو آپ میرے خلاف اپنے دل میں کوئی اور خیال مت لائیے گا۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: جو تمہارا جی چاہے پوچھو۔ اس نے کہا' میں آپ کو آپ کے اور آپ سے پہلوں کے پروردگار اللہ تعالیٰ' جس نے آپ کو تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا ہے اس کی قسم دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: میں قسم کھاتا ہوں۔ اس نے کہا' قسم بخدا! (کیا) آپ دن اور رات میں پانچ مرتبہ نماز پڑھنے کا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: خدا کی قسم! ہاں۔ اس نے کہا' آپ کو خدا کی قسم! کیا آپ کو خدا نے یہ حکم دیا ہے کہ ہم میں سے امیر لوگوں سے زکوۃ لے کر غریبوں میں بانٹ دی جائے گی؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! ہاں۔ اس نے کہا' میں آپ کی تعلیمات پر ایمان لاتا ہوں اور میں تو دراصل اپنی قوم کا نمائندہ ہوں' میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے اور میرا تعلق سعد بن بکر قبیلے سے ہے۔ (بخاری شریف)

امام مسلم اس روایت کو ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں' حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: قرآن پاک میں ہمیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی بھی چیز کی بابت سوال کرنے سے منع کر دیا گیا تھا۔ تو ہماری خواہش ہوتی کہ دیہات کے رہنے والوں میں سے کوئی شخص حاضر خدمت اقدس ہو کے آپ علیہ الصلوۃ والسلام سے کوئی بات پوچھے اور ہم بھی جواب حاصل کر سکیں۔

ایک مرتبہ ایک دیہاتی حاضر خدمت اقدس ہوا اور عرض کی اے محمد صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم! ہمارے پاس آپ کا پیغامبر آیا اور اس نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہونے کے دعویدار ہیں۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے جواب دیا، اس نے سچ کہا ہے۔ اس نے پوچھا، آسمان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ آپ علیہ السلام نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے۔ اس نے پھر پوچھا، زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے۔ اس نے کہا کہ جس اللہ نے آسمان کو پیدا کیا، زمین کو پیدا کیا اور پہاڑوں کو نصب کیا، اس نے آپ کو مبعوث کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس نے کہا، آپ کے پیغامبر کا یہ بھی کہنا تھا کہ ہم پر ہر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی گئی ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اس نے سچ کہا۔ اس نے کہا، آپ کو قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو مبعوث کیا ہے، کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات کا حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس نے کہا، آپ کے پیغام رساں کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہم پر اپنے اموال میں سے زکوۃ دینا بھی لازم ہے۔ آپ نے فرمایا: اس نے ٹھیک کہا ہے۔ اس نے کہا، آپ کو اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو مبعوث کیا ہے، کیا اللہ نے آپ کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں! اس نے کہا آپ کے نمائندے کا یہ بھی کہنا ہے کہ سال بھر میں رمضان کے مہینے میں روزے رکھنا ہم پر فرض ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے ٹھیک کہا ہے۔ اس نے کہا، آپ کو قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو مبعوث کیا ہے، کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ہاں! اس نے کہا، آپ کے نمائندے کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہم میں سے جو شخص حج کی استطاعت رکھتا ہو اس پہ حج کرنا لازم ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں! اس نے کہا، آپ کو اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو مبعوث کیا ہے، کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات کا بھی حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پھر وہ مڑا اور جاتے ہوئے کہنے لگا، جس ذات نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اس کی قسم! نہ تو میں ان باتوں میں کوئی کمی کروں گا اور نہ ہی اضافہ۔ (اور چلا گیا) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس نے سچ کہا ہے تو یہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ (نسائی، ترمذی، مسلم)

امام نسائی اس روایت کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے یوں نقل کرتے ہیں:

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک دیہاتی آدمی آیا اور اس نے پوچھا' آپ میں عبدالمطلب کے صاحبزادے کون ہیں؟ صحابہ کرام نے کہا' یہ جو سرخ و سفید رنگت والے بلند رتبہ صاحب تشریف فرما ہیں۔ اس نے عرض کی' میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔

ایک اور روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ قبیلہ سعد بن بکر نے ضمام بن ثعلبہ کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لیے بھیجا۔ وہ آیا اور اس نے اپنا اونٹ مسجد کے دروازے کے سامنے ٹھہرا کر اسے وہاں باندھا۔ پھر مسجد میں داخل ہوا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے درمیان تشریف فرما تھے۔

"وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے آ کے رکا اور پوچھا' آپ میں سے عبدالمطلب کے صاحبزادے کون صاحب ہیں؟ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: میں ہوں۔ اس نے عرض کی' محمد! آپ نے فرمایا: ہاں! اس نے کہا' اے عبدالمطلب کے صاحبزادے! میں آپ سے ایک بات پوچھوں گا اور اس کی تفصیل جاننے کی کوشش کروں گا' آپ ناراض نہ ہویئے گا۔ آپ نے فرمایا: میں ناراض نہیں ہوتا' آپ نے جو پوچھنا ہے پوچھو۔

اس نے کہا' میں آپ کو اس اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جو آپ کا' آپ سے پہلوں کا اور آپ کے بعد آنے والوں کا معبود ہے' کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہماری طرف اپنا رسول بنا کے بھیجا ہے؟ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اللہ کی قسم! ہاں! اس نے کہا' میں آپ کو اس اللہ کی قسم کے ساتھ پوچھتا ہوں جو آپ کا' آپ سے پہلے آنے والوں کا اور آپ کے بعد آنے والوں کا معبود ہے' کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ صرف اسی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ

ٹھہرائیں اور یہ کہ ہم ان جھوٹے خداؤں سے اپنا تعلق ختم کرلیں جن کی ہمارے آباؤاجداد اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! ہاں! اس نے کہا میں آپ کو اس اللہ کی قسم دے کے پوچھتا ہوں جو آپ کا معبود ہے، آپ سے پہلوں کا اور آپ کے بعد آنے والوں کا بھی معبود ہے، کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہم یہ پانچ نمازیں ادا کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! ہاں!

(راوی کہتے ہیں) پھر اسی طرح اس نے ایک ایک کر کے اسلام کے تمام فرائض زکوٰۃ، روزہ، حج اور شرائع اسلام کا ذکر کیا اور ہر مرتبہ آپ کو اسی طرح قسم دیتا جیسے آغاز میں دی تھی۔ پھر جب وہ سوال کر کے فارغ ہوا تو کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں ان تمام فرائض کو ادا کروں گا اور جن باتوں سے آپ نے منع فرمایا ہے ان سے اجتناب کروں گا اور ان میں کوئی کمی، زیادتی نہیں کروں گا۔ پھر وہ (واپسی کے لیے) اپنے اونٹ کی طرف پلٹا۔ جب وہ مڑا تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اگر ذوالعقیصتین (وہ شخص مراد ہے) نے سچ کہا ہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

وہ شخص اپنے اونٹ کے پاس آیا، اس کو کھولا اور چل پڑا یہاں تک کہ اپنی قوم میں پہنچا۔ لوگ اس کے اردگرد اکٹھے ہوگئے۔ سب سے پہلی بات اس نے یہ کہی، لات و عزیٰ مرگئے۔ لوگوں نے کہا ضمام خاموش رہو، جذام، برص اور جنون سے ڈرو۔ اس نے کہا تمہارا ستیاناس ہو، اللہ کی قسم! یہ دونوں نہ تو کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کو مبعوث فرمایا ہے اور ان پر اپنی کتاب نازل کی ہے۔ وہ (اللہ تعالیٰ) تمہیں اس (گمراہی) سے نکالنا چاہتا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور میں تمہارے پاس ان کے وہ تمام احکام لے کر آیا ہوں جن کو بجالانے یا جن سے

باز رہنے کا انہوں نے حکم دیا ہے۔

(راوی کہتے ہیں) کہ اس وقت جتنے بھی مرد اور عورتیں وہاں موجود تھے، سب شام ہونے سے پہلے اسلام لے آئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، ہم ضمام بن ثعلبہ کے مقابلے میں کسی بھی قوم کے نمائندے کو افضل نہیں شمار کرتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور بے شک حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

ایک اور روایت میں ہے:

ایک شخص نے کہا آپ جہاد کیوں نہیں کرتے؟ تو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جواب دیا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اور پھر آخر تک حدیث بیان کی۔

ایک روایت میں ہے:

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اللہ کو ایک ماننا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور حج کرنا۔ ایک شخص نے کہا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا (یعنی ترتیب الفاظ تبدیل کر دی) آپ نے فرمایا: نہیں رمضان کے روزے رکھنا اور حج کرنا۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے۔ (مسلم، ترمذی)

ایک اور روایت میں ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور ماسویٰ اللہ کا انکار کرنا، نماز ادا کرنا، زکوٰۃ دینا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔ (مسلم، بخاری، نسائی)

امام ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ کسی شخص نے کہا، اسلام کیا ہے؟ تو آپ

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جواب دیا: نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور غسل جنابت کرنا۔ (ابوداؤد)

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: کوئی بھی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ چار چیزوں پر ایمان نہ رکھے۔ وہ گواہی دے کہ اللہ تعالٰی کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق کے ساتھ مبعوث کیے جانے پر ایمان رکھے، مرنے کے بعد زندہ کیے جانے پر اور تقدیر پر ایمان رکھے۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک صاحب اپنی کالی کنیز کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) مجھ پر (کسی وجہ سے) ایک مسلمان غلام یا لونڈی کو آزاد کرنا لازم ہوچکا ہے، کیا میں اس کو آزاد کر سکتا ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا تم یہ گواہی دیتی ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اس نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا: کیا تم یہ گواہی دیتی ہو کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ تعالٰی کے رسول ہیں۔ اس نے جواب دیا، جی ہاں! آپ نے فرمایا: کیا تم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے پر یقین رکھتی ہو۔ اس نے عرض کی، جی ہاں! آپ نے فرمایا: اسے آزاد کردو۔ (موطا)

حضرت شرید بن سوید الثقفی کہتے ہیں کہ میں ان کی طرف سے مسلمان غلام یا کنیز آزاد کر دوں اور میرے پاس ثوبیہ نامی ایک کالی کنیز تھی۔ میں نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا کہ کیا میں اس کو آزاد کروا سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: اسے بلاؤ۔ میں نے اسے بلایا۔ وہ آئی۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پوچھا: تیرا رب کون ہے؟ اس نے کہا اللہ تعالٰی۔ آپ نے پوچھا: میں کون ہوں؟ اس نے عرض کیا، اللہ تعالٰی کے رسول۔ آپ نے فرمایا: اسے آزاد کر دو کیونکہ یہ مومنہ ہے۔ (ابوداؤد، نسائی)

حضرت معاویہ بن حکم السلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی، اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میری ایک لونڈی ہے جو میری بکریاں چراتی ہے۔ ایک دفعہ میں اس کے پاس گیا تو ریوڑ میں ایک بکری کم تھی۔ میں نے اس سے گم شدہ بکری کے متعلق پوچھا۔ اس نے کہا اسے بھیڑیا کھا گیا ہے۔ میں بھی آخر انسان ہوں، میں نے اس کے منہ پر تھپڑ رسید کر دیا اور مجھ پر کفارہ کے طور پر ایک لونڈی آزاد کرنا لازم تھا (اس واقعہ سے پہلے) تو کیا میں اس کو آزاد کر دوں۔ آپ نے اس سے پوچھا: اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ اس نے کہا آسمان میں۔ آپ نے پھر پوچھا: میں کون ہوں؟ اس نے کہا آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا: اسے آزاد کر دو۔

(موطا، ابوداؤد، مسلم، نسائی، مشکوۃ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

دین پانچ چیزوں کا مجموعہ ہے، کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو گا جب تک کہ خصوصی طور پر ان پانچ پر ایمان نہ لائے۔ وہ گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، جنت اور دوزخ کے حق ہونے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان رکھے۔ یہ پانچ نمازیں اسلام کا ستون ہیں۔ اللہ تعالیٰ نماز کے بغیر ایمان قبول نہیں فرماتا اور زکوۃ گناہوں سے پاک کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ زکوۃ کے بغیر ایمان قبول نہیں کرتا اور جو شخص یہ امور سرانجام دے اور رمضان کا مہینہ آنے پر جان بوجھ کر اس کے روزے ترک کر دے تو اللہ تعالیٰ نہ تو اس کا ایمان قبول کرے گا نہ ہی نماز اور نہ ہی زکوۃ۔ اور جو شخص یہ چاروں افعال سرانجام دے اور اس کے لیے حج کرنا ممکن ہو اور وہ حج نہ کرے اور نہ ہی اپنی جگہ کسی اور کو حج کروائے اور نہ ہی اس کے اہل خانہ میں سے کوئی اس کی طرف سے حج کرے تو اللہ تعالیٰ نہ تو اس کا ایمان قبول کرتا ہے نہ

ہی نماز، نہ زکوٰۃ اور نہ ہی روزہ قبول کرتا ہے۔ (حلیہ از ابو نعیم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان کی حالت میں مرجائے، اس سے کہا جائے گا کہ تم جنّت کے جس دروازے سے چاہو، داخل ہو جاؤ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملاقات کرے کہ وہ کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا وہ جنّت میں داخل ہوگا اور اس کے گناہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے جیسا کہ اگر وہ مشرک ہوتا تو جہنم میں داخل ہوتا اور اس کی نیکیاں اسے کوئی فائدہ نہ پہنچا سکتیں۔ (احمد)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان کی حالت میں مرجائے، اس سے کہا جائے گا کہ جس دروازے سے جی چاہے داخل ہو جاؤ۔ (مسند احمد)

حافظ ابو نعیم آپ کا فرمان نقل کرتے ہیں: شرک موجود ہو تو کوئی بھی چیز نفع نہیں دے سکتی، اسی طرح ایمان کی موجودگی میں کوئی بھی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

(حلیۃ الاولیاء)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: جو شخص یقینِ قلب کے ساتھ اس بات کی گواہی دیتے ہوئے مرجائے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں اور میں اس کا رسول ہوں، اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ایمان کے ستر کے قریب شعبے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ساٹھ کے قریب شعبے ہیں اور حیا بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے۔

موطا کے سوا تمام محدثین نے اسے نقل کیا ہے، جبکہ امام ترمذی کی روایت

میں "حیا ایمان کا حصہ ہے" کے الفاظ نہیں ہیں۔ امام ترمذی کی ایک اور روایت کے مطابق ایمان کے چونسٹھ (۶۴) دروازے ہیں۔

امام نسائی کی بیان کردہ روایت کے مطابق مختصراً "حیا ایمان کا ایک حصہ ہے"۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: تین باتیں جس شخص میں پائی جائیں اس میں ایمان کا ذائقہ پایا جائے گا۔ جس کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول سب سے زیادہ محبوب ہوں، وہ شخص جو کسی شخص سے محض اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرے، (اور تیسرا یہ کہ) وہ کفر کی طرف لوٹنا اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس سے نکال لیا ہو، اسی طرح ناپسند کرے جیسے وہ آگ میں ڈالے جانا ناپسند کرتا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے: اس کے نزدیک آگ میں ڈالے جانا دوبارہ یہودی یا نصرانی بننے سے زیادہ محبوب ہو۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)

ایک اور روایت میں ہے کہ جس شخص میں تین باتیں پائی جائیں اس میں ایمان کی مٹھاس اور ذائقہ موجود ہوگا: اللہ اور اس کا رسول اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوں۔ وہ اللہ ہی کے لیے (کسی سے) محبت کرے اور اللہ ہی کے لیے (کسی سے) دشمنی رکھے۔ اور اگر بہت بڑی آگ جلائی جائے تو اس میں ڈالے جانا اس کے نزدیک زیادہ محبوب ہو بہ نسبت اس بات کے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے۔

حضرت ابو رزین العقیلی فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ مردوں کو کس طرح زندہ فرمائے گا؟ آپ نے فرمایا: کیا تم کبھی خشک زمین کے بعد پھر اس کے پاس سے اس وقت گزرے ہو جب وہ سرسبز ہو۔ میں نے کہا، جی ہاں! آپ نے فرمایا: بس اسی طرح مردے زندہ کیے جائیں گے۔ میں نے عرض کی، یارسول اللہ! ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی

عبادت کے لائق نہیں، وہ وحدہ لاشریک ہے اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمہارے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوں اور تمہارے نزدیک آگ میں جلائے جانا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے کے مقابلے میں زیادہ پسندیدہ ہے۔ اور جو تمہارا عزیز نہیں ہے اس کے ساتھ محض اللہ تعالیٰ (کی خوشنودی) کے لیے محبت کرو۔ پس جب تم ایسا کرو گے تو ایمان کی محبت تمہارے دل میں یوں داخل ہو جائے گی جیسے سخت گرمی کے دن، سخت پیاسے آدمی کے اندر پانی داخل ہو جاتا ہے۔ میں نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! مجھے کیسے علم ہوگا کہ میں مومن ہوں؟ آپ نے فرمایا: میری امت میں سے یا اس امت میں سے جو شخص بھی نیکی کا کام کرتا ہے اور وہ جان جاتا ہے کہ یہ نیکی ہے تو مجھے بھی اس کی جزا دی جاتی ہے اور جو بندہ برا کام کرتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ یہ برا ہے، پھر وہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہے اور جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی اس کی مغفرت نہیں کر سکتا تو وہ مومن ہے۔ (مسند احمد)

محمد بن جبر روایت کرتے ہیں، ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گزرے اور انہیں سلام کیا تو انہوں نے جواب نہ دیا۔ تو وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور ان سے شکایت کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان سے پوچھا، آپ نے اپنے بھائی کے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا تو انہوں نے کہا اللہ کی قسم! میں نے تو سنا ہی نہیں۔ میں اس وقت کسی سوچ میں گم تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کیا سوچ رہے تھے؟ انہوں نے کہا شیطان کے خلاف سوچ رہا تھا کہ اس نے ذہن میں ایسے ایسے خیالات پیدا کرنے شروع کیے کہ روئے زمین کی ساری دولت بھی اگر میرے نام کر دی جائے تو پھر بھی میں انہیں بیان کرنا پسند نہ کروں۔ جس وقت شیطان میرے ذہن میں ان خیالات کی یلغار کر رہا تھا تو میں نے سوچا کہ اے کاش! میں اس بارے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سے کچھ پوچھ سکتا کہ شیطان کے اس فریب سے کیا چیز نجات دے سکتی ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے بھی اس بات کی شکایت حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے کی تھی اور پوچھا تھا کہ شیطان جو ہمارے ذہنوں میں خیالات پیدا کرتا ہے، ان سے نجات کا حصول کس طرح ممکن ہے؟ تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ایسی صورت میں تم وہ کلمات کہو جس کا میں نے اپنے چچا کو ان کی وفات کے وقت حکم دیا تھا اور انہوں نے نہیں کہے تھے۔ (امام بوصیری نے زوائد العشرہ میں کہا کہ اس کی سند حسن ہے)

حضرت سعدی المریہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ حضرت طلحہ کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں تمہیں ایک کلمہ سکھاتا ہوں جو شخص بھی موت کے وقت اسے پڑھ لے گا تو اس کے لیے ایک نُور کا صحیفہ آئے گا اور بے شک اس کا جسم اور روح اس کے باعث موت کے وقت راحت محسوس کریں گے۔

حضرت عاصم مکی سے روایت ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری نے وصال کے وقت فرمایا تھا کہ جب میں مرجاؤں تو لوگوں کو میری طرف سے سلام کہنا اور انہیں بتا دینا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اس حالت میں مرے کہ وہ اللہ تعالٰی کے ساتھ کسی اور کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا تو وہ جنت میں جائے گا۔ (مسند احمد)

حضرت صنابحی فرماتے ہیں کہ میں جناب عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ اس وقت قریب المرگ تھے۔ میں نے رونا شروع کر دیا۔ انہوں نے کہا، رک جاؤ، تم کیوں رو رہے ہو؟ اگر تم گواہی چاہتے ہو تو میں گواہی دیتا ہوں اور اگر تم شفاعت چاہتے ہو تو میں تمہاری شفاعت کروں گا اور جس قدر ممکن ہوسکا میں تمہیں نفع پہنچاؤں گا۔ پھر فرمایا: میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جتنی حدیثیں سنی ہیں اور جن میں تمہارے لیے بڑی بھلائی کی

باتیں ہیں، ان میں سے میں ایک حدیث تمہارے سامنے بیان کروں گا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص یہ گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ اس پر آگ (جہنم کی) حرام کر دے گا۔ (ترمذی)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا، اسلام کی بہترین بات کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم کھانا کھلاؤ اور جسے تم جانتے ہو اور جسے نہیں جانتے، اسے سلام کرو۔

(بخاری، مسلم، نسائی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جو مسجد میں باقاعدگی سے آتا ہو تو اس کے ایمان کی گواہی دو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

بے شک اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔
(ترمذی)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ تھے، ایک دن ایک شخص آیا۔ آپ نے فرمایا: اسے قتل کر دو۔ پھر پوچھا: کیا یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ لوگوں نے عرض کی: جی ہاں! لیکن یہ اپنی جان بچانے کے لیے ایسا کہتا ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے قتل نہ کرو کیونکہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ صرف اس وقت تک جنگ کروں جب تک وہ لا الہ الا اللہ نہ کہیں۔ پس جب وہ یہ کہہ دیں تو انہوں نے اپنے خون (جان) محفوظ کر لیے سوائے حق کے اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔
(نسائی)

حضرت عبید اللہ بن عدی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا۔ یہاں تک کہ وہ بلند آواز سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منافقین میں سے کسی شخص کے

قتل کی اجازت طلب کر رہا تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا وہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ اس نے کہا دیتا ہے لیکن دل سے نہیں۔ آپ نے پوچھا: کیا وہ نماز نہیں پڑھتا۔ اس نے کہا پڑھتا ہے لیکن اس کی نماز نہیں ہوتی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی وہ لوگ ہیں جنہیں قتل کرنے سے اللہ تعالیٰ نے مجھے منع کیا ہے۔ (موطا)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی کہ تنگی و کشادگی، خوشی و غمی، ہر حالت میں اطاعت و فرمانبرداری سے کام لوں گا اور خود پسندی سے بچوں گا اور کوئی بے ضابطگی نہیں کروں گا اور ہمیشہ حق بات کہوں گا جہاں کہیں بھی ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی شخص کی ملامت کی پروا نہیں کروں گا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اگر کہیں اعلانیہ کفر دیکھو تو اس میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک برہان موجود ہوگی۔ (بخاری، مسلم، موطا، نسائی)

حضرت عوف بن مالک اشجعی فرماتے ہیں کہ ہم نو یا آٹھ یا سات آدمی خدمت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر تھے کہ آپ نے پوچھا: کیا تم اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیعت نہیں کرو گے اور ہم نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ ہم نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہم تو آپ کی بیعت کر چکے ہیں، اب کس بات پر آپ کی بیعت کریں؟ آپ نے فرمایا: کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو گے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے اور پانچ نمازیں ادا کرو گے اور اطاعت و فرمانبرداری سے کام لو گے اور پھر آہستہ آواز میں فرمایا کہ لوگوں سے کچھ مانگو گے نہیں۔

(راوی کہتے ہیں) کہ میں نے ان حضرات میں سے ایک مرتبہ ایک صاحب کو دیکھا ان کا کچھ گر گیا ہے تو انہوں نے کسی کو یہ نہیں کہا کہ یہ مجھے پکڑا دو۔

(مسلم، ابوداؤد، نسائی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ جب ہم نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ہاتھ پر اطاعت و فرمانبرداری کی بیعت کی تو آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جہاں تک تیری استطاعت ہو۔ یا (یہ فرمایا) جہاں تک تم لوگوں کی استطاعت ہو۔

(صحاحِ ستہ)

حضرت امیمہ بنت رقیقہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی انصار کی عورتوں کے ساتھ تو آپ نے فرمایا (آخر میں) جہاں تک تمہاری استطاعت اور طاقت ہو۔ ہم نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہمارے لیے ہمارے اپنے مقابلے میں زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔ میں نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہم سے بیعت لے لیں۔ تو آپ نے فرمایا: ایک سو عورتوں سے بھی اسی طرح کہو جیسے ایک عورت سے کہتی ہو۔

(موطا، نسائی، ترمذی)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں عورتوں کی بیعت کے بارے میں بتاتے ہوئے فرمایا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی عورت کے ہاتھ کو چھوا بھی نہیں۔ فرمایا کہ جاؤ میں نے تمہاری بیعت کرلی ہے۔

(بخاری، مسلم، ابوداؤد)

حضرت مجاشع بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں اپنے بھائی مجالد بن مسعود کو لے کر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی، یہ مجالد ہے اور آپ کے ہاتھ پر ہجرت کے لیے بیعت کا خواستگار ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مکہ فتح ہو جانے کے بعد کوئی ہجرت نہیں ہے لیکن میں اس سے اسلام، ایمان اور جہاد پر بیعت لے لیتا ہوں۔

ایک اور روایت میں ہے، میں اور میرا بھائی ہجرت کے لیے بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہجرت ختم ہوچکی ہے۔ تو میں نے عرض کی کہ پھر آپ کس بات پر بیعت لیں گے؟ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اسلام اور جہاد پر۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اسلام، جہاد اور بھلائی پر۔

(بخاری، مسلم)

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کہ میں تمہیں اسی چیز سے باز رکھتا ہوں جن سے اللہ تعالٰی نے باز رہنے کا حکم دیا ہے۔ (المعجم الکبیر)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس وقت تک تمہاری بیعت نہیں لوں گا جب تک تم اپنے دونوں ہاتھوں کو درندوں کے ہاتھوں میں تبدیل نہ کرو۔ (ابوداؤد)

حضرت سوداء سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: تم جاؤ جا کے مہندی لگاؤ اور پھر آؤ، پھر میں تمہاری بیعت کروں گا۔ (طبرانی)

حضرت عبداللہ بن ہشام جنہیں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہے، فرماتے ہیں، ان کی والدہ زینب بنت حمید رضی اللہ تعالٰی عنہا انہیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں لے کر گئیں اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم! اس سے بیعت لے لیں تو آپ نے فرمایا: یہ چھوٹا ہے اور سر پر ہاتھ پھیر دیا۔ (ابوداؤد)

الفصل الثانی

کتاب الایمان

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ہر شے کی ایک حقیقت ہوتی ہے اور کوئی بھی شخص اس وقت تک ایمان کی حقیقت کو نہیں پا سکتا جب تک اسے یہ علم (یقین) نہ ہو جائے کہ جو اسے ملتا ہے وہ مل کر رہے گا اور جو نہیں ملتا ہے وہ اسے مل ہی نہیں سکتا۔
(مسند احمد، طبرانی)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایمانِ انسانی کا افضل ترین درجہ یہ ہے کہ انسان یہ خیال رکھے کہ وہ جہاں کہیں بھی ہو اللہ اس کے ساتھ ہے۔
(بیہقی)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام اعلان کرنے کا نام ہے اور ایمان دل میں رکھنے کا۔ (ابن ابی شیبہ)
تاہم امام احمد کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں، آپ نے فرمایا: تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے اور دست مبارک سے سینے کی طرف اشارہ فرمایا۔

حضرت محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ایمان اور عمل قریب قریب ہیں، (لازم و ملزوم) ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک بھی دوسرے کے بغیر درست نہیں ہو سکتا۔ (ابن السنی نے اس

حدیث کو مرسلا روایت کیا ہے جبکہ صحاحِ ستہ میں یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے)

حضرت عبداللہ بن زید انصاری سے مروی ہے کہ جب تم میں سے کسی ایک سے مومن ہونے کے متعلق پوچھا جائے تو اس کے ایمان میں شک نہ کرو۔ (طبرانی)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانچ چیزیں ایمان میں شامل ہیں، جس شخص میں ان پانچوں میں سے کوئی ایک چیز بھی نہ ہو تو وہ مومن (کامل) نہیں ہوگا۔

(۱) حکم الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا۔ (۲) قضائے الٰہی پر رضامند ہونا۔ (۳) اپنا آپ اللہ کے سپرد کر دینا۔ (۴) اللہ کی ذات پر توکل کرنا۔ (۵) رب تعالیٰ کے سپرد کرنا۔ (ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء)

حضرت عمرو بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: حُسنِ اخلاق افضل ترین ایمان ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کا دل زبان جیسا نہ ہو جائے اور اس کی زبان دل کی ساتھی نہ ہو اور اس کا قول اس کے عمل کا مخالف نہ ہو اور اس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہو۔

(تاریخ ابن عساکر)

حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ اپنے والد کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اس کی جان اور مال سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں اور جب تک میرے اہلِ بیت اسے اپنے گھر والوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جائیں اور جب تک میری اولاد اسے اپنی اولاد سے زیادہ عزیز نہ ہو اور جب تک میری ذات اس کے نزدیک اس کی اپنی ذات سے زیادہ عزیز نہ ہو۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، شعب الایمان للبیہقی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن اللہ تبارک و تعالیٰ میری امت کے ایک شخص کو بلائے گا اور اس کے خلاف ننانوے فائلوں پر مشتمل چارج شیٹ پیش کی جائے گی اور ان میں سے ہر فائل اتنی بڑی ہوگی جہاں تک انسان کی نگاہ کام کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم ان میں سے کسی ایک بات کا بھی انکار کرتے ہو۔ کیا میرے محافظ محرروں نے تم پر کوئی ظلم کیا ہے؟ وہ کہے گا نہیں اے میرے پروردگار! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تمہارے پاس ان کا کوئی عذر ہے۔ وہ کہے گا نہیں اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہاں! البتہ ہمارے پاس تمہاری ایک نیکی ہے اور آج کے دن تم پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا ایک کاغذ کا ٹکڑا لایا جائے گا جس پر اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ تحریر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میزان لایا جائے۔ بندہ کہے گا اے میرے پروردگار! اتنی بڑی بڑی فائلوں کے مقابلے میں اس کاغذ کے ٹکڑے کی کیا حیثیت ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آج کے دن تمہارے ساتھ کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ ایک پلڑے میں وہ فائلیں رکھی جائیں گی اور دوسرے پلڑے میں وہ کاغذ کا ٹکڑا تو فائلوں کا پلڑا ہلکا ہوگا اور کاغذ والا پلڑا جھک جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے نام سے زیادہ تو کوئی بھی چیز وزنی نہیں ہو سکتی۔

(احمد، ترمذی، بیہقی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان ہے: لا الہ الا اللہ (کہنے و ماننے) والوں پر موت، قبر اور قیامت میں کوئی وحشت نہیں ہوگی اور گویا میں انہیں اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنی پیشانیاں مٹی میں ملائے یہ کہہ رہے ہوں گے "تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم سے غم کو دُور کر دیا"۔

(المعجم الکبیر للطبرانی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: جب بندۂ مسلم لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو یہ (کلمہ) آسمان کو چیر کر اللہ تعالیٰ کے مقابل جا کے رک جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ٹھہر جاؤ۔ وہ کہتا ہے، کیسے ٹھہر جاؤں، حالانکہ

تو نے میرے قاتل کی مغفرت نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جیسے ہی تو اس کی زبان سے جاری ہوا تھا' میں نے اسی وقت اس کی مغفرت کر دی تھی۔ (دیلمی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: اللہ تعالیٰ موحدین کو ان کے ایمان کی کمی کی مقدار کے مطابق عذاب دے گا اور پھر انہیں ہمیشہ کے لیے جنت میں داخل کر دے گا۔

(ابو نعیم' ابن عساکر)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں گھر سے نکلا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا خرام ناز فرما رہے ہیں اور آپ کے ساتھ کوئی بھی نہیں ہے۔ میں نے یہ خیال کیا کہ شاید آپ کسی اور کا ساتھ چلنا ناپسند کریں' اس لیے میں چاندنی میں الگ چلنے لگا۔ آپ نے میری طرف نظر التفات کی اور پوچھا: کون ہے؟ میں نے عرض کی' آپ پر قربان ہو جاؤں' ابوذر۔ آپ نے فرمایا: ابوذر آگے آ جاؤ۔ میں بھی آپ کے ساتھ کچھ دیر چلتا رہا' پھر آپ نے فرمایا: تم یہاں بیٹھو۔ آپ نے مجھے ایک نرم زمین پر بٹھایا اور فرمایا: جب تک میں واپس نہ آ جاؤں تم نے یہیں بیٹھے رہنا ہے اور آپ خود سخت زمین کی طرف چلے گئے یہاں تک کہ میں آپ کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ میں کچھ دیر وہاں رکا رہا اور جب کافی دیر گزر گئی--- اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے کچھ آوازیں سنیں۔ میں سمجھا شاید کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلے کی کوشش کر رہا ہے۔ میں نے چاہا کہ میں آپ کے پیچھے جاؤں لیکن پھر آپ کا فرمان یاد آیا "جب تک میں نہ آؤں تم یہیں رکے رہنا"۔ میں نے انتظار شروع کر دیا۔

پھر میں نے سنا کہ آپ یہ کہتے ہوئے واپس تشریف لا رہے تھے اگرچہ وہ چوری کرے' اگرچہ وہ زنا کرے۔ جب آپ تشریف لے آئے تو میں صبر نہیں کر سکا اور عرض کی' یانبی اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' وہاں کون آپ سے گفتگو کر رہا تھا؟ میں نے تو کسی شخص کو آپ کی باتوں کا جواب دیتے نہیں سنا۔ آپ نے فرمایا: اس پتھریلی زمین پر جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا کہ آپ اپنی امت

کو بشارت دے دیں کہ جو شخص اس حالت میں مرے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے کہا: اے جبریل! اگرچہ وہ چوری کرے اور اگرچہ وہ زنا کرے۔ انہوں نے کہا: جی ہاں! میں نے پھر کہا: اگرچہ وہ چوری کرے، اگرچہ وہ زنا کرے۔ انہوں نے کہا اگرچہ وہ شراب بھی پیئے۔

انہی سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اپنی امت کو بشارت دے دیں کہ جو شخص مرجائے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ ٹھہراتا ہو وہ جنت میں جائے گا۔ میں نے کہا: اے جبریل! (علیہ السلام) اگرچہ وہ چوری کرے، اگرچہ وہ زنا کرے۔ انہوں نے کہا جی ہاں! میں نے کہا: اگرچہ وہ چوری اور اگرچہ زنا کرے۔ انہوں نے کہا: جی ہاں! میں نے (تیسری مرتبہ) کہا: اگرچہ وہ چوری کرے، اگرچہ وہ زنا کرے۔ انہوں نے کہا ہاں! اگرچہ وہ شراب پیئے۔ (احمد، ترمذی، ابن حبان، بیہقی)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: جاؤ اور لوگوں میں اعلان کردو جو شخص لا الہ الا اللہ کہے گا وہ جنتی ہے اگرچہ وہ چوری کرے، اگرچہ وہ زنا کرے۔ (طبرانی)

حضرت یعلیٰ بن شداد بن اوس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اپنے ہاتھ اٹھاؤ اور کہو:

لا الہ الا اللہ الحمد للہ اللھم انک تغنی بھذہ الکلمہ وامرتنی بھا ووعدتنی علیھا الجنہ وانک لاتخلف المیعاد۔	اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ اے اللہ! تو ان کلمات سے بے نیاز ہے اور تو نے ان کلمات کو ادا کرنے کا ہمیں حکم دیا ہے اور ان کلمات کو ادا کرنے پر جنت کا وعدہ کیا ہے اور تو اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

تو پھر تم کو بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری مغفرت فرمادی ہے۔ (احمد، طبرانی الکبیر)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری امت کا جو شخص بھی لا الہ الا اللہ کے ساتھ آئے اور اس میں اس نے کوئی ملاوٹ نہ کی ہو تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ لوگوں نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! لا الہ الا اللہ کے ساتھ کیا ملاوٹ ہو سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: دنیا کا لالچ، اسے جمع کرنا۔ وہ اقوال انبیاء کی طرح کے بیان کریں گے اور ان کا عمل جابر لوگوں جیسا ہوگا۔ (نوادرِ اصول از حکیم ترمذی)

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: جبریل نے مجھے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے، جو اس میں داخل ہو جائے گا، وہ میرے عذاب سے محفوظ رہے گا۔ (ابن عساکر)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو توریت عطا کی تو انہوں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ وہ اسے کوئی دعا سکھائے جو وہ اس کے حضور میں کر سکیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ وہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ دعا کیا کریں۔ جناب موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! اس کے ساتھ تو تیرے تمام بندے تجھ سے دعا کرتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ تو مجھے خصوصی طور پر کوئی دعا سکھائے جو میں تیرے حضور میں کر سکوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! اگر آسمان اور اس کے رہنے والے اور سمندر اور اس میں جو کچھ بھی ہے سب ایک پلڑے میں ڈالے جائیں اور لا الہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں ڈالا جائے تو لا الہ الا اللہ والا پلڑا وزنی ہوگا۔ (مسند ابویعلی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک شخص سے کہا: کیا تم نے یہ کام کیا ہے؟ حالانکہ آپ جانتے تھے کہ اس نے ایسا کیا ہے۔ اس شخص نے کہا، نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں نے یہ کام نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لا الہ

الا اللہ سچ کہنے کے باعث تمہارے جھوٹ کے گناہ کو معاف کر دیا ہے۔

(عبد بن حمید، ابو یعلی)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص سو مرتبہ لا الہ الا اللہ کہے، اللہ تعالی قیامت کے دن اسے اس حال میں اٹھائے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند ہوگا اور اس دن کسی شخص کا کوئی دوسرا عمل اس کے اس عمل سے زیادہ بلند نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ وہ سو مرتبہ اور زیادہ کہے یا اس سے اور زیادہ پڑھے۔ (طبرانی الکبیر)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس وقت تک اپنے رب سے اذن شفاعت طلب کرتا رہوں گا اور وہ شفاعت کی اجازت دیتا رہے گا جب تک میں یہ نہ کہوں کہ اے میرے رب! اس شخص کی شفاعت کی بھی مجھے اجازت عطا فرما جس نے لا الہ الا اللہ کہا ہو تو اللہ تعالی فرمائے گا، نہیں یہ تمہارے لیے نہیں ہے یہ میرے لیے ہے، مجھے اپنی عزت، حلم اور رحمت کی قسم ہے کہ میں کسی ایسے شخص کو آگ میں نہیں رہنے دوں گا جس نے لا الہ الا اللہ کہا ہو۔ (ابو یعلی، ابو الشیخ، دیلمی)

انہی سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا، اللہ تعالی فرماتا ہے: لا الہ الا اللہ (کہنے و ماننے) والے لوگ میرے عرش کے سائے میں مہمان ہوں گے کیونکہ میں ان سے محبت کرتا ہوں۔ (دیلمی)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: کتنے اچھے ہیں وہ لوگ جنہوں نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لائے۔ پھر کتنے اچھے ہیں، کتنے اچھے ہیں وہ لوگ جو مجھ پر ایمان لائے اور انہوں نے مجھے نہیں دیکھا۔ (احمد، ابن حبان، ابن عساکر)

امام احمد حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے "کتنے اچھے ہیں" سات مرتبہ فرمایا، ان کے بارے میں جو آپ پر ایمان لائے اور انہوں نے آپ کی زیارت نہیں کی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: مومن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نیکی کے معاملے میں زیادتی نہیں کرتا۔ اسے دنیا میں (مال و دولت) عطا کرتا ہے اور آخرت میں ثواب عطا کرتا ہے۔ باقی رہا کافر تو اس کی نیکیوں کے بدلے میں دنیاوی نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں لایا جاتا ہے تو اس کی کوئی نیکی نہیں ہوتی جس کے بدلے میں اسے بھلائی عطا کی جائے۔
(احمد، مسلم)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس امت کے ہر فرد کو بدلہ عطا فرمائے گا۔ پس جو شخص کافر ہوگا اس سے کہے گا یہ تمہارا آگ کا فدیہ ہے۔ (مسلم)

انہی سے روایت ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا کوئی بھی مومن باقی نہیں رہے گا ایک یہودی اور نصرانی کو لایا جائے گا اور ان کو آگ میں ڈالا جائے گا اور کہا جائے گا یہ تمہارا آگ کا فدیہ ہے۔
(احمد)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مغفرت فرما دیتا ہے بشرطیکہ حجاب واقع نہ ہو۔ عرض کی گئی حجاب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: موت کے وقت انسان کا مشرک ہونا۔

(مسند احمد، تاریخ بخاری، ابو یعلیٰ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اسلام انسانوں کو اسی طرح صاف ستھرا کر دیتا ہے جیسے آگ لوہے، سونے اور چاندی کو گندگی (خرابی) سے پاک و صاف کر دیتی ہے۔ (دیلمی)

حضرت عمارہ بن رویبہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص آگ میں سے نہیں گزرے گا جو اس حالت میں مرا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا اور وہ سورج طلوع اور غروب ہونے سے پہلے پہلے نماز پڑھا کرتا ہے۔
(طبرانی)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو

شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس عالم میں ملاقات کرے کہ وہ کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا، پانچ وقت کی نماز ادا کرتا ہے اور رمضان کے روزے رکھتا ہے، اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔ (احمد)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: توحید کے قائل گناہگاروں کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ نہ تو انہیں جنتی قرار دو اور نہ ہی انہیں دوزخی کہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ خود ہی ان کے درمیان فیصلہ فرما دے گا۔ (دیلمی)

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عدی بن حاتم! اسلام لے آؤ سلامت رہو گے۔ میں نے عرض کی اسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: کہ تم گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور تم اچھی و بری، تلخ و شیریں ہر طرح کی تقدیر پر ایمان رکھو۔ (ابن ماجہ)

ایک اور روایت کے مطابق فرمایا: اے عدی بن حاتم! اسلام قبول کر لو سلامت رہو گے۔ انہوں نے کہا اسلام کیا ہے؟ فرمایا کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر، اس کی کتابوں پر، اس کے فرشتوں پر، اس کے رسولوں پر اور تقدیر پر اچھی ہو یا بری، تلخ ہو یا شیریں۔ (ابن ماجہ، طبرانی، خطیب، ابن عساکر)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ایمان و عمل لازم و ملزوم ہیں، اللہ تعالیٰ ان میں سے ایک دوسرے کے بغیر قبول نہیں کرے گا۔ (ابن عساکر، دیلمی)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی فرماتے ہیں کہ ایمان قول و عمل کا مجموعہ ہے اور گھٹتا بڑھتا ہے۔ (ابن نجار)

حضرت جریر فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: میں تم سے بیعت لیتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو گے، کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراؤ گے۔ نماز قائم کرو گے، زکوۃ ادا کرو گے۔ ہر مسلمان کے خیر خواہ ہو گے

اور شرک سے بچتے رہو گے۔
(احمد، ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں تمہیں تین چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور تین باتوں سے منع کرتا ہوں۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور اس کو مضبوطی سے سب کے سب تھامے رکھو اور فرقہ بندی اختیار نہ کرو اور اطاعت و فرمانبرداری کرو ان لوگوں کی جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارا حاکم مقرر کیا ہے اور میں تمہیں منع کرتا ہوں قیل و قال سے، کثرت سوال سے اور مال ضائع کرنے سے۔
(حلیہ از ابو نعیم)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص مرگیا اور وہ کسی کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہراتا تھا اگرچہ اس کے گناہ ریت کے ذروں کے برابر ہوں، معاف کردیئے جائیں گے۔
(ابن مردویہ)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مرگیا اس حال میں کہ وہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں ٹھہراتا اور نہ وہ حرام خون کے ساتھ سیراب ہوتا ہے، وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے گا داخل ہو جائے گا۔

(طبرانی، ابن عساکر)

امام احمد کی روایت کے مطابق والدین کی نافرمانی نہ کرے۔
(احمد)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: کسی ایسے مسلمان شخص کا خون حلال نہیں ہے جو یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، سوائے تین صورتوں میں سے کسی ایک کے: شادی شدہ زانی، قتل کے بدلے قتل، دین ترک کرنے اور جماعت مسلمین سے الگ ہونے والا۔

(احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: کسی بھی مسلمان شخص کا خون حلال نہیں ہے جو یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے

رسول ہیں سوائے تین میں سے کسی ایک صورت کے: ایک شخص شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کرے تو اسے رجم کر دیا جائے گا' ایک شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کے لیے نکل کھڑا ہو تو اسے قتل کیا جائے یا پھانسی دی جائے گی یا ملک بدر کر دیا جائے گا' یا پھر یہ کہ وہ کسی کو قتل کر دے اور اس کے بدلے میں اسے قتل کر دیا جائے۔ (ابوداؤد' نسائی)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اگر کوئی شخص اسلام سے پھر جائے تو اس کو سمجھاؤ' اگر توبہ کر لے تو قبول کر لو' اگر نہ کرے تو اسے قتل کر دو اور اگر کوئی عورت اسلام سے پھر جائے تو اس کو سمجھاؤ اگر مان جائے تو ٹھیک ہے اگر نہیں تو اس کو قید کر دو۔

الفصل الثالث

کتاب الایمان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن، مومن کا آئینہ ہے۔ (المعجم الاوسط للطبرانی)

ابن منیع کی روایت کے مطابق: مسلمان، مسلمان کا آئینہ ہے۔

انہی سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: مومن چمک دار (نورانی صورت) اور عزت دار اور منافق دغاباز اور کمینہ ہوتا ہے۔

(ابوداؤد، ترمذی، ابن عساکر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن ہر حال میں بھلائی والا ہوتا ہے۔ جب وہ سو کے اٹھتا ہے اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کر رہا ہوتا ہے۔ (نسائی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ وہ مومن جو لوگوں سے میل جول رکھے اور ان کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں پر صبر کرے، وہ اس مومن سے افضل ہے جو لوگوں سے میل ملاپ نہیں رکھتا اور ان کی جانب سے پہنچنے والی اذیتوں پر صبر نہیں کرتا۔ (احمد، ترمذی، ادب المفرد)

حضرت مکحول مرسلا روایت کرتے ہیں: مومن تابعدار نرم مزاج ہوتے ہیں۔ اونٹوں کی طرح اگر انہیں چلایا جائے تو چلتے ہیں، اگر پتھر پر بٹھایا جائے تو بیٹھ جاتے ہیں۔ (ابن مبارک نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں

اسے روایت کیا ہے)

حضرت نعمان بن بشیر فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اہل ایمان ایک شخص کی مانند ہیں۔ اگر اس کے سر میں درد ہو تو اس کی وجہ سے
سارا جسم جاگتا رہتا ہے اور بخار میں مبتلا رہتا ہے۔ (مسلم)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا: جب مومن کی تعریف اس کے سامنے کی جائے تو اس کے دل میں ایمان
بڑھتا ہے۔ (طبرانی، ابن عساکر)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عصا مومن کی علامت ہے اور انبیاء
کی سُنّت ہے۔ (مسند فردوس از دیلمی)

انہی سے روایت ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ملائکہ مقربین سے زیادہ
عزت دار ہے۔ (ابن نجار)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام
نے فرمایا: مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بعض ملائکہ سے بھی زیادہ عزت دار ہے۔

(طبرانی اوسط)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے
ارشاد فرمایا: کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن سے زیادہ عزت دار نہیں ہے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام
نے ارشاد فرمایا: مومن کا دل میٹھا (نرم) ہوتا ہے اور مٹھاس کو پسند کرتا ہے۔

(شعب الایمان)

حضرت ابو موسیٰ و علی رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام
نے ارشاد فرمایا: نہ کبھی ایسا ہوا ہے اور نہ قیامت تک ایسا ہوگا کہ مومن کا پڑوسی
اسے اذیت نہ پہنچائے۔ (طبرانی، مسند فردوس، بیہقی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان
مبارک ہے: مومن کے چار دشمن ہیں... مومن اس سے حسد کرتا ہے، منافق اس

سے بغض رکھتا ہے، شیطان اسے گمراہ (کرنے کی کوشش) کرتا ہے اور کافر اس سے جنگ کرتا ہے۔ (مسند فردوس از دیلمی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق پانچ دشمنوں کا ذکر فرمایا اور پانچواں دشمن نفس کو قرار دیا جو اس سے تنازع (جھگڑا) کرتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اگر مومن کسی گوہ کے بل میں بھی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس بل میں ہی اس کو بھی چیر دے گا جو اس کو اذیت پہنچا رہی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: مومن کی مثال اس گھر کی سی ہے جو ظاہری طور پر خستہ حال ہے لیکن اگر تم اس کے اندر داخل ہو جاؤ تو اس کو سجا ہوا پاؤ گے اور فاجر کی مثال اس قبر کی سی ہے جسے خوب رنگ و روغن کیا گیا ہو اور اس کی سجاوٹ دیکھنے والے کو حیرت زدہ کر دے لیکن اندر سے گندگی سے بھری ہوئی ہو۔ (بیہقی، شعب الایمان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمانِ مبارک ہے: اور مومن اور اس کے بھائی کی مثال دونوں طریقوں کی سی ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کی حفاظت اور بچاؤ کرتا ہے۔ (ابن شاہین)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص تین باتوں کو ناپسند نہ کرے حقیقت میں وہی مومن ہے۔ گھر والوں (غریبوں) کی خدمت، فقیروں کی صحبت میں (ساتھ) بیٹھنا خادموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانا۔ (دیلمی)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: مومن اپنے گھر والوں کی خوشی کی خاطر کھاتا ہے جبکہ منافق کے گھر والے اس کی خوشی کے مطابق (تھوڑا) کھاتے ہیں۔ (دیلمی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: مومن اپنے شیطان کو اسی طرح تھکا دیتا ہے جیسے تم میں سے کوئی ایک شخص سفر کے دوران اپنے اونٹ کو تھکا دیتا ہے۔ (احمد، ابوداؤد، حکیم، ابن ابی الدنیا)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: کیا تم ایک دوسرے سے پوچھ گچھ نہیں کرتے۔ پھر آپ مسکرائے اور فرمایا: اپنے مسلمان بندے کے لیے اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر حیران ہوتا ہوں، اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس کے لیے بہترین فیصلہ کرتا ہے۔ اگر اس کو راحت نصیب ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو اس کی جزا عطا فرماتا ہے اور اگر اسے تنگی کا سامنا کرنا پڑے تو وہ صبر کرتا ہے تو پھر بھی اللہ تعالیٰ اسے جزا عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ہر حکم مسلمان کے لیے بہتر ہوتا ہے۔ (طبرانی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان ہے: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جان ہے، مومن کی مثال سونے کے اس ٹکڑے کی ہے جس پر اس کا مالک پھونک مار دے تو نہ تو وہ تبدیل ہوتا ہے اور نہ ہی کم ہوتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: مومن کا گھر سادہ--- کھانا ہلکا--- لباس پرانا--- بال بکھرے ہوئے--- دل خوفزدہ (اللہ کے ڈر سے)--- اور وہ کبھی خود کو (عذاب الٰہی) سے سالم (بے نیاز) نہیں سمجھتا۔ (دیلمی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: مومن عقلمند، ذہین، ہوشیار، ثابت قدم، جلدبازی نہ کرنے والا، عالم اور پرہیزگار ہوتا ہے۔ اور منافق چغل خور، لگائی بجھائی کرنے والا، مشتبہ اور حرام اشیاء سے نہ بچنے والا ہوتا ہے جیسے رات کے وقت لکڑیاں چننے والا جو اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ اس نے کہاں سے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا؟ (دیلمی)

حضرت عیاض بن سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے بہترین لوگ جن کے بارے میں ملاء اعلیٰ نے مجھے بتایا ہے وہ لوگ ہیں جو اللہ کی رحمت کے حصول کے لیے بلند آواز سے اسے یاد کرتے ہیں اور اس کے عذاب کے خوف سے چھپ چھپ کر روتے ہیں۔

ابو نعیم نے اس روایت کو حلیہ میں نقل کیا ہے اور ابن عساکر نے بھی اسے نقل کیا ہے۔ یہ ایک طویل حدیث کا جزو ہے۔ ابن نجار نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ کہتے ہیں عیاض بن سلمان نجانے کون ہیں؟ ابن نجار یہ بھی کہتے ہیں کہ انہیں شرف صحبت حاصل ہے اور ابو موسیٰ المدینی نے ان کا تذکرہ صحابہ کرام میں کیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: (اے کعبہ!) اللہ تعالیٰ نے تجھے بڑی عظمت، عزت اور شرف سے نوازا ہے لیکن مومن کی حرمت تجھ سے زیادہ ہے۔ (المعجم الاوسط از طبرانی)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: مومن خیانت اور جھوٹ کی عادت نہیں اپناتا۔

(شعب الایمان از بیہقی)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: مومن کی موت پیشانی کے پسینے (عرق ندامت) کی وجہ سے ہوتی ہے۔

حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: دین میں قوت، یقین کے ساتھ ایمان، علم (کے حصول) کا لالچ، کمزوروں پر شفقت--- سختی کے وقت بُردباری--- فراخی کی صورت میں میانہ روی--- فاقہ کی صورت میں تحمل--- لالچ سے بچنا--- حلال (روزی) کمانا--- ہدایت میں خوش رہنا--- شہوت سے بچے رہنا--- جدوجہد کرنے والوں سے مہربانی سے پیش آنا--- مومن کے اخلاق میں سے ہے اور بے شک مومن اللہ کے بندوں میں جو اس سے بغض رکھتے ہوں انہیں برا بھلا نہیں کہتا اور جو اس سے محبت رکھتے ہوں انہیں نقصان نہیں پہنچاتا۔ اگر اس کے سپرد امانت کی جائے تو اسے ضائع نہیں کرتا، وہ حسد نہیں کرتا--- طعنہ نہیں دیتا--- لعنت نہیں بھیجتا--- حق کا اعتراف کرتا ہے۔ اگر پیٹھ پیچھے ہو (کسی کو) برے القاب سے یاد نہیں کرتا--- نماز میں خشوع و خضوع اختیار کرتا ہے--- زکوٰۃ دینے میں جلدی کرتا ہے--- مصائب کا سامنا وقار کے ساتھ کرتا ہے--- اور خوشحالی میں شاکر ہوتا ہے--- جو مل جائے اس پر قناعت کرتا ہے،

جو نہ ملے اس کے لیے دعویٰ نہیں کرتا--- غیظ و غضب کا مظاہرہ نہیں کرتا--- نیکی کرنے میں بخل سے کام نہیں لیتا--- لوگوں سے اس لیے ملتا ہے تاکہ انہیں کچھ سکھائے--- ان سے اس لیے گفتگو کرتا ہے تاکہ انہیں سمجھ بوجھ حاصل ہو--- اگر اس پر ظلم کیا جائے یا اس کی مخالفت کی جائے تو صبر کرتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی مدد کر دے۔ (نوادر الاصول)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اے معاذ! بے شک مومن حق کا اسیر ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اس کی سماعت، بصارت، زبان، ہاتھ، پاؤں، پیٹ اور شرمگاہ پر ایک نگران مقرر ہے۔ بے شک مومن کو قرآن بہت سے شہوات اور خواہشات نفسانیہ کی پیروی سے باز رکھتا ہے اور اس کے اور خواہش نفسانی کے باعث اس کی ہلاکت کے درمیان اللہ تعالیٰ کی مرضی سے حائل ہو جاتا ہے۔

اے معاذ! مومن کا دل (خشیت الٰہی) سے کبھی بھی مامون نہیں ہوتا--- اور نہ ہی اس کا اضطراب ختم ہوتا ہے--- یہاں تک کہ وہ صبح و شام موت کی توقع کرتا ہے۔ تقویٰ اس کا نگہبان ہوتا ہے اور قرآن اس کی دلیل--- خوف اس کی حجت ہوتا ہے اور شوق اس کی سواری--- (گناہ سے) بچاؤ اس کا ساتھی ہوتا ہے اور ڈرنا اس کا شعار--- نماز اس کی نگہبان ہوتی ہے اور روزہ ڈھال اور صدقہ اس کو بچائے رکھتا ہے--- شرم و حیاء اس کا امیر ہوتی ہے اور سچائی وزیر--- اور ان سب باتوں کے علاوہ اس کا رب اس کا نگہبان ہوتا ہے۔

اے معاذ! قیامت کے دن مومن سے اس کے ایک ایک عمل کے بارے میں پوچھا جائے گا حتیٰ کہ اس کی آنکھ کے سرمہ کے بارے میں بھی۔

اے معاذ! میں تمہارے لیے بھی وہی چیز پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں۔ میں نے تمہیں انہی باتوں سے منع کیا ہے جن سے جبریل علیہ السلام نے مجھے روکا تھا۔ ایسا نہ ہو کہ قیامت والے دن تم اکیلے ہی آؤ۔ اس سعادت و نیک بختی کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے تجھے عطا کی ہے۔ (حلیہ از ابو نعیم)

کبیرہ گناہ اور منافقت کی علامتیں

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی شخص نے کبیرہ گناہوں سے متعلق دریافت کیا تو آپ نے جواب ارشاد فرمایا کہ وہ نو ہیں۔ پھر آپ نے مندرجہ ذیل کا ذکر کیا۔۔۔

(۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔ (۲) جادو۔ (۳) قتل۔ (۴) سود کھانا۔ (۵) یتیم کا مال کھانا۔ (۶) جنگ میں پیٹھ پھیر کر بھاگ آنا۔ (۷) پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا۔ (۸) والدین کی نافرمانی کرنا۔ (۹) بیت اللہ شریف میں، جو کہ تمہارا قبلہ ہے، زندہ و مردہ کو حلال سمجھنا۔

انہی سے روایت ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا، قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

ایک اور روایت کے مطابق ایک دیہاتی شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے کبیرہ گناہوں سے متعلق استفسار کیا۔ آپ نے جواب دیا: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور جھوٹی قسم کھانا۔ اس نے جھوٹی قسم کی وضاحت چاہی، آپ

نے فرمایا: یہ کہ تم جھوٹی قسم کھا کے اپنے مسلمان بھائی کا مال حاصل کرو۔ (یعنی خرید و فروخت کے دوران جھوٹی قسم اٹھانا) (بخاری، ترمذی، نسائی)

انہی سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: کسی شخص کا اپنے ماں باپ کو گالی دینا بھی کبیرہ گناہ ہے۔ لوگوں نے عرض کی، کیا کوئی شخص اپنے ماں باپ کو بھی گالی دے سکتا ہے۔ آپ نے جواب دیا: ہاں! کوئی شخص کسی دوسرے کے باپ کو گالی دیتا ہے اور وہ جواباً اس کے باپ کو گالی دیتا ہے، اسی طرح کوئی شخص کسی دوسرے کی ماں کو گالی دیتا ہے اور جواباً اس کی ماں کو گالی دی جاتی ہے۔

(بخاری، مسلم، ترمذی)

ایک اور روایت کے مطابق سب سے بڑا کبیرہ گناہ ماں باپ پر لعنت بھیجنا ہے اور بقیہ روایت اسی طرح ہے۔ (ابو داؤد)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں سب سے بڑے کبیرہ گناہوں کے بارے میں نہ بتاؤں۔ ہم نے عرض کیا، ضرور یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا۔ آپ نے جھوٹی گواہی کے الفاظ دہرائے اور تکیہ چھوڑ کے سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور اتنی دیر تک اس بات کو دہراتے رہے کہ ہم (اپنے دل میں) یہ کہنے لگے کہ اے کاش! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاموش ہو جائیں۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ شخص منافق ہے جو بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو اس کو پورا نہ کرے اور جب کوئی امانت اس کے سپرد کی جائے تو اس میں خیانت کرے۔ عرض کی گئی یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا: جب وہ کوئی بات کرتا ہے تو دل میں سوچ رہا ہوتا ہے کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں۔ جب وہ کوئی وعدہ کرتا ہے تو دل میں یہ خیال ہوتا ہے کہ اس کو پورا نہیں کرتا اور جب کوئی امانت اس کے سپرد کی جائے تو اس وقت بھی اس کی نیت اس میں خیانت کرنے کی

ہوتی ہے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: جس شخص میں تین باتیں پائی جائیں وہ منافق ہوگا، اگرچہ وہ روزہ رکھے، نماز پڑھے، حج و عمرہ کرے، اور زبان سے یہ کہے کہ میں مسلمان ہوں۔ جب بولے تو جھوٹ بولے، وعدہ پورا نہ کرے اور امانت میں خیانت کرے۔ (التوبیخ)

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مرسلا روایت ہے کہ ہمارے اور منافق لوگوں کے درمیان تفریق کا نشان عشاء اور فجر کی نماز کی حاضری ہے کیونکہ وہ لوگ یہ نہیں کرسکتے۔ (سنن سعید بن منصور، شافعی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تم زرد چہرے والے کسی شخص کو دیکھو جو بیمار نہ ہو تو جان لو کہ یہ زردی اس کے دل میں موجود مسلمانوں کی مخالفت کے باعث ہے۔ (مسند فردوس از دیلمی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب تم کسی شخص کو دیکھو جو بغیر کسی بیماری کے زرد رو ہو تو جان لو کہ یہ اس کے دل میں موجود اسلام کے بغض و عداوت کے باعث ہے۔ (ابن سنی، ابو نعیم)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب انسان کے گناہ مکمل ہو جائیں تو پھر وہ اپنی آنکھوں کا مالک ہے جب تک چاہے آنسو بہا لے۔

(الکامل لابن عدی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: منافق اپنی آنکھوں کا مالک ہے جیسے چاہے روئے۔ (مسند فردوس از دیلمی)

حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان دل سے روتا ہے اور منافق آنسوؤں سے (مگرمچھ کے)

(کتاب الضعفاء از عقیلی، معجم کبیر للطبرانی، حلیہ لابی ابو نعیم)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص اپنی نیکیاں لوگوں کو دکھائے وہ منافق ہے۔ (ابن نجار)

وسوسہ کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: شیطان تم میں سے کسی ایک کے پاس آکر پوچھتا ہے، آسمان کس نے پیدا کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے، اللہ تعالٰی نے۔ وہ پوچھتا ہے، زمین کس نے پیدا کی ہے؟ وہ جواب دیتا ہے، اللہ تعالٰی نے۔ شیطان پوچھتا ہے کہ اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ لہذا جب تمہیں (ایسی صورت حال) کا سامنا ہو تو یہ کہو کہ میں اللہ تعالٰی اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہوں۔ (طبرانی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں: لوگ باہم ایک دوسرے سے سوال کیا کریں گے یہاں تک کہ وہ یہ کہیں گے اللہ تعالٰی تو ہر چیز سے پہلے ہے۔ پھر اس سے پہلے کیا تھا؟ اسے محرر بن ابی ہریرہ نے اپنے والد سے روایت کیا اور ضعیف قرار دیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم سے رسولِ پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان مروی ہے: لوگ ہر چیز کے متعلق سوال کیا کریں گے یہاں تک کہ وہ کہا کریں گے کہ اللہ تعالٰی ہر چیز سے پہلے ہے تو پھر اس سے پہلے کیا تھا۔ پس اگر وہ یہ بات تم سے کہیں تو تم یہ جواب دینا وہ اول ہے اور ہر چیز سے پہلے ہے۔ وہ آخر ہے اور اس کے بعد کوئی شے نہیں۔ وہ ظاہر ہے اور ہر چیز سے ماورا ہے اور وہ باطن ہے ہر شے سے سوا ہے۔ اور وہ ہر شے کا علم رکھنے والا

ہے۔ اس حدیث کو ابوالشیخ نے العظمہ میں روایت کیا ہے۔

حضرت ابو زمیل سے روایت ہے کہ میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کی، میرے دل میں ایک بات کھٹکتی ہے۔ انہوں نے پوچھا، کیا بات ہے؟ میں نے کہا، خدا کی قسم! میں تو آپ کو نہیں بتاؤں گا۔ آپ نے مجھے شک کے متعلق کچھ کہا اور مسکرائے پھر فرمایا: کوئی بھی شخص شک سے نجات حاصل نہیں کر سکتا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالٰی کا فرمان نازل ہوا: "جو چیز ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے اگر تمہیں اس کے بارے میں کچھ شک ہو تو اس کے متعلق ان لوگوں سے دریافت کرو جو تم سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں"۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب بھی تمہیں دل میں کوئی شک محسوس ہو تو یہ کہا کرو: وہی اول ہے، وہی آخر ہے، وہی ظاہر ہے، وہی باطن ہے اور اسے ہر شے کا علم ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وسوسہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے تین مرتبہ اللہ اکبر کہا اور فرمایا: یہ ایمان صریح ہے اور اس کے ذریعے مومن کو بھلائی حاصل ہوتی ہے۔ (مسند ابویعلٰی)

حضرت عمار بن حسن المازنی اپنے چچا حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم سے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے وسوسے کے متعلق سوال کیا جس کو بیان کرنے کے مقابلے میں انسان یہ بات زیادہ پسند کرے کہ اسے اوج ثریا سے نیچے گرا دیا جائے تو آپ نے یہی جواب دیا اور فرمایا کہ یہ ایمان ہی ہے۔ (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کی، یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) میرے دل میں ایک ایسی خلش ہے کہ اگر میں اسے بیان کر دوں تو میرے اعمال ضائع ہو جائیں۔ تو آپ نے فرمایا: اللہ اکبر، اللہ اکبر! تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے شیطان کے فریب کو

وسوسہ میں بدل دیا۔ (احمد، ابوداؤد)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کتے کی طرح شیطان کی بھی ایک دم ہے جس کو وہ ابن آدم کے دل پہ رکھ کر اس کے دل میں شہوات و لذات اور امیدیں اور وسوسے ڈالتا ہے اور ایسے وسوسے ڈالتا ہے جس سے بندۂ مومن اپنے رب کے بارے میں شک کرنے لگے۔ تو جب بندہ "اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم، اعوذ باللہ ان یحضرون ان اللہ ھو السمیع العلیم" پڑھ لے تو وہ اسی وقت اس کے دل سے ہٹ جاتی ہے۔ (دیلمی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے پرندوں کی طرح وسوسوں کی بھی چونچ ہوتی ہے۔ پس جب کوئی شخص غافل ہو تو وہ اپنا منہ اس کے دل کے کان میں ڈال کر وسوسے پیدا کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اگر اس وقت بندہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا شروع کر دے تو وہ وسوسے ختم ہو جاتے ہیں اور ہٹ جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے وسوسہ ڈالنے والے کو خناس کہتے ہیں۔ امام ابن شاہین اسے "الترغیب بالذکر" میں لائے ہیں اور کہا ضعیف ہے۔

حضرت عقیل بن مدرک السلمی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز میں وسوسے کا پیدا ہونا صریح ایمان ہے کیونکہ خطا مومن ہی سے ہوتی ہے۔ (اوزاعی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ شیطان نماز میں مشغول کسی شخص کے پاس آ کر اس کی مقعد کھولتا ہے اور اس کے ذہن میں یہ خیال پیدا کرتا ہے کہ شاید اس کا وضو جاتا رہا حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ اگر تم میں سے کسی ایک کو ایسی صورت حال کا سامنا کرنا پڑے تو اس وقت تک نماز نہ توڑے جب تک آواز سنائی نہ دے یا بُو محسوس نہ ہو۔ (طبرانی)

حضرت ابوالملیح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، جب تمہارے ذہن میں وسوسہ پیدا ہو تو اپنی دائیں شہادت کی انگلی سے اپنی دائیں ران ٹھونکو اور کہو

"بسم اللہ۔" یہ عمل شیطان کے لیے چھری کی حیثیت رکھتا ہے۔

(حکیم، باوردی، طبرانی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے تعس الشیطان (شیطان منہ کے بل گر پڑا) نہ کہو کیونکہ اگر تم ایسا کہو گے تو یہ بڑھنا شروع ہو گا یہاں تک کہ ایک گھر جتنا بڑا ہو جائے گا اور شیطان کہے گا میں نے اپنی قوت سے اسے پچھاڑ دیا ہے بلکہ تم بسم اللہ کہو۔ جب تم یہ کہو گے تو یہ گھٹنا شروع ہو گا یہاں تک کہ یہ مکھی جتنا ہو جائے گا۔ تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان (ہمزاد) مقرر ہے۔ لوگوں نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کیا آپ کے ساتھ بھی۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہاں میرے ساتھ بھی لیکن اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔ (احمد، طبرانی، سنن سعید بن منصور)

حضرت ابو اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، ہر مومن کے ساتھ ۳۶۰ محافظ فرشتے ہوتے ہیں جو اس کا بچاؤ کرتے ہیں۔ اس کی صورت پر ۹ فرشتے نگران ہوتے ہیں جو اس کی اس طرح حفاظت کرتے ہیں جیسے گرمی کے دن شہد کے پیالے کی مکھیوں سے حفاظت کی جاتی ہے۔ اگر آدمی کو اس کے نفس ہی کے سپرد کر دیا جائے، پلک جھپکنے سے پہلے شیطان اسے اُچک کر لے جائے۔

(ابن ابی الدنیا، ابن قانع، طبرانی)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: شیطان نے میرے سامنے آگ کے انگارے پیش کیے تاکہ نماز کے دوران وہ میری توجہ ہٹا سکے تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اگر میں اسے پکڑ لیتا تو وہ مجھ سے ہرگز چھٹکارا نہیں پا سکتا تھا تاوقتیکہ میں اسے مسجد کے ستون سے باندھ دیتا اور مدینہ کے بچے اس کا تماشا دیکھتے۔ (مسند احمد، جامع عبدالرزاق، طبرانی الکبیر)

حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: صبح کے وقت ابلیس اپنے لشکریوں کو روانہ کرتے وقت کہتا ہے، آج جو شخص کسی مسلمان کو سب سے زیادہ گمراہ کرے گا میں اسے تاج پہناؤں گا۔ پھر

جب وہ واپس آتے ہیں تو ایک کہتا ہے میں نے ایک عورت کو طلاق دلوا دی۔ شیطان کہتا ہے، وہ دوسری شادی کر لے گی۔ دوسرا کہتا ہے میں نے ایک شخص سے والدین کی نافرمانی کروائی۔ شیطان کہتا ہے، وہ کوئی اچھا کام کر کے پھر انہیں راضی کر لے گا۔ تیسرا کہتا ہے میں نے ایک شخص کو شرک میں مبتلا کر دیا۔ شیطان کہتا ہے تو نے بڑا کام کیا ہے اور اسے تاج پہنا دیتا ہے۔ (طبرانی، ابن عساکر)

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں بتایا: حالتِ اعتکاف میں رمضان کے آخری عشرے کے دوران وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کی خاطر مسجد میں تشریف لائیں۔ ان کے پاس کچھ دیر ٹھہر کر عرض کی، اب میں چلتی ہوں۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام انہیں رخصت کرنے کے لیے ساتھ کھڑے ہوئے اور مسجد کے دروازے تک تشریف لائے۔ جب آپ مسجد اور سیدہ ام سلمہ کے دروازے کے پاس پہنچے تو وہاں سے انصار کے دو آدمی گزرے اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ آپ نے انہیں فرمایا: ٹھہرو! یہ صفیہ بنت حی ہے۔ ان دونوں نے کہا سبحان اللہ یارسول اللہ! یہ بات انہیں ناگوار گزری تھی۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: شیطان انسان کی رگوں میں دوڑتا ہے، مجھے ڈر تھا کہ کہیں وہ تمہارے دل میں کوئی غلط خیال نہ ڈال دے۔ (بخاری)

ایک اور روایت میں شیطان کے رگوں میں دوڑنے کے الفاظ ذرا مختلف ہیں۔

تقدیر پر ایمان لانے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بھی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ بری یا بھلی تقدیر پر ایمان نہ لے آئے۔ اور جب تک وہ یہ نہ جان لے جو اس کے نصیب میں ملنا ہے وہ مل کے رہے گا اور جو نہیں ملنا وہ کبھی بھی نہیں مل سکتا۔ (ترمذی)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ وقت وصال انہوں نے اپنے بیٹے کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے میرے بیٹے! تم اس وقت تک ایمان کا حقیقی ذائقہ نہیں چکھ سکتے جب تک تمہیں یہ یقین نہ ہو جائے کہ جو تمہیں ملنا ہے وہ مل کے رہے گا اور جو نہیں ملنا وہ کبھی بھی نہیں مل سکتا۔

میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا اور اسے حکم دیا لکھ۔ اس نے عرض کی، اے میرے رب! کیا لکھوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قیامت کے دن تک کی ہر چیز کی تقدیر لکھ دے۔

اے میرے بیٹے! میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص کا موت کے وقت اس بات پر ایمان نہ ہو وہ ہم میں سے نہ ہو گا۔

(1)

عبدالواحد بن سلیم کہتے ہیں، میں مکہ مکرمہ میں حضرت عطاء بن ابی رباح کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی، اے ابو محمد (عطاء بن ابی رباح) بصرہ میں لوگوں کے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ تقدیر وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے۔ انہوں نے فرمایا: بیٹا تم قرآن پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کی، جی ہاں! انہوں نے فرمایا: سورۃ (الزخرف: پارہ ۲۵) پڑھو۔ میں نے پڑھنا شروع کیا۔

حم○ والکتب المبین○	روشن کتاب کی قسم! ہم نے اسے عربی
انا جعلنه قرآنا عربیا لعلکم	قرآن اُتارا کہ تم سمجھو○ اور بیشک وہ
تعقلون○ وانه فی ام الکتاب	اصل کتاب میں ہمارے پاس ضرور بلندی و
لعلی حکیم○	حکمت والا ہے۔ (کنزالایمان)

انہوں نے پوچھا: تمہیں پتا ہے اس آیت میں "ام الکتب" کا کیا مطلب ہے؟ میں نے عرض کی، جی نہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ ایک ایسی کتاب ہے جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق سے پہلے ہی تحریر فرما دیا تھا۔ اس میں یہ بھی تحریر ہے کہ فرعون جہنمی ہوگا۔ یہ بھی تحریر ہے کہ ابولہب تباہ و برباد ہو جائے گا۔

عطا فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت ولید بن عبادہ سے ملاقات کی اور ان سے دریافت کیا، آپ کے والد ماجد نے مرتے وقت آپ کو کیا وصیت کی تھی؟ انہوں نے جواب دیا، انہوں نے مجھے بلوایا اور فرمایا: اللہ سے ڈرتے رہنا اور یہ جان لو کہ تم اللہ سے اس وقت تک نہیں ڈر سکتے جب تک تم اللہ پر اور بری یا بھلی تقدیر پر ایمان نہیں لے آتے۔ اور اگر مرتے وقت تمہارا یہ عقیدہ نہ ہوا تو تم جہنم میں داخل ہوگے۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اسے حکم دیا لکھ۔ اس نے عرض کی: اے اللہ! میں کیا لکھوں؟ حکم ہوا: تقدیر لکھو۔ تو اس نے جو کچھ اس سے پہلے ہوا تھا اور ابد تک ہوگا، سب تحریر کر دیا۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام

نے ارشاد فرمایا: جب نطفہ رحم میں داخل ہوتا ہے اور رحم میں اسے چالیس یوم گزر جاتے ہیں تو پھر وہ جمے ہوئے خون میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ پھر چالیس دن بعد وہ گوشت کے لوتھڑے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ پھر جب پیدائش قریب ہو تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو انسانوں کی صورتیں بناتا ہے، وہ اپنی انگلیوں میں مٹی لیے آتا ہے اور اس مٹی کو گوشت کے لوتھڑے یعنی نطفے میں گوندھ کر، پھر وہ حکم الٰہی کے مطابق اس سے صورت بناتا ہے۔ پھر وہ پوچھتا ہے، یہ مذکر ہے یا مونث--- بدبخت ہے یا سعادت مند--- اس کی عمر، رزق، اثر اور مصائب کتنے ہیں؟ پھر جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فرشتہ تحریر کر دیتا ہے۔

حضرت طاؤس سے مروی ہے، میں نے بہت سے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ہر شے کی تقدیر موجود ہے۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فرماتے سنا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: عجز اور عقلمندی تک تقدیر میں لکھا ہوا ہے۔ (مسلم، موطا)

حضرت یحییٰ بن نعیم فرماتے ہیں، سب سے پہلے جس شخص نے تقدیر کے انکار کا آغاز کیا، وہ بصرہ میں معبد الجہنی تھا۔ میں اور حمید بن عبدالرحمٰن الحمیدی دونوں حج کے لیے یا عمرہ کے لیے چل پڑے اور ہم نے فیصلہ کیا کہ اگر ہماری کسی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو ان سے تقدیر کے بارے میں دریافت کریں گے۔

ہم نے ایک دن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مسجد میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا۔ میں اور میرا ساتھی ان کے دونوں طرف آ کھڑے ہوئے۔ ایک دائیں جانب دوسرا بائیں جانب۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ میرا ساتھی چاہتا ہے کہ میں بات کا آغاز کروں۔ میں نے عرض کی، اے ابو عبدالرحمٰن (عبداللہ بن عمر) ہمارے درمیان کچھ لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں، علمی خدمات بھی سرانجام دیتے ہیں اور ان کے حالات انہیں بتائے اور وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ تقدیر وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے۔ کام وہی ہے جو بندہ خود کرتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے

فرمایا: جب تم ان سے ملو تو انہیں میرا پیغام پہنچا دینا کہ میں ان سے بری ہوں اور وہ مجھ سے بری ہیں اور اس ذات کی قسم جس کی قسم عبداللہ بن عمر کھاتے ہیں، اگر ان کے پاس احد کے پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو اور وہ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیں تو اللہ تعالیٰ اسے بھی قبول نہیں فرمائے گا جب تک وہ تقدیر پر ایمان نہ لے آئیں۔ پھر آپ نے فرمایا: مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا اور پھر انہوں نے ہمیں حدیث جبریل سنائی۔ (مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ایک دوست شام میں رہا کرتے تھے جن سے ان کی مکاتبت (خط و کتابت) جاری رہتی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں تحریر کیا، مجھے پتا چلا ہے کہ تم تقدیر کا انکار کرتے ہو۔ خبردار! آئندہ کبھی بھی مجھے خط نہ لکھنا۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تقدیر پر ایمان لانا توحید پر ایمان لانے کے لیے ضروری ہے۔ (فردوس الاخبار للدیلمی)

انہی سے مروی ہے، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: تقدیر پر ایمان لانے سے رنج و غم دور ہو جاتے ہیں۔ (تاریخ ابن عساکر، قضاعی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: جس نے تقدیر کو جھٹلایا اس نے میری تعلیمات کا انکار کیا۔ (الکامل لابن عدی)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ تمام اہل زمین و آسمان کو عذاب دے دے تو وہ ان پر ظلم شمار نہیں ہوگا اور اگر اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی رحمت میں داخل کرنا چاہے تو اس کی رحمت ان کے گناہوں سے بہت بڑی ہے لیکن وہ اپنے فیصلے کے مطابق ہی جسے چاہے گا عذاب دے گا اور جسے چاہے گا رحمت سے نوازے گا۔ پس جسے عذاب دیا جائے گا تو وہ بھی درست ہوگا اور جس پر رحمت کی جائے گی وہ بھی درست ہوگی۔ اور اگر تمہارے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو اور اسے تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دو تو وہ اس وقت تک قبول نہیں ہوگا جب تک تم اچھی یا بری تقدیر پر ایمان نہیں لے

آتے۔ (طبرانی)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: جو شخص اچھی یا بری تقدیر کا انکار کرے تو میں اس سے بری الذمہ ہوں۔ (مسند ابو یعلی)

انہی سے مروی ہے، اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور ان کا آخری وقت، ان کے اعمال اور ان کا رزق تحریر فرما دیا۔ (خطیب)

انہی سے مروی ہے، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: سعادت مند شخص ماں کے پیٹ ہی میں سعادت مند ہوتا ہے اور بدبخت شکم مادر ہی میں بدبخت ہوتا ہے۔ (المعجم الصغیر للطبرانی)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اللہ تبارک و تعالیٰ نے یحییٰ بن زکریا کو ان کی والدہ کے شکم ہی میں مومن پیدا کیا تھا اور فرعون کو اس کی ماں کے پیٹ ہی میں کافر پیدا کیا تھا۔ (ابن عدی، طبرانی)

حضرت علی اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے روایت کی گئی ہے: جب اللہ تعالیٰ اپنی قضاء و قدر کو نافذ کرنے کا ارادہ فرمائے تو وہ عقلمند لوگوں سے ان کی عقلیں چھین لیتا ہے تاآنکہ اس کی قضاء و قدر ان کے درمیان نافذ ہو جائے اور جب اس کا حکم پورا ہو جائے تو ان لوگوں کو ان کی عقلیں لوٹا دی جاتی ہیں اور وہ (اپنی بے مائیگی پر) شرمسار ہوتی ہیں۔ (الدیلمی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: دنیا میں ہر شخص کا رزق اسے لامحالہ طور پر مل کے رہتا ہے۔ تو جو شخص اس پر راضی رہے اس کے لیے اس رزق میں برکت اور وُسعت پیدا کر دی جاتی ہے اور جو راضی نہ ہو اس کے لیے برکت اور وُسعت نہیں ہوتی۔ (الدیلمی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے داعی اور مبلغ کے طور پر مبعوث کیا گیا ہے، ہدایت دینا میرا کام نہیں۔ (اس حدیث کو عقیلی نے کتاب الضعفاء میں نقل کیا ہے)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: قیامت کے دن میری امت کے دو گروہوں کو میری شفاعت نصیب نہ ہوگی۔ (۱) مرجیہ (۲) قدریہ۔ (حلیہ لابی نعیم)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قدریہ پر ستر انبیاء کرام علیہم السلام کی زبانی لعنت بھیجی گئی ہے۔ (دار قطنی)

حضرت ابو امامہ سے روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کے دو گروہوں پر ستر انبیاء کرام کی زبانی اللہ تبارک و تعالیٰ نے لعنت بھیجی ہے۔ قدریہ اور مرجیہ جو یہ کہتے ہیں کہ ایمان قول بلا عمل کا نام ہے۔ (الدیلمی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: میں اپنی امت کو قسم دیتا ہوں کہ وہ تقدیر سے متعلق کلام نہ کریں اور میری امت میں سے آخری زمانے میں شریر لوگ ہی تقدیر سے متعلق کلام کیا کریں گے۔ (الکامل لابن عدی)

حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رحم میں (نطفے) کو بہتر (۷۲) یوم گزر جاتے ہیں تو ملک الارحام آتا ہے اور اس سے گوشت، ہڈیاں، (آلہ) سماعت و بصارت تخلیق کرتا ہے۔ پھر وہ کہتا ہے اے رب! یہ سعادت مند ہے یا بد بخت؟ پھر اللہ جو چاہتا ہے وہ فیصلہ فرماتا ہے اور فرشتہ سے لکھ لیتا ہے، پھر وہ اس کا رزق، اس کی مدت عمر اور اس کے اعمال لکھتا ہے اور پھر چلا جاتا ہے۔ (الماوردی)

طبرانی نے اس روایت کو حذیفہ بن اسید سے روایت کیا ہے اور اس میں بہتر (۷۲) یوم کی بجائے پینتالیس (۴۵) راتوں کا ذکر کیا ہے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہر روز صبح و شام یہ دعا مانگا کرتے: اے اللہ! میری عمر کا آخری حصہ بہترین کر دے، میرے آخری اعمال عمدہ کر دے، اور بہترین دن وہ ہو جس دن میں تجھ سے ملاقات کروں۔ ان سے پوچھا گیا کہ اے ابو بکر رضی اللہ عنہ! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور یار غار ہونے کے باوجود یہ دعا کرتے ہیں تو آپ نے جواب دیا: بیشک کوئی بندہ طویل مدت تک عمل صالح کرے تو

حالانکہ وہ جنتیوں کا سا عمل کرتا ہے، پس خاتمہ کرے گا وہ اپنا دوزخیوں والے عمل کے ساتھ اور بیشک جو بندہ طویل مدت تک دوزخیوں والا عمل کرتا ہے تو وہ اپنا خاتمہ کرے گا جنتیوں والے عمل کے ساتھ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق سے پہلے ایک کتاب لکھی جو اس کے پاس عرش کے پار موجود ہے اور مخلوق میں (ہر کام) اس کتاب (میں لکھے) کے مطابق ہوتا ہے۔ (ابن مردویہ، الدیلمی)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان ہے: اگر کوئی شخص اپنے رزق سے بھاگنے کی کوشش کرے تو اس کا رزق بھی اس کو اسی طرح تلاش کرتا ہے جیسے موت تلاش کرتی ہے۔ (ابن عساکر)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اگر تم اس کے پاس نہیں جاتے تو وہ تمہارے پاس آ جائے گی یعنی کھجور (رزق)۔ (بحوالہ طبرانی، بیہقی)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اگر تم کسی چیز کے متعلق یہ گمان کرو کہ جلدی کرنے سے وہ چیز تمہیں مل جائے گی تو جلدی نہ کرو، ہو سکتا ہے کہ وہ چیز اللہ نے تمہارے مقدر میں نہ کی ہو۔ اور اگر کسی چیز کے متعلق تمہارا گمان ہو کہ دیر کرنے کے باوجود بھی تمہیں نہیں مل سکے گی تو دیر نہ کرو ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں لکھ دی ہو۔

(طبرانی)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: کوئی بھی شخص اس وقت مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ تقدیر پر ایمان نہ رکھے۔ (طبرانی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ڈر ہے کہ میرے بعد میری امت دو عادتوں میں مبتلا ہو جائے گی۔

(۱) تقدیر کو جھٹلانا (۲) علمِ نجوم کی تصدیق کرنا۔

(ابن عساکر، دیلمی نے حضرت حذیفہ سے یوں ہی نقل کیا ہے)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر امت شرک کے باعث ہلاک ہوئی اور ہر امت کے شرک کا آغاز تقدیر کو جھٹلانے سے ہوا۔

(طبرانی، تمام، ابن عساکر)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک قوم ایسی آئے گی جو یہ کہے گی کہ تقدیر کچھ بھی نہیں ہے۔ پھر وہ (ایمان سے) نکل کر (لامذہب) زندیق ہو جائیں گے۔ لہٰذا جب تم ان سے ملاقات کرو تو انہیں سلام نہ کرو۔ اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو۔ اگر وہ مرجائیں تو ان کے جنازے میں شریک نہ ہو کیونکہ وہ دجال کا گروہ ہے۔

(تاریخ ابن عساکر)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: جس نے تقدیر کو جھٹلایا یا اس کے بارے میں جھگڑا کیا تو اس نے اس چیز کا انکار کیا جو میں لے کے آیا ہوں۔

(ابن عدی)

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: اگر کوئی ایسا شخص میرے پاس آئے جس کا قدریہ سے تعلق ہو تو میں اس کو قتل کردوں اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کردوں کیونکہ قدریہ اس امت کے یہود ہیں، نصاریٰ ہیں، مجوس ہیں۔

(ابن عساکر)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: زندیقیت (لادینیت) تقدیر جھٹلانے کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔

(طبرانی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: قیامت کے روز ایک منادی پکارے گا کہ اللہ کے دشمن اٹھ کھڑے ہوں اور وہ قدریہ ہوں گے۔

(المعجم الاوسط للطبرانی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: تم تقدیر سے متعلق کلام نہ کیا کرو، کیونکہ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا راز ہے۔ پس تم اللہ کے راز کو افشا کرنے کی کوشش نہ کرو۔ (ابو نعیم فی الحلیہ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچاؤ (تدبیر انسان کو) تقدیر سے بے نیاز نہیں کرتی اور جو کچھ نازل ہو چکا ہو یا نازل نہ ہوا ہو، دعا (ان دونوں کے لیے) نفع مند ہوتی ہے۔ بے شک جب بلا نازل ہوتی ہے تو اس کا دعا سے سامنا ہوتا ہے اور پھر وہ دونوں قیامت کے دن تک جھگڑتے رہیں گے۔ (ابن عدی، ابن عساکر، خطیب)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: اے بچے! تو اللہ کو یاد رکھ اللہ تجھے یاد رکھے گا--- تو اللہ کو یاد رکھ اسے تو اپنے سامنے پائے گا--- جب بھی تو کوئی سوال کرے تو صرف اللہ تعالیٰ سے کرنا، جب کبھی بھی تو مدد مانگے تو صرف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا--- اگر تمام لوگ تمہیں کوئی ایسا نفع پہنچانا چاہیں جو اللہ تعالیٰ نے تیرا مقدر نہیں کیا تو وہ ہرگز ایسا نہیں کر پائیں گے--- اور اگر تمام لوگ تجھے کسی قسم کا نقصان پہنچانا چاہیں جو تمہارے نصیب میں نہ ہو تو وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکیں گے--- فیصلہ ہو چکا ہے، قلم خشک ہو گئے ہیں--- اور صحائف (تقدیر کے دفاتر) لپیٹ دیئے گئے--- ایک اور روایت میں ہے: قلم اٹھا لیے گئے--- اور صحائف خشک ہو گئے۔ (مسند احمد، ترمذی)

محمد بن زکریا الغلابی سے روایت ہے کہ ہمیں عباس بن بکار ہذلی نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے، جب حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم صفین سے واپس تشریف لائے تو آپ کے ساتھیوں میں سے ایک عمر رسیدہ شخص نے عرض کی، یا امیر المومنین! آپ ہماری رہنمائی فرمائیں، کیا ہمارا شام کی طرف (جنگ کے لیے) سفر کرنا تقدیر کے مطابق تھا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو چیرا اور جس نے زندگی کو ظاہر کیا، ہم نے جو بھی سفر کیا اور جو گھاٹیاں اُترے اور بلندیوں پر چڑھے، یہ سب قضاء و قدر ہی کے تحت تھا۔ بوڑھے شخص نے کہا میرا گمان ہے کہ میری لگام اللہ تعالیٰ کے پاس

ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہاں ہاں! اللہ تعالیٰ تمہارا اجر کس طرح بڑھائے گا، تمہارے بلندیوں کی طرف چڑھنے اور پستیوں کی طرف اُترنے میں، حالانکہ تم اپنے معاملات کو ناپسند کرنے والے نہیں ہو اور نہ ان کی طرف مجبور ہو (یعنی اگر قضاء و قدر کا معنی بندہ مجبور ہے، اللہ تعالیٰ کے لکھے کے مطابق زندگی گزار رہا ہے۔ بندے کو اپنے اختیار کا تعلق نہیں ہے تو پھر نیکی پر جزا اور بدی پر سزا کا خدائی فلسفہ بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے) اس بوڑھے نے کہا: اے امیرالمومنین! ہم قضاء و قدر پر کس طرح چلیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارا ستیاناس ہو شاید تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تقدیر حتمی اور لازمی ہوتی ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو وعد و وعید اور ثواب و عتاب سب کچھ باطل اور ساقط ہو جاتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی گناہگار کے لیے کوئی ملامت اور کسی نیکوکار کے لیے کوئی تعریف نازل نہ ہوتی اور نہ ہی نیکوکار شخص گناہگار کے مقابلے میں اجر و ثواب کا زیادہ حقدار ہوتا۔ یہ بت پرستوں کے بھائی، شیطان کے سپاہیوں اور رحمٰن کے دشمنوں کا عقیدہ ہے اور وہ اس امت میں قدریہ ہیں اور یہ اس امت کے مجوس ہیں۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھلائی کا حکم دیا ہے اور ساتھ میں اس کا اختیار بھی دیا ہے اور ساتھ ہی برائی کے ارتکاب سے منع بھی کیا ہے اور اس سلسلے میں ڈرایا بھی ہے۔

ہم نہ تو مغلوب ہیں اور نہ ہی زبردستی مطیع و فرمانبردار ہیں اور نہ ہی اس اختیار کے بذات خود مالک ہیں۔ نیز زمین و آسمان اور ان میں جو کچھ بھی نشانیاں ہیں یہ سب باطل نہیں ہیں۔ یہ سب تو گمان ہے ان لوگوں کا جنہوں نے کفر کیا اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے آگ کی بربادی ہے۔ (ابن عساکر)

حضرت ابو مجلز سے روایت ہے، ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا، آپ اپنی حفاظت کیا کریں کیونکہ کچھ لوگ آپ کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا: ہر شخص کے دو فرشتے ہوتے ہیں جو اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ جب تک اس کا مقدر ساتھ دے۔ جب تقدیر کا فیصلہ آ

جائے تو وہ فیصلے اور بندے کے درمیان سے ہٹ جاتے ہیں۔

"بے شک موت انسان کی سب سے بڑی محافظ ہے"۔ (ابن سعد، ابن عساکر)

ایک روایت میں ہے، پھر آپ مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں آپ کو شہید کر دیا گیا۔

ابو نصیر کہتے ہیں، ہم اشعث بن قیس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اس اثناء میں ایک صاحب تشریف لائے جن کے ہاتھ میں عنزہ (نیزہ) تھا۔ ہم انہیں نہیں پہچانتے تھے لیکن اشعث پہچانتے تھے۔ اشعث نے کہا، امیر المومنین! حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہاں! اشعث نے عرض کی، حضرت آپ اس وقت تشریف لائے ہیں حالانکہ لوگ آپ کے خون کے پیاسے موجود ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے پاس اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ایک محفوظ ڈھال ہے۔ جب تقدیر (کا فیصلہ) آ جائے تو پھر وہ کسی کا خیال نہیں کرتی۔ ہر بندے کے ساتھ ایک فرشتہ ہوتا ہے، جب بھی کوئی چوپایہ یا کوئی اور چیز اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کرے تو وہ کہتا ہے، اس سے بچو۔ پھر جب تقدیر (کا فیصلہ) آ پہنچے تو وہ الگ ہو جاتا ہے۔ (ابوداؤد، ابن عساکر)

ابو مجلز کی ایک روایت میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ نمازِ تہجد کی ادائیگی کے لیے مسجد میں تشریف لائے۔ ہم نے آگے بڑھ کر انہیں اپنی حفاظت میں لے لیا۔ جب آپ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو پوچھا: کیا بات ہے؟ ہم نے عرض کی: ہم آپ کی حفاظت کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: آسمان کے فیصلوں سے یا زمین والوں سے۔ ہم نے عرض کی، زمین والوں سے۔ آپ نے فرمایا: زمین میں کوئی بھی ایسا واقعہ رُونما نہیں ہو سکتا جس کا فیصلہ آسمان پر نہ ہو چکا ہو۔

عذابِ قبر کا اثبات

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک یہودیہ عورت میرے پاس آئی اور اس نے قبر کے عذاب کا ذکر کیا۔ (بخاری، مسلم)

مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، اس وقت میرے پاس ایک یہودیہ عورت موجود تھی۔ وہ کہہ رہی تھی، تمہیں پتا ہے کہ تمہیں قبر میں آزمایا جائے گا۔ میں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود کو آزمایا جائے گا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، چند دن بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کہا: کیا تمہیں پتا ہے میری طرف وحی نازل ہوئی ہے "تمہیں قبروں میں آزمایا جائے گا۔"

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، اس کے بعد میں نے ہمیشہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر کے عذاب سے پناہ مانگتے ہوئے سنا۔

بخاری و مسلم دونوں کی نقل کردہ ایک روایت کے مطابق سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میرے پاس مدینہ منورہ کی دو بوڑھی یہودیہ عورتیں آئیں اور کہنے لگیں، اہل قبور کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جائے گا۔ میں نے ان کی (اس بات کو) جھٹلایا اور اس کی تصدیق نہیں کی۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں نے ان سے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

مدینے کی دو بوڑھی یہودیہ عورتیں میرے پاس آئی تھیں، ان کا گمان تھا کہ قبر میں اہل قبور کو عذاب دیا جاتا ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہوں نے سچ کہا ہے، اہل قبور کو ایسا عذاب دیا جاتا ہے جسے تمام چوپائے سنتے ہیں۔ (سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں) پھر اس کے بعد میں نے ہمیشہ ہر نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر کے عذاب سے پناہ مانگتے ہوئے دیکھا۔ (بخاری و مسلم)

نسائی شریف کی ایک روایت میں ہے: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عذابِ قبر سے متعلق پوچھا تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ہاں! عذابِ قبر برحق ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، اس کے بعد میں نے ہمیشہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر کے عذاب سے پناہ مانگتے ہوئے دیکھا۔

ایک اور روایت میں ہے: ایک یہودیہ عورت میرے پاس آئی، کہنے لگی: قبر کا عذاب پیشاب (سے نہ بچنے) کے باعث ہوتا ہے۔ میں نے کہا تم جھوٹ بول رہی ہو۔ اس نے کہا ہم تو اس (کے چھینٹوں) سے اپنی جلد اور کپڑوں تک کو بچاتے ہیں۔ اسی دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے تشریف لے جانے کے لیے باہر نکلے۔ دونوں کی آواز خاصی بلند ہو چکی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا بات ہے؟ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا وہ جو یہودیہ عورت کہہ رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ٹھیک کہہ رہی ہے، پھر اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا فرمایا کرتے تھے: اے جبریل، میکائیل اور اسرافیل کے پروردگار! تو مجھے جہنم اور قبر کے عذاب سے محفوظ رکھ۔

ایک روایت میں ہے: ایک یہودیہ عورت ان کے پاس آئی اور اس یہودیہ عورت نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کچھ مانگا۔ آپ نے اسے دے دیا، تو اس نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو عذابِ قبر سے محفوظ رکھے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میرے دل میں اس بارے میں کچھ کھٹکا پیدا ہوا۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے اس کا ذکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں قبر میں اس طرح کا عذاب دیا

جاتا ہے جسے چوپائے سنتے ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک مرتبہ دو قبروں کے پاس سے ہوا۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ان دونوں اہل قبور کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی کبیرہ گناہ کے باعث نہیں ہو رہا۔ ان دونوں میں سے ایک چغل خوری کیا کرتا تھا جبکہ دوسرا پیشاب (کے چھینٹوں) سے نہیں بچتا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تر ٹہنی منگوائی، اس کے دو ٹکڑے کیے اور ایک ایک ٹکڑا دونوں کی قبر پر نصب کر دیا، پھر فرمایا: شاید اللہ تعالٰی ان دونوں ٹہنیوں کے خشک ہونے تک ان کے عذاب میں تخفیف فرمادے۔

دیگر روایت میں پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے کا ذکر مختلف الفاظ کے ساتھ ہوا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر مدینہ منورہ کی ایک دیوار کے پاس سے ہوا۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو انسانوں کی آواز سنی جنہیں ان کی قبر میں عذاب دیا جا رہا تھا۔

اس روایت کو موطا کے علاوہ محدثین کی ایک جماعت نے الفاظ کے تھوڑے بہت اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ سورج غروب ہونے کے بعد نکلے تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک آواز سنی۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: یہود کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا ہے۔ (بخاری، مسلم اور نسائی نے اس حدیث کو حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے)

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ایوب! کیا تم ان یہودیوں کی آواز سن رہے ہو جنہیں ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا ہے۔ (طبرانی، احمد، بخاری، مسلم، نسائی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ہر مرنے والے کو پشیمانی ضرور

ہوتی ہے، اگر وہ نیکوکار ہو تو اس بات پر پشیمانی ہوتی ہے کہ اس نے زیادہ نیکیاں کیوں نہ کیں اور اگر گناہگار ہو تو اس بات پر پشیمانی ہوتی ہے کہ وہ گناہوں سے باز کیوں نہیں آیا۔

(ترمذی)

انہی سے مروی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی جان اس کے دین کے ساتھ ہی معلق رہتی ہے یہاں تک کہ اسے اس سے خلاصی نصیب ہوتی ہے۔

(ترمذی)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتی ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب انسان اپنی قبر میں داخل ہوتا ہے تو اس کے نیک اعمال نماز اور روزہ اسے اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں۔ جب اس شخص کے پاس فرشتہ آنے لگتا ہے تو نماز والے کی طرف سے فرشتہ کو واپس لوٹا دیا جاتا ہے اور روزہ والے کی طرف سے بھی فرشتہ کو واپس لوٹا دیا جاتا ہے۔ پھر وہ اسے پکارتا ہے بیٹھ جاؤ۔ وہ بندہ بیٹھ جاتا ہے۔ فرشتہ اس سے پوچھتا ہے: تو اس شخصیت کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا؟ وہ بندہ کہتا ہے: کونسی شخصیت؟ فرشتہ کہتا ہے: محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو وہ بندہ کہتا ہے: میں گواہی دیتا ہوں بیشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ فرشتہ کہتا ہے: تُو نے کیا کہا جب تُو نے جانا؟ تو وہ بندہ کہتا ہے: میں نے گواہی دی بیشک آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ فرشتہ کہتا ہے کہ اسی قول پر تو نے زندگی گزاری، اسی پر تیری موت واقع ہوئی اور اسی قول پر تجھے اٹھایا جائے گا۔

اگر وہ مردہ فاجر یا کافر ہو تو فرشتہ اس کے پاس آتا ہے اور اس شخص اور فرشتے کے درمیان کوئی بھی چیز حائل نہیں ہوتی۔ فرشتہ اسے بٹھا کر پوچھتا ہے: تم ان صاحب کے متعلق کیا کہتے ہو؟ وہ پوچھتا ہے، کون سے صاحب؟ فرشتہ کہتا ہے: محمد صلی اللہ علیہ وسلم! وہ مردہ کہتا ہے، اللہ کی قسم! مجھے تو نہیں معلوم۔ میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تھا تو میں نے بھی وہی بات کہہ دی۔ فرشتہ کہتا ہے: تم نے اسی طرح (کفر کی حالت میں) زندگی گزاری، پھر مرتے وقت بھی تمہاری کیفیت یہی تھی اور اسی حالت میں تمہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ پھر اس مردے کے لیے اس کی قبر

میں ایک سیاہ رنگت والی بلا کو مسلط کر دیا جاتا ہے جس کے ہاتھ میں اونٹ جتنا لمبا انگارے سے بنا ہوا کوڑا ہوتا ہے۔ وہ اسی کوڑے سے اللہ کی مرضی کے مطابق مردے کو مارتی رہتی ہے۔ وہ بہری ہوتی ہے، اس لیے اس مردے کے رونے پیٹنے کی آواز بھی نہیں سن سکتی کہ شاید آواز سن کر ہی اسے مردے پر رحم آ جائے۔

(احمد، طبرانی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سعد (رضی اللہ عنہ) کی قبر ان پر تنگ ہو گئی تھی تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ اسے کشادہ کر دے۔ (ابن عساکر)

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر قبر میں گھٹن ضرور ہوتی ہے اور اگر کسی شخص کو اس سے نجات ملنا ہوتی تو سعد بن معاذ کو ضرور ملتی۔ (احمد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اگر کسی شخص کو قبر کی تنگی سے نجات ملنا ہوتی تو اس لڑکے کو ضرور ملتی۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبر کی تنگی مومن کے ان گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے جو اس وقت تک معاف نہیں ہوئے تھے۔ (تاریخ رافعی)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اگر تمہیں پتہ چل جائے گا کہ موت کے بعد تمہیں کس چیز کا سامنا کرنا پڑے گا تو تم کبھی بھی خواہشِ نفس کے باعث نہ تو کھانا کھاؤ اور نہ ہی پانی پیو اور نہ ہی سائے (آرام) کی تلاش میں گھروں کا رُخ کرو۔ (ابن عساکر)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا، ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے۔ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی شدید غمگین حالت میں پایا۔ ہم نے قبرستان میں پہنچنے تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات

نہیں کی۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے واپس تشریف فرما ہوئے اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گھر بیٹھ گئے۔ ہم نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے آپ کو دیکھا اتنا غمگین کہ ہم آپ ﷺ سے گفتگو کرنے کی ہمت بھی نہیں پا رہے تھے۔ پھر ہم نے دیکھا کہ آپ مسرور ہیں، اس کا سبب کیا ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم سے قبر کی گھٹن اور تنگی کا ذکر کیا کرتا تھا۔ زینب کمزور تھیں یہ بات مجھ پر بہت شاق گزری۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ اس معاملے میں ان پر تخفیف کر دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا اور قبر نے انہیں اس طرح دبایا تھا کہ اس آواز کو جن و انس کے علاوہ مشرق و مغرب کی ہر شے نے سنا۔

(طبرانی)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اے ابوایوب! کیا تم ان یہودیوں کی آوازیں سن رہے ہو جنہیں ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا ہے۔

(طبرانی، احمد، بخاری، مسلم، نسائی)

حضرت ابراہیم نخعی سے مروی ہے: دو اشخاص کو قبر میں عذاب دیا جا رہا تھا، ان کے پڑوسیوں نے اس بات کی شکایت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو شاخیں لو اور ان میں سے ہر ایک کی قبر پر گاڑ دو۔ جب تک وہ شاخیں خشک نہ ہو جائیں ان کا عذاب کم کر دیا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا، انہیں عذاب کیوں ہو رہا ہے؟ فرمایا: چغل خوری اور پیشاب کے سبب۔ (پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے کے سبب)

کتاب و سُنّت کو مضبوطی سے تھامے رکھنے کا بیان

امام مالک روایت کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ جب تک تم ان سے رہنمائی حاصل کرتے رہو گے گمراہ نہیں ہو گے۔ (۱) اللہ تعالیٰ کی کتاب، (۲) اللہ کے رسول ﷺ کی سُنّت۔ (موطا)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے درمیان ایسی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، جب تک تم میرے بعد ان سے تمسک کرتے رہو گے گمراہ نہیں ہو گے۔ ان میں سے ایک دوسری سے زیادہ عظمت والی ہے اور وہ اللہ کی کتاب ہے۔ وہ ایک ایسی رسی ہے جسے آسمان سے زمین کی طرف لٹکایا گیا ہے اور دوسرے میری اولاد اور اہلِ بیت، یہ دونوں کبھی بھی الگ نہ ہوں گے۔

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: میں تم میں سے اس شخص کو جانتا ہوں جس کے پاس میرا حکم آئے، جس میں میں نے کچھ کرنے کا حکم دیا ہو گا یا کسی کام کے ارتکاب سے منع کیا ہو گا۔ اور وہ اپنے تکیے کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا ہوا یہ کہے گا مجھے اس بارے میں کچھ معلوم نہیں۔

بھئی! ہمارے پاس تو اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور اس میں یہ حکم موجود نہیں۔ اور اللہ کے رسول کی بات قرآن کے (بظاہر) خلاف کیسے ہو سکتی ہے؟ حالانکہ اس قرآن ہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت دی تھی۔ (ترمذی، ابوداؤد)

امام زہری فرماتے ہیں، میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت رو رہے تھے۔ میں نے عرض کی، آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا: مجھے تو اس نماز کے علاوہ اور کسی چیز کا کوئی علم نہیں اور اس کو بھی میں نے ضائع کر دیا۔ (بخاری)

ایک روایت میں ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی کسی بھی چیز کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ عرض کی گئی، نماز کے متعلق تو جانتے ہی ہوں گے۔ فرمایا: اسے تو تم لوگوں نے ضائع نہیں کر دیا۔

(ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، تین اشخاص ازواج مطہرات میں سے کسی ایک زوجہ مطہرہ کے گھر آئے اور ان ام المومنین رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں پوچھا۔ (الحدیث)

صاحب مشکوٰۃ نے اس روایت کو بخاری و مسلم کے حوالے سے نقل کیا ہے جبکہ نسائی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: چند صحابہ کرام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر حاضر ہوئے۔ ان میں سے ایک نے کہا میں کبھی شادی نہیں کروں گا۔ دوسرے نے کہا میں کبھی گوشت نہیں کھاؤں گا۔ تیسرے نے کہا میں کبھی بستر پر نہیں سوؤں گا۔ ایک نے کہا میں روزانہ روزہ رکھا کروں گا۔ جب اس بات کی خبر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی، پھر فرمایا: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اس طرح کی باتیں کرتے پھرتے ہیں۔ (رات کے وقت) میں کبھی نماز پڑھتا رہتا ہوں، کبھی سو جاتا ہوں۔ (دن میں) میں کبھی روزہ رکھ لیتا ہوں، کبھی نہیں رکھتا۔ اور میں نے شادیاں بھی کی ہوئی ہیں، پس جو شخص میری سُنّت کی خلاف ورزی کرے گا وہ مجھ سے نہیں۔ (نسائی)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا، کیا تم میری سنت سے روگردانی کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا، ہرگز نہیں یارسول اللہ! بلکہ میں تو آپ کی سنت کا طلبگار ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں (رات کے وقت) کبھی سو جاتا ہوں اور کبھی نماز پڑھتا رہتا ہوں۔ (دن کے وقت) کبھی روزہ رکھ لیتا ہوں اور کبھی روزہ نہیں رکھتا۔ تم اللہ سے ڈرو۔ اے عثمان! تمہارے گھر والوں کا بھی تم پر کوئی حق ہے، تمہارے جسم کا بھی تم پر کچھ حق ہے اور تمہارے نفس کا بھی تم پر کچھ حق ہے، لہذا کبھی روزہ رکھ لیا کرو اور کبھی نہ رکھا کرو۔ کبھی سو جاؤ اور کبھی عبادت کرتے رہو۔ (ابوداؤد)

جامع الاصول کے مصنف فرماتے ہیں، میں نے رزین محدث کی کتاب میں اس روایت میں ایک بات کا اضافہ دیکھا ہے جو بقیہ حدیث کی کتب میں موجود نہیں۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ وہ ساری رات نماز پڑھا کرے گا، ہر روز روزہ رکھا کرے گا اور کسی بھی عورت سے شادی نہیں کرے گا۔ تو اس نے اپنی قسم کے بارے میں پوچھا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم۔ — اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں سے متعلق مواخذہ نہیں فرمائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنے اسی فعل کی نیت کی بابت سوال کیا تھا، اس پر عمل کرنے سے پہلے۔ اور یہ روایت زیادہ صحیح ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو ان کی اپنی طاقت کے مطابق عمل کرنے کا کام دیا تو انہوں نے عرض کی، یارسول اللہ! ہم آپ کی طرح نہیں ہیں، آپ تو بخشے بخشائے ہیں۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہوگئے اور غضب کے آثار چہرۂ انور سے ہویدا

تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تم لوگوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور اس کی بابت علم رکھنے والا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: کیا میں تمہیں یہ بات نہ بتاؤں کہ تمہیں دن میں روزہ رکھنا اور رات کے وقت نماز پڑھنا (چاہیے یا نہیں) میں نے عرض کی، ضرور اے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم!

صاحب مشکوٰۃ نے اس روایت کو نفلی روزوں کے باب میں بخاری و مسلم کے حوالے سے نقل کیا ہے جبکہ جامع الاصول کے مصنف نے اس کے مزید کئی طرق بیان کیے ہیں۔ تاہم! ہم یہاں بطور تبرک کے بطریق اختصار اسے نقل کریں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ میں نے یہ کہا ہے اللہ کی قسم میں ضرور (روزانہ) روزہ رکھا کروں گا اور میں ضرور (ساری) رات قیام کیا کروں گا جب تک میں زندہ رہا۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے پوچھا: کیا تم نے یہ کہا ہے؟ میں نے عرض کی، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! میں نے ہی یہ کہا ہے۔ آپ نے فرمایا: تم اس کی استطاعت نہیں رکھتے، لہٰذا تم کبھی روزہ رکھا کرو اور کبھی نہ رکھا کرو۔ (رات کے وقت) کبھی سو جایا کرو اور کبھی نماز پڑھتے رہا کرو۔ (بلکہ ایسا کرو) تم ہر ماہ میں تین دن روزہ رکھا کرو کیونکہ نیکی کا بدلہ دس گنا ملتا ہے۔ تو یہ گویا اسی طرح ہوگا جیسے تم نے ساری زندگی روزہ رکھا ہو۔ میں نے عرض کی، میں اس سے زیادہ روزے رکھنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اچھا ایسا کرو ایک دن روزہ رکھا کرو اور دو دن نہ رکھا کرو۔ میں نے عرض کی، مجھ میں اس سے بھی زیادہ رکھنے کی طاقت موجود ہے۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اچھا تو تم ایک دن روزہ رکھا کرو اور ایک دن نہ رکھا کرو۔ یہ داؤد علیہ السلام کے روزہ رکھنے کا طریقہ ہے اور یہ سب سے بہترین طریقہ ہے۔ اور ایک روایت میں ہے، یہ سب سے افضل طریقہ ہے۔ فرماتے ہیں میں نے عرض کی، میں اس سے بھی زیادہ روزے رکھنے کی صلاحیت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اس سے

زیادہ نہیں ہو سکتا۔

ایک روایت میں اس بات کا اضافہ ہے کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین دن روزہ رکھنے کے فرمان کو قبول کر لینا میرے نزدیک اپنے گھروالوں اور مال سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

ایک روایت میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا، کیا میں تمہیں دن کے وقت روزہ رکھنے اور رات کے وقت قیام کے بارے میں نہ بتاؤں۔ میں نے عرض کی، ضرور اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ہمیشہ ایسا نہ کرو بلکہ کبھی روزہ رکھ لو کبھی نہ رکھو۔ کبھی سو جاؤ اور کبھی نماز پڑھتے رہو، اس لیے کہ تمہارے جسم کا بھی تم پر کچھ حق ہے۔ تمہاری آنکھ کا بھی تم پر کچھ حق ہے۔ تمہاری بیوی کا بھی تم پر کچھ حق ہے اور تمہارے بیٹے کا بھی تم پر کچھ حق ہے۔ تمہارے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ تم ہر ماہ تین دن روزے رکھ لیا کرو کیونکہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ہوتا ہے۔ تو اس طرح یہ زندگی بھر روزے رکھنے کی طرح ہو جائے گا۔ میں نے اصرار کیا اور آپ نے بھی اصرار کیا۔ میں نے عرض کی، یارسول اللہ! مجھ میں اس سے زیادہ کی قوت موجود ہے۔ آپ نے فرمایا: اچھا پھر تم اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح روزہ رکھو۔ اس سے زیادہ نہ رکھنا۔ میں نے عرض کی، یارسول اللہ! حضرت داؤد علیہ السلام کس طرح روزہ رکھا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ایک دن رکھتے تھے اور ایک دن نہیں رکھتے تھے۔

جب عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بوڑھے ہو گئے تو کہا کرتے تھے، اے کاش! میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصت قبول کر لیتا۔

ایک روایت میں ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں روزانہ روزہ رکھنے اور ساری رات تلاوت قرآن کے بارے میں نہ بتاؤں۔ میں نے عرض کی، ضرور یا نبی اللہ! میرا مقصد تو صرف بھلائی کا حصول ہے۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: تم حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح روزہ رکھا کرو کیونکہ وہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے۔

نیز آپ نے فرمایا: مہینے میں ایک مرتبہ قرآنِ مجید پورا پڑھا کرو۔ میں نے عرض کی، میں اس سے زیادہ پڑھنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اچھا بیس دن میں پڑھ لیا کرو۔ میں نے عرض کی، میں اس سے بھی زیادہ پڑھ سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اچھا دس دن میں پڑھ لیا کرو۔ میں نے عرض کی، میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اچھا ایک ہفتہ میں ایک قرآنِ پاک ختم کیا کرو، اس سے زیادہ نہیں پڑھنا۔ میں نے اپنی بات پر زور دیا اور آپ علیہ السلام نے اپنی بات پر اصرار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں نہیں معلوم ہو سکتا ہے تمہاری عمر خاصی لمبی ہو۔

عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں، جب ایسا ہوا اور میں بوڑھا ہو گیا، پھر مجھے خیال آیا کہ مجھے آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی رخصت قبول کر لینی چاہیے تھی۔

مسلم شریف میں ان الفاظ کا اضافہ ہے، تجھ پر تیری اولاد کا حق ہے۔

ایک اور روایت میں ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: کیا تم روزانہ روزہ رکھتے ہو اور ساری رات عبادت کرتے رہتے ہو۔ میں نے عرض کی، جی ہاں! آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اگر تم اسی طرح کرتے رہو گے تو تمہاری پلکیں ایک دوسرے سے مل جائیں گی اور تم کمزور ہو جاؤ گے۔ جس شخص نے ہمیشہ روزہ رکھا اس نے گویا روزہ رکھا ہی نہیں۔ مہینے میں تین دن روزہ رکھ لینا تمام عمر روزہ رکھنے کے برابر ہے۔ میں نے عرض کی، میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: پھر تم داؤد علیہ السلام کی طرح روزہ رکھو۔ ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن نہ رکھو۔

ایک روایت میں ہے، ہر دس دن میں روزہ رکھ لیا کرو اور بقیہ نو دنوں کے روزوں کا بھی تمہیں ثواب مل جایا کرے گا۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی)

انہی (عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ میرے والد نے میرا نکاح اچھے خاندان کی عورت سے کر دیا۔ انہوں نے اس عورت سے اس کے شوہر یعنی میرے بارے میں پوچھا تو اس نے جواب دیا، اچھے آدمی ہیں اور

ایسے اچھے کہ ہمارے پاس بستر پر نہیں آئے اور نہ ہی انہوں نے پہلو لگایا ہے جب سے ہم ان کے پاس آئے ہیں۔ اس پر (میرے باپ کو) یہ بات شاق گزری تو انہوں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس لڑکے کو مجھ سے ملواؤ۔ میں جب حاضرِ خدمت ہوا تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: کتنے روزے رکھتے ہو؟ میں نے عرض کی، روزانہ۔ پھر پوچھا: کتنے عرصے میں قرآن ختم کرتے ہو؟ میں نے عرض کی، روزانہ۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: مہینے میں تین دن روزے رکھا کرو اور ایک ماہ میں ایک قرآن ختم کیا کرو۔ میں نے عرض کی، یارسول اللہ! میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: پندرہ دن میں تین روزے رکھ لیا کرو۔ میں نے عرض کیا، میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا پھر دو دن روزہ نہ رکھا کرو اور ایک دن رکھ لیا کرو۔ میں نے عرض کی، میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: پھر تم افضل ترین روزہ داؤد علیہ السلام کی طرح رکھا کرو یعنی ایک روزہ رکھ لیا اور ایک دن نہ رکھا اور سات راتوں میں ایک مرتبہ قرآن مکمل کیا کرو۔

پھر فرماتے ہیں، اے کاش! میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصت قبول کر لیتا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں بوڑھا اور ضعیف ہو گیا۔ تو میرے گھر والوں میں سے کوئی مجھے قرآن کی ایک منزل دن میں سنا دیا کرتا اور وہ جو رات کو پڑھا کرتے وہ اس لیے کہ دن کی بہ نسبت اس وقت پڑھنا زیادہ آسان ہوتا ہے۔ جب وہ تھوڑی سی قوت حاصل کرنا چاہتے تو چند دن روزہ نہ رکھتے۔ پھر وہ دن شمار کر کے اس کے مطابق اتنے ہی دن روزہ رکھا کرتے کیونکہ وہ اس بات کو ناپسند کرتے کہ زمانہ نبوی ﷺ میں جس کام پر کاربند تھے اس کے معمول میں کوئی فرق آ جائے۔

نسائی شریف کی روایت میں ہے، میرے والد نے میرا نکاح ایک خاتون سے کیا۔ ایک دن وہ ہم سے ملنے کے لیے آئے اور میری بیوی سے پوچھا اپنے شوہر کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا بہت اچھے آدمی ہیں رات بھر عبادت

میں مشغول رہتے ہیں اور دن بھر روزہ رکھتے ہیں۔ وہ مجھ پر گرم ہو گئے کہ میں نے تمہارا نکاح ایک مسلمان عورت سے کیا ہے جس سے تم نے کنارہ کشی اختیار کر رکھی ہے۔ میں نے ان کی بات پر زیادہ دھیان نہیں دیا کیونکہ مجھ میں اتنی عبادت کی صلاحیت اور طاقت موجود تھی۔ جب اس بات کی خبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے فرمایا: بھئی میں تو سو بھی جاتا ہوں اور عبادت بھی کر لیتا ہوں۔ اسی طرح روزہ بھی رکھ لیتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا، لہٰذا تم بھی کبھی عبادت کرتے رہا کرو اور کبھی سو جایا کرو، اس طرح کبھی روزہ رکھ لیا کرو اور کبھی نہ رکھا کرو۔ (نسائی)

ایک روایت میں ہے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ترین روزہ حضرت داؤد علیہ السلام کا ہے اور پسندیدہ ترین نماز بھی حضرت داؤد علیہ السلام کی ہے۔ وہ پہلے نصف رات تک سوتے تھے پھر ایک تہائی رات عبادت میں بسر کرتے اور پھر رات کے چھٹے حصے میں دوبارہ سو لیتے اور وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن نہیں رکھتے تھے۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں (جن کے باعث) تم کبھی بھی میرے بعد گمراہ نہیں ہوگے: ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری سُنّت۔ اور یہ دونوں کبھی بھی الگ نہیں ہوں گی یہاں تک کہ اکٹھی میرے پاس حوض کوثر پر آئیں گی۔ (ابن عساکر)

حضرت جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: تمہارے لیے خوشخبری ہے کہ اس قرآن کا ایک سرا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں اور دوسرا سرا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ جب تک تم اسے تھامے رکھو گے اس وقت تک کبھی بھی نہ تو گمراہ ہوگے اور نہ ہی ہلاک ہوگے۔ (طبرانی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ تم سے پہلے کی امتیں بھی اسی وجہ سے ہلاک ہوئیں، لوگ قرآن کے ایک حصے کو دوسرے میں خلط ملط کر دیتے ہیں حالانکہ جو حلال ہے اسے حلال سمجھیں اور جو حرام ہے اسے حرام سمجھیں اور

جو مشتبہ ہے اس سے پرہیز کریں۔ (طبرانی الکبیر)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: مجھے مبعوث کیا گیا ہے۔ جس نے میری سُنّت کی مخالفت کی اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ (خطیب)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بدعات کا ظہور شروع ہو جائے اور اس امت کے بعد میں آنے والے لوگ پہلوں کو برا بھلا کہنا شروع کر دیں تو جس شخص کے پاس علم ہو وہ اس کو عام کرے، کیونکہ اس وقت علم کو چھپانے والا اسی طرح ہوگا جیسے وہ شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ چیز کو چھپائے۔ (ابن عساکر)

حضرت عثمان بن حاصر الازدی فرماتے ہیں، میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عرض کی، مجھے نصیحت کریں۔ تو آپ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو، ثابت قدم رہو، (احکام الٰہیہ) کی پیروی کرتے رہو، بدعات سے بچو۔ (دارمی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: عنقریب وہ لوگ نمودار ہوں گے جو تم لوگوں کے ساتھ قرآن کی گواہی کے ساتھ جھگڑا کریں گے۔ تو تم ان احادیث کی مدد سے ان سے مقابلہ کرنا کیونکہ اصحاب سنن کتاب اللہ کی بابت زیادہ علم رکھتے ہیں۔

(دارمی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: سُنّت کا عالم اگر کوئی درست کام کرتا ہے تو اس کا عمل قبول ہو جاتا ہے اور اگر اس سے غلطی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے۔ (رواہ الخطیب فی الموتلف)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: میں نے اپنے پروردگار سے اپنے بعد اپنے اصحاب کے درمیان ہونے والے اختلاف کی بابت پوچھا تو میری طرف وحی نازل ہوئی: اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! بے شک تمہارے اصحاب میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں، جن میں سے بعض دوسروں سے زیادہ چمک دار ہیں۔ پس ان کے اختلاف میں سے کسی بھی صحابی

کے قول کو جو شخص اختیار کرے گا تو وہ میرے نزدیک راہِ ہدایت ہی پر ہو گا۔

(ابن عساکر، الابانہ از سنجری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: یہ امت کتاب اللہ کے مطابق عمل کرے گی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنّت کے مطابق عمل کرے گی۔ پھر یہ قیاس پر عمل شروع کر دے گی۔ جب وہ قیاس پر عمل شروع کرے گی تو خود بھی گمراہ ہوگی اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے گی۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: بے شک اسلام کی چکی گھوم رہی ہے۔ عرض کی گئی، پھر ہم کیا کریں اے اللہ کے رسول علیہ السلام! آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: میری حدیث کو کتاب اللہ کے سامنے پیش کرو، اگر وہ اس کے مطابق ہوگی تو میری حدیث ہی ہوگی اور وہ میں نے ہی کہا ہو گا۔ (طبرانی، سمویہ)

حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک رات میرے پاس دو فرشتے آئے۔ ان میں سے ایک میرے سرہانے بیٹھ گیا اور دوسرا پائنتی۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا، ان کی اور ان کی امت کی مثال بیان کرو۔ اس نے کہا، بے شک ان کی اور ان کی قوم کی مثال ایک ایسی قوم کی طرح ہے جو ایک جنگل کے وسط میں پہنچنے کے لیے سفر کرے۔ (سفر کے دوران) ان کے پاس اتنا سامان بھی نہ بچے کہ وہ اپنی منزل تک پہنچ سکیں اور نہ ہی واپس لوٹ سکیں۔ اسی اثناء میں ان کے پاس ایک خوش پوش شخص جس کے سر سے پانی کے قطرات ٹپک رہے ہوں اور وہ ان سے کہے، کیا میں تمہیں سرسبز و شاداب باغوں اور رواں چشموں کے پاس نہ لے جاؤں۔ اگر میں ایسا کروں تو مجھے اس کے بدلے میں کیا ملے گا۔ وہ قوم کہے گی، جو تم چاہو گے ہم وہی کریں گے۔ وہ شخص کہے کہ تم میرے ساتھ وعدہ کرو کہ تم میری نافرمانی نہیں کرو گے۔ وہ لوگ اس کے ساتھ پکا وعدہ کرلیں کہ وہ اس کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ پھر وہ کھائیں پئیں اور وہ شخص کہے، یہ سرسبز و شاداب باغ اور رواں چشمے تمہارے سامنے ہیں، لہٰذا اب تم میری

پیروی کرو۔ اس قوم میں سے ایک گروہ یہ کہے، اللہ نے سچ فرمایا ہے ہم ضرور تمہاری پیروی کریں گے۔ اور ایک گروہ یہ کہے، ہم تو اسی پہ راضی ہیں۔ (ابن عساکر)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: جس نے دین میں اپنی رائے استعمال کی اس نے مجھ پہ تہمت لگائی۔ (ابو نعیم)

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: دین میں قیاس نہ کیا کرو کیونکہ دین میں قیاس کیا ہی نہیں جا سکتا۔ بے شک سب سے پہلے جس نے قیاس کیا وہ شیطان ہے۔ (دارمی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: جس نے میری حدیث میں اپنی رائے سے قیاس کیا اس نے مجھ پر تہمت لگائی۔ (دیلمی)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: بنی اسرائیل میں اکثر فرقے تھے، میری امت میں ان سے ایک ایسا فرقہ زیادہ ہوگا جو سب سے زیادہ ضرر رساں ہوگا۔ وہ ایسے لوگ ہوں گے جو دین میں اپنی رائے سے قیاس کریں گے۔ پس وہ اللہ کی حرام کی ہوئی اشیاء کو حلال کریں گے اور حلال کی ہوئی اشیاء کو حرام کریں گے۔ (طبرانی، ابن عساکر، ابن عدی)

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے: نصاریٰ اکہتر (۷۱) فرقوں میں بٹ گئے تھے اور یہود کے بہتر (۷۲) فرقے تھے۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ یہ امت مرحومہ تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ ان میں سے بہتر (۷۲) فرقے جہنمی ہوں گے اور ایک جنتی ہوگا۔ (عدنی)

ابن ابی عاصم نے ان سے ایک روایت نقل کی ہے، ان میں سب سے زیادہ گمراہ اور بدبخت وہ فرقہ ہوگا جو تشیع اختیار کرے گا یا جو شیعہ ہوگا۔

ابن عساکر نقل کرتے ہیں، حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی اور ان میں سے ہر ایک جہنم میں جائے گا سوائے ایک کے جو نجات پانے والا ہوگا۔ (اس روایت کی سند میں عطاء بن مسلم الخفار ہیں جو ضعیف ہیں)

انہی سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل اکہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے تھے جن میں سے ستر فرقے ہلاک ہو گئے اور صرف ایک فرقے نے نجات پائی اور میری امت بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گی جن میں ایک نجات یافتہ ہو گا اور بقیہ اکہتر ہلاک ہو جائیں گے۔ عرض کی گئی، وہ کون سا فرقہ ہو گا۔ آپ نے فرمایا: جس کی اکثریت ہو گی جس کی تعداد زیادہ ہو۔ (احمد)

انہی سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو گی اور ان میں سے ایک کے سوا سب جہنمی ہوں گے۔ وہ ایک فرقہ وہ ہو گا جس پر میں اور میرے صحابہ قائم ہیں۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: آج کے دن تم لوگ اپنے رب کی عطا کردہ ہدایت پر گامزن رہو۔ تم لوگ نیکی کا حکم کرتے ہو، گناہ سے روکتے ہو، اللہ تعالٰی کے راستے میں جہاد کرتے ہو۔ (کچھ عرصے بعد) تم (مسلمانوں) میں دو طرح کی غفلت نمودار ہو گی ایک جہالت کی اور دوسری زندگی سے محبت کی اور تم ان چیزوں کو ترک کر دو گے۔ دنیا کی محبت تم میں عام ہو جائے گی، پھر تم نہ تو نیکی کا حکم کرو گے اور نہ ہی برائی سے منع کرو گے اور نہ ہی اللہ تعالٰی کے راستے میں جہاد کرو گے۔ ایسے وقت میں کتاب و سُنّت پر قائم رہنے والے کا اجر پچاس صدیقوں کے برابر ہو گا۔ عرض کی گئی، یارسول اللہ! وہ صدیق ہم میں سے یا انہیں میں سے؟ آپ نے فرمایا: نہیں بلکہ جو تم میں سے پچاس صدیق ہیں ان کے برابر ہو گا۔ (حلیہ از ابو نعیم)

حضرت واثلہ بن الاسقع فرماتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اپنے ہم ملت لوگوں کی تکفیر نہ کرو اگرچہ وہ کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہو جائیں اور ہر امام کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو اور ہر مردے کا جنازہ بھی پڑھا کرو۔

ایک روایت میں ہے کہ اگرچہ وہ لوگ اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈالیں اور ہر امیر کے ساتھ مل کر جہاد کیا کرو۔ (ابن نجار)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نقل کردہ ایک روایت میں ہے: گناہ کے

سبب اہلِ قبلہ کی تکفیر نہ کرو، اگرچہ گناہِ کبیرہ ہی کیوں نہ ہوں۔ (طبرانی الاوسط)

ہشام بن عروۃ کی روایت میں ہے: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس نے اہل قبلہ کے بارے میں اپنی زبان کو روکے رکھا۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: عنقریب تم پر ایسے امراء مسلط ہوں گے کہ اگر تم ان کی نافرمانی کرو گے تو وہ تمہارے ساتھ جنگ کریں گے اور اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہیں گمراہ کر دیں گے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا، ہم کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: وہی جو عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب نے کیا تھا۔ انہوں نے لوگوں پر آرہ چلایا اور انہیں لکڑی پر اٹھایا۔ نافرمانی کی موت مرنے سے بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کی حالت میں موت آئے۔ (طبرانی، ابنِ عساکر)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی بھی شخص اس وقت تک مومن (کامل) نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش نفس اس چیز کے تابع نہ ہو جائے جو میں لے کر آیا ہوں۔

(حکیم، ابنِ نصر سجزی فی الابانۃ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: سُنّت کے مطابق قلیل عمل کرنا بدعت کے مطابق کثیر عمل کرنے سے بہتر ہے۔ (مسند اخبار از دیلمی، رافعی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کسی بدعتی شخص کی توبہ قبول نہیں فرماتا۔ (ابنِ فیل، طبرانی)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی بدعتی کی نماز، روزہ، صدقہ، حج، عمرہ، جہاد، انصاف کچھ بھی قبول نہیں کرتا۔ وہ شخص اسلام سے اس طرح نکل جاتا ہے جیسے آٹے سے بال نکل جاتا ہے۔

(ابنِ ماجہ)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:

بدعتی لوگ جہنم کے کتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اس امت کے آخری زمانے میں ایک ایسی قوم نمودار ہوگی جس کا نام روافض ہوگا اور وہ اسلام سے دُور ہوں گے۔ (احمد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اس امت کے آخری زمانے میں ایک قوم آئے گی جو رافضی کہلائے گی۔ وہ اسلام سے دُور ہوں گے۔ پس تم ان سے جنگ کرنا کیونکہ وہ مشرک ہوں گے۔

(عبد بن حمید، طبرانی)

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: بے شک تم اور تمہارا گروہ جنتی ہیں۔ عنقریب ایک قوم آئے گی جو رافضی کہلائے گی۔ جب تمہارا ان سے سامنا ہو تو ان سے جنگ کرنا کیونکہ وہ مشرک ہوں گے۔ (حلیہ از ابونعیم)

حضرت جندب البجلی فرماتے ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: تمہارا اس قوم کے بارے میں کیا خیال ہے جس کے قائدین تو جنتی ہوں گے لیکن ان کے پیروکار جہنمی۔ صحابہ نے عرض کی، اگرچہ وہ پیروکار اپنے قائدین کے اعمال کی طرح اعمال سرانجام دیتے ہوں۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اگرچہ وہ انہی کی طرح عمل کرتے ہوں۔ یہ (قائدین) تو اپنے نیک اعمال کے باعث جنت میں داخل ہوں گے اور (ان کے پیروکار) بدعات کے باعث جہنم میں جائیں گے۔ (سمویہ)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میرے خلفاء پر رحمت کرے۔ پوچھا گیا: آپ کے خلفاء کون ہیں؟ فرمایا: وہ لوگ جو میری سُنّت کو زندہ کریں گے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیں گے۔

(الابانہ از ابونصر السجزی، ابن عساکر)

حضرت عبیداللہ بن یزید فرماتے ہیں، جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے جب کبھی کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا اگر اس کا حل قرآن میں ہوتا تو آپ وہ بیان

کر دیتے۔ اگر نہ ہوتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی طرف رجوع کرتے اور اس کے مطابق حل تجویز کرتے۔ اور اگر حدیث میں بھی حل نہ ملتا تو اپنی رائے کے ساتھ اجتہاد کیا کرتے۔ (ابن سعد، احمد، عدنی، ابن جریر)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ نے دورانِ خطبہ ارشاد فرمایا: لوگو! خبردار رہو! دین وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے دو اصحاب (حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) نے بیان کر دیا۔ ہم اسی کو اختیار کریں گے اور اسی پر رک جائیں گے۔ اور جو ان دونوں حضرات کے علاوہ کسی اور کا طریقہ ہو تو میں اس سے بری الذمہ ہوں۔ (ابن عساکر)

حضرت خالد بن عرفطہ فرماتے ہیں، میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں عبدالقیس قبیلے کا ایک شخص آیا۔ حضرت عمر نے اس سے پوچھا: تم فلاں شخص ہو؟ اس نے کہا جی ہاں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پاس پڑی ہوئی نیزے کی لکڑی سے اسے مارا۔ اس نے پوچھا امیرالمومنین! میرا قصور کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گیا۔ پھر آپ نے پڑھا: بسم اللہ الرحمن الرحیم الر ○ تلک ایت الکتاب المبین ○ اللہ تعالیٰ کے فرمان لمن الغفلین تک یہ آیات اس پر پڑھائیں۔ پھر اسے تین مرتبہ ضرب لگائی۔ اس نے پوچھا جناب میرا قصور کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم ہی وہ شخص ہو جس کے پاس دانیال علیہ السلام کی کتاب کا نسخہ موجود ہے۔ اس نے کہا آپ حکم کریں میں اس کی تعمیل کروں گا۔ آپ نے فرمایا: جاؤ اور اسے روئی اور گرم پانی سے مٹا دو اور آئندہ نہ تو خود اسے پڑھنے کی کوشش کرنا اور نہ ہی کسی دوسرے شخص کو پڑھانے کی کوشش کرنا۔ اگر مجھے پتا چل گیا کہ تم نے خود اسے پڑھا ہے یا کسی دوسرے کو پڑھایا ہے تو پھر تمہاری خیر نہیں۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا: ایک دفعہ مجھے اہلِ کتاب کی ایک کتاب کا نسخہ ملا۔ میں اسے ایک چمڑے میں لپیٹ کر لے آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا: اس میں کیا ہے؟ اے عمر! میں نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم! (اہلِ کتاب کی) ایک کتاب کا نسخہ ہے۔ میں چاہ رہا تھا کہ اس کے ذریعے اپنے علم میں اضافہ کروں۔ تو چہرۂ مبارک پر غضب کے آثار نمودار ہوئے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رُخسار مبارک سُرخ ہوگئے۔ اسی اثناء میں جمعہ کی نماز کے لیے اذان دی گئی۔ انصار نے کہا تم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غضب ناک کر دیا ہے۔ پھر وہ لوگ منبرِ رسول ﷺ کے گرد اکٹھے ہو کر بیٹھ گئے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لوگو! مجھے جامع ترین اور اختتامی کلمات عطا کیے گئے ہیں اور میرے لیے اختصار کو پسند کیا گیا ہے۔ میں نے عرض کی: میں اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور آپ ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر شریف سے نیچے تشریف لائے۔

(مسند ابویعلیٰ، ابن ابی حاتم، ابن منذر، نصر المقدسی، سعید بن منصور)

حضرت جبیر بن نفیر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ ہی میں، میں ایک مرتبہ خیبر گیا۔ وہاں مجھے ایک یہودی ملا جس نے ایک بڑی عجیب بات کی۔ میں نے کہا جو تم نے کہا ہے کیا وہ تم مجھے لکھ کر دے دو گے۔ اس نے کہا ہاں کیوں نہیں! میں نے اسے ایک چمڑا دیا جس پر اس نے میرے لیے لکھنا شروع کر دیا۔ پھر جب میں واپس آیا میں نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ایک یہودی سے ملا جس نے ایک بات کہی جو میں نے آپ کے بعد کسی اور سے اتنی عجیب بات نہیں سنی تھی۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: شاید تم نے اسے لکھ لیا ہوگا۔ میں نے عرض کی، جی ہاں! آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لاؤ۔ میں جب لے کر آیا آپ نے فرمایا: بیٹھو اور پڑھ کر سناؤ۔ میں نے کچھ دیر پڑھا۔ پھر میں نے آپ کے چہرۂ انور کی طرف جو دیکھا تو وہ سُرخ ہو رہا تھا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: اہلِ رائے سے بچو کیونکہ وہ سُنّت کے دشمن ہیں۔ میں نے انہیں احادیث یاد کروائیں تاکہ وہ انہیں محفوظ رکھیں لیکن انہوں نے اپنی رائے کے مطابق فتویٰ دیا اور خود بھی گمراہ ہوئے

اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ (ابن جریر، اللالکائی، ابن عبدالبر، دار قطنی)

حضرت مجاہد سے مروی ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: قیاس کرنے والوں سے بچو۔ (احمد، ابو عبید)

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: تین چیزوں کی موجودگی میں کوئی بھی عمل قبول نہیں ہوتا: شرک، کفر، رائے۔ لوگوں نے عرض کی، امیرالمومنین رائے کیا ہے؟ فرمایا: اللہ کی کتاب اور سُنّت رسول ﷺ کو چھوڑ کر اپنی رائے پر عمل کرنا۔ (ابن بشران)

جزء بن کلیب فرماتے ہیں، میں نے دیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی بات کا اثبات کر رہے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کا انکار کر رہے تھے۔ میں نے پوچھا، اے علی رضی اللہ عنہ! کیا آپ دونوں میں سے ایک غلطی پر ہے۔ آپ نے فرمایا: ہم دونوں ہی ٹھیک ہیں لیکن ہم دونوں میں جس کی رائے زیادہ بہتر ہوگی وہ دین کے پیروکاروں کے لیے زیادہ مناسب ہوگی۔ (مسدد، ابو عوانہ، طحاوی)

سوید بن غفلہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ساتھ فرات کے کنارے چل رہا تھا، آپ نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: بنی اسرائیل میں باہم اختلاف ہوا اور ان کا اختلاف اس وقت تک جاری رہا جب تک انہوں نے دو اشخاص کو ثالث مقرر نہیں کیا لیکن وہ دونوں ثالث خود بھی گمراہ ہوئے اور انہیں بھی گمراہ کر دیا۔ بے شک اس امت میں بھی اختلاف ہوگا اور وہ بھی اس وقت تک جاری رہے گا جب تک وہ دو ثالث مقرر نہیں کریں گے، جب کر لیں گے تو وہ دونوں خود بھی گمراہ ہوں گے اور اپنے پیروکاروں کو بھی گمراہ کر دیں گے۔ (سنن بیہقی)

عبداللہ بن حسن فرماتے ہیں، حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے دونوں ثالثوں سے کہا تھا: میں تمہیں اس شرط پر ثالث تسلیم کر رہا ہوں کہ تم دونوں کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرو گے اور کتاب اللہ ہی کا فیصلہ میرے لیے قابل قبول ہوگا اور اگر تم نے کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ نہ کیا تو ہم تمہاری ثالثی قبول نہیں کریں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: میرے پاس جبریل آئے اور کہا اے محمد علیہ الصلوۃ والسلام! آپ کے بعد آپ کی امت میں اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ میں نے پوچھا: پھر اس کا حل کیا ہو گا؟ انہوں نے کہا، کتاب اللہ--- اسی کے ذریعے ہر جابر کے جبر سے بچا جا سکتا ہے۔ جس نے اسے مضبوطی سے تھام لیا وہ نجات پا گیا اور جس نے اسے ترک کر دیا وہ ہلاک ہوا۔ یہ قول فیصل ہے، ہنسی مذاق نہیں ہے۔ (ابن مردویہ)

حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر بیٹھ کر لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے سنا۔ وہ اکثریت سے الگ ہو جائیں گے یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں تفرقہ پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔ پس تم اسے قتل کر دینا کیونکہ اکثریت کو تائید الٰہی حاصل ہوتی ہے اور جو شخص جماعت مسلمین سے رتی بھر الگ ہوا، شیطان اس کا ساتھی ہوتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: جو شخص اپنا دین عمدہ رکھنا چاہتا ہے وہ سلطان سے راہ و رسم نہ بڑھائے، عورتوں سے تنہائی میں نہ ملے اور بدمذہبوں سے مخاصمہ نہ کرے۔

کتابِ علم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا: فرائض اور قرآن کا علم حاصل کیا کرو اور انہیں لوگوں کو سکھاؤ کیونکہ میں تو (ایک نہ ایک دن) وفات پا جاؤں گا۔ (ترمذی)

ایک اور روایت کے مطابق: اس عالم کی مثال جو فرائض کا علم نہ رکھتا ہو ایسی ہے جیسے ایک ٹوپی جو بغیر سر کے ہو۔ (ترمذی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث کی خاطر عبداللہ بن انیس سے ملنے کے لیے ایک ماہ کی مسافت کے برابر سفر کیا تھا۔ (بخاری)

حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: خدا کی قسم! اگر تمہاری وجہ سے ایک شخص بھی ہدایت پا جائے تو یہ تمہارے لیے سُرخ (قیمتی) اونٹوں (کے ملنے) سے زیادہ بہتر ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوہارون العبدی سے روایت ہے کہ ہم حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: مرحبا ان لوگوں کو جن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ لوگ تمہارے تابع ہیں اور وہ تمہارے پاس زمین کے دُور دراز حصّوں سے چل کر آئیں گے تاکہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کر سکیں۔ پس جب وہ تمہارے پاس آئیں تو تم انہیں بھلائی کی وصیت کرنا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مشرق کی طرف سے لوگ تمہارے پاس علم کے حصول کے لیے آئیں گے۔ جب وہ تمہارے پاس آئیں تو تم انہیں بھلائی کی تلقین کرنا۔

راوی کہتے ہیں کہ جب حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ ہمیں دیکھتے تو فرماتے: خوش آمدید! ان لوگوں کو جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی۔ (ترمذی)

حضرت یزید بن سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ سے بہت سی باتیں سنتا ہوں، مجھے ڈر ہے کہ میں انہیں بھول نہ جاؤں۔ آپ مجھے کوئی ایسی بات بتائیں جو جامع ترین ہو۔ آپ نے فرمایا: اپنے علم کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ (ترمذی)

ایک اور روایت کے مطابق: اور اس پر عمل بھی کرو۔ (رزین)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص کے پاس علم ہو اس کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ اس علم کو محض اپنے نفس تک محدود رکھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: لوگوں سے ان کے علم کے مطابق گفتگو کیا کرو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب شروع کردیں۔ (بخاری)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: جب بھی تم لوگوں سے ایسی بات کرو جو ان کے فہم و عقل سے ماورا ہو تو وہ بات انہیں فتنے میں مبتلا کردے گی۔

امام مالک فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سورۃ البقرہ کی تعلیم میں آٹھ برس صرف کیے۔ (موطا)

حضرت ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب بھی کوئی بات سنتیں اور وہ بات ان کی سمجھ میں نہ آتی تو وہ دوبارہ اسے سنتیں یہاں تک کہ بات مکمل طور پر سمجھ میں آجائے۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے علم کے دو برتن محفوظ کیے۔ ان میں ایک تو تمہارے سامنے بیان کر دیا اور اگر دوسرا بیان کر دوں تو میرا گلا کاٹ دیا جائے۔ (مشکوٰۃ بخاری)

جامع الاصول کے مصنف حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں، اگر تم لوگ یہاں تکیہ رکھ کے بیٹھ جاؤ اور اپنے ہاتھ سے اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا، پھر میں یہ گمان کروں کہ میں ایک ایسی بات کروں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو تو اس کے کہنے سے پہلے ہی وہ فریاد رسی کریں۔

صاحب جامع الاصول نے اس روایت کو بغیر کسی حوالے کے نقل کیا ہے جبکہ مشکوٰۃ شریف میں فصل رابع میں یہ حدیث ابن کثیر سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں:

میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت جمرۃ وسطیٰ کے نزدیک تشریف فرما تھے۔ لوگ آپ کے گرد اکٹھے ہو کر آپ سے مسائل دریافت کر رہے تھے۔ اتنے میں ایک شخص ان کے پاس آ کر رکا اور کہنے لگا کیا تمہیں فتویٰ دینے سے منع نہیں کیا گیا۔ آپ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا: کیا تم میرے نگران ہو اگر تم تکیہ پہ سر رکھ لو۔ الی آخر الحدیث۔

دارمی اور بخاری نے "لو وضعتم الصمصامہ" سے روایت کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: باطن کا علم اللہ کے رازوں میں سے ایک راز اور احکام میں سے ایک حکم ہے۔ وہ اسے اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہے ڈال دیتا ہے۔ (ابو عبدالرحمٰن سلمی، دیلمی)

ابن جوزی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے راویوں کے حالات معلوم نہیں۔

شیخ محقق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ ابن جوزی نے یہ بات محض تعصب کی بنیاد پر صوفیہ کی مخالفت میں کہی ہے کیونکہ اپنے زعم میں وہ امام ابو عبدالرحمٰن سلمی جو اکابر صوفیہ کے سرخیل ہیں کو وضع کے الزام سے متہم کرتے ہیں۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ اچانک آپ نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی۔ پھر فرمایا: ان اوقات میں علم لوگوں سے چھین لیا جائے گا اور وہ علم پر ہلکی سی قدرت بھی نہیں رکھیں گے۔ تو زیاد بن لبید الانصاری فرمانے لگے، ہم سے علم کس طرح سے چھینا جا سکتا ہے؟ ہم تو قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ خود بھی تلاوت کرتے رہیں گے اور اپنے بیوی بچوں کو بھی پڑھائیں گے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے زیاد! تیری ماں تجھے روئے، میں تو تمہیں مدینہ کے فقہاء میں شمار کیا کرتا تھا۔ یہ تورات اور انجیل بھی تو یہود و نصاریٰ کے پاس تھیں تو پھر کس چیز نے انہیں ان سے مستغنی کر دیا تھا۔ (جامع الاصول، مشکوٰۃ)

تاہم جامع الاصول کے آخر میں ہے کہ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداء سے یہ حدیث سننے کے بعد میں حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے بھائی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کیا حدیث بیان فرما رہے ہیں۔ پھر میں نے انہیں یہ حدیث سنائی۔ انہوں نے جواب دیا، میرے بھائی ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے۔ اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتا سکتا ہوں کہ لوگوں میں سے سب سے پہلے جو علم اٹھا لیا جائے گا وہ خشوع ہے۔ عنقریب ایسا ہو گا کہ تم جامع مسجد میں داخل ہو گے تو اس میں تمہیں ایک بھی ایسا شخص نہیں ملے گا جو عاجزی و انکساری کرنے والا ہو۔ (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ (ابن عدی، بیہقی، طبرانی، خطیب)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علم حاصل کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز، روزہ، حج اور جہاد فی سبیل اللہ سے افضل ہے۔ (طبرانی، ابن عبدالبر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: علم حاصل کرنا عبادت کرنے سے افضل ہے اور دین کا سرمایہ پرہیزگاری

ہے۔ (خطیب، ابن عبدالبر)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: عالم زمین میں اللہ کا سلطان ہے، پس جس نے اس کی مخالفت کی وہ ہلاک ہوا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: علماء اہل زمین کے لیے سورج کی حیثیت رکھتے ہیں اور وہ انبیاء کرام کے نائب ہیں اور وہ میرے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں۔ (ابن عدی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: علماء، انبیاء کے وارث ہیں۔ آسمان والے ان سے محبت کرتے ہیں اور جب وہ انتقال کر جائیں تو سمندر میں مچھلیاں قیامت تک ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتی ہیں۔ (ابن نجار)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمالے تو اسے دین کی سمجھ بوجھ عطا کرتا ہے۔ دنیا سے بے رغبت کر دیتا ہے اور اس کے عیوب اس کے سامنے نمایاں کر دیتا ہے۔ (بیہقی)

حضرت ابوذر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو علم کے حصول کے دوران ہی موت آجائے تو وہ شہادت کی موت مرتا ہے۔ (البزاز)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: علم حاصل کرو خواہ اس کے لیے تمہیں چین جانا پڑے۔ بے شک علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ (العقیلی، ابن عدی، شعب الایمان از بیہقی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: علم حاصل کرنے والا اللہ کے راستے پر چل رہا ہوتا ہے۔ (حلیہ از ابو نعیم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے فرمایا: علماء کے علم کا شہداء کے خون کے ساتھ وزن کیا گیا تو ان کا پلڑا جھک گیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: دین کی سمجھ بوجھ اور مسلمانوں کے ساتھ بھلائی کرنے والے سے زیادہ کوئی بندہ افضل نہیں ہے۔ (ابن نجار)

حضرت واثلہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: کوئی بھی چیز اس سے زیادہ ابلیس کی کمر توڑنے کا باعث نہیں بنتی کہ کوئی عالم کسی قبیلے میں جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: علماء کے پاس بیٹھنا عبادت ہے۔ (فردوس الاخبار از دیلمی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: کہ ایک مومن جب علم کا ایک حصہ حاصل کر لیتا ہے تو وہ اس شخص کی طرح ہوتا ہے جس نے خشوع و خضوع کے ساتھ ایک ہزار رکعت نماز پڑھی، علاوہ ازیں وہ اس علم پر عمل کرے یا نہ کرے۔ (ابن ماجہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: علماء کی عزت کیا کرو کیونکہ وہ انبیاء کے وارث ہیں۔ جو شخص ان کی عزت کرے گا اس نے گویا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عزت کی۔ (خطیب)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ہر چیز کا کوئی سردار ہوتا ہے اور اس دین کا سردار علم فقہ ہے۔ ایک فقیہ شخص شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہوتا ہے۔ (البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: زمین میں علماء کی مثال ایسے ہے جیسے آسمان میں ستارے، جن سے بحرو بر کی تاریکیوں میں لوگ ہدایت حاصل کرتے ہیں اور جب ستارے چھپ جائیں تو انسان بھٹک جاتا ہے۔ (مسند احمد)

حضرت جابر روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: عالم

ایک ساعت کے لیے اپنے بستر پر ٹیک لگا کر اپنے عمل میں غور و فکر کرنا (نظر کرنا) عابد کی ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (فردوس الاخبار از دیلمی)

حضرت سمرة رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: لوگ جس قسم کا صدقہ کرتے ہیں اس میں علم پھیلانے سے زیادہ افضل کوئی صدقہ نہیں۔ (طبرانی، ابن نجار)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص نے بچپن میں علم حاصل نہ کیا اور بڑا ہو کر سیکھنا شروع کیا اور پھر وہ مرگیا تو وہ شہادت کی موت مرا۔

(ابن نجار)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: علم کے حصول میں صبح و شام صرف کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی راہ میں جہاد کرنے سے افضل ہے۔ (ابن نجار، ابن عساکر)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے علم حاصل کیا اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے اسے سکھایا تو وہ شخص آسمانی فرشتوں کے ہاں عظیم لکھا جاتا ہے۔ (الدیلمی)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: جس شخص نے کتاب اللہ کی ایک آیت کا علم حاصل کیا تو وہ آیت قیامت کے دن اس شخص کا استقبال کرے گی اور اس کے چہرے پر مسکراہٹ لائے گی۔

(طبرانی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کی سمجھ بوجھ حاصل کی تو اللہ تعالیٰ اس کے رزق اور غموں کا اس طرح خیال رکھے گا جس کا اسے گمان بھی نہ ہوگا۔ (الرافعی)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان چالیس باتوں کے بارے میں پوچھا جن کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ میری امت سے جو شخص ان کو یاد کرلے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں

نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کونسی ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ، یوم آخرت، ملائکہ، انبیاء، مرنے کے بعد زندگی، اچھی یا بری تقدیر کے منجانب اللہ ہونے پر ایمان رکھنا، اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، بہترین وضو کے ساتھ صحیح وقت پر نماز ادا کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کی روزے رکھنا، اگر مال ہو تو بیت اللہ الحرام کا حج کرنا، دن اور رات میں بارہ رکعت ادا کرنا، وتر پڑھنا اور کبھی بھی انہیں ترک نہ کرنا، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی، یتیم کا مال ظلماً کھانا، شراب پینا، زنا کرنا، اللہ کے نام کی جھوٹی قسم کھانا، جھوٹی گواہی دینا، خواہش نفس پر عمل کرنا، اپنے بھائی کی غیبت کرنا، پاک دامن عورت پر تہمت لگانا، اپنے مسلمان بھائی کو دھوکہ دینا، کسی پستہ قامت شخص کو چھوٹا کہنا تاکہ اس کی عیب جوئی کرسکو، کسی شخص کا مذاق اڑانا، اپنے بھائیوں کی چغل خوری کرنا (ان سب باتوں سے بچنا)، اللہ کی نعمتوں پر اس کا شکر کرنا اور آزمائش اور مصیبت کے وقت صبر اختیار کرنا، اللہ تعالیٰ کے عتاب سے اپنے آپ کو محفوظ تصوّر کرنے سے بچنا، رشتہ داروں سے قطع تعلق نہ کرنا اور ان سے صلہ رحمی سے پیش آنا، اللہ کی مخلوق میں کسی پر بھی لعنت نہ بھیجنا، اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل و تکبیر کثرت سے کرنا، جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں حاضر رہنا اور جان لینا کہ جو کچھ تمہیں ملنا ہے وہ مل کے رہے گا اور جو نہیں ملنا وہ کبھی بھی نہیں مل سکتا اور کسی بھی حال میں قرآن کی قراءت مت چھوڑنا۔ (ابن مندہ، ابن بابویہ رازی، ابن عساکر، رافعی)

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور انصار کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا، یہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ابوجہل کا بیٹا ہے۔ انہوں نے اس بات کی شکایت حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے کی۔ آپ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: انسان معادن (کانوں) کی طرح ہوتے ہیں۔ ان میں جو زمانہ جاہلیت میں بہترین تھے وہ زمانہ اسلام میں بھی بہترین ہیں جب انہیں سمجھ آجائے (یعنی اسلام قبول کرلیں) نیز کسی مسلمان کو کسی

کافر کی وجہ سے اذیت نہ دی جائے۔ (ابنِ عساکر)

حضرت بہز بن حکیم رضی اللہ عنہ اپنے دادا جان کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: جس نے علماء کا استقبال کیا اس نے میرا استقبال کیا اور جس نے علماء کی زیارت کی اس نے (گویا) میری زیارت کی اور جو علماء کے ساتھ بیٹھا وہ گویا میرے ساتھ بیٹھا اور جو میرے ساتھ بیٹھا وہ گویا میرے رب کے ساتھ بیٹھا۔ (الرافعی)

حضرت ابوامامہ اور حضرت واثلہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ علماء کو اکٹھا کرے گا اور فرمائے گا: میں نے اپنی حکمت تمہارے دلوں میں اس لیے تو نہیں ڈالی تھی کہ تمہیں عذاب دوں، تم جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (ابنِ عدی، ابنِ عساکر)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں: عالم کا گناہ ایک گناہ ہوتا ہے جبکہ جاہل کا گناہ دو گناہ ہوتے ہیں۔ عالم کو صرف گناہ کے ارتکاب کی سزا دی جائے گی، جبکہ جاہل کو گناہ کے ارتکاب اور علم حاصل نہ کرنے کی سزا دی جائے گی۔ (دیلمی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: میری امت کے بہترین لوگ اس کے علماء ہیں۔ بہترین علماء رحماء ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ کسی جاہل کا ایک گناہ معاف کرنے سے پہلے عالم کے چالیس گناہ معاف فرماتا ہے اور بے شک ایک رحمدل عالم قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کا نُور اس کے ساتھ اتنے حصے کو روشن کر رہا ہو گا جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے، جیسے ایک انتہائی چمک دار ستارہ روشن ہوتا ہے۔ (ابو نعیم)

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اگر مجھ پر کوئی ایسا دن آ جائے جس میں میرے علم میں اضافہ نہ ہوا ہو تو میں اللہ تعالیٰ کا مزید قرب حاصل نہ کر سکوں اور نہ ہی اس دن کے نکلنے میں میرے لیے برکت نازل کی جائے۔ (ابو نعیم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عہدِ رسالت مآب علیہ الصلوۃ والسلام میں دو بھائی تھے جن میں سے ایک حرفت کا کام کرتا تھا جبکہ دوسرا خدمتِ اقدس میں حاضر رہ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے علم حاصل کرتا رہتا۔ ایک مرتبہ کاریگر بھائی نے اپنے بھائی کی شکایت حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے کی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا: ہو سکتا ہے کہ اسی کے باعث تمہیں بھی رزق مل رہا ہو۔ (ترمذی)

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ایسا علم جس سے نفع (علم) حاصل کیا جائے ایک ہزار عابدوں سے بہتر ہے۔ (دیلمی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: علم کی مثال ایک خزانے کی سی ہے جسے علماء ہی جانتے ہیں، ان کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جب وہ کلام کریں تو اللہ تعالیٰ کے دشمن کے علاوہ کوئی ان کا انکار نہیں کرتا۔ (الدیلمی)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کوئی شخص اس وقت تک کامل فقیہ نہیں بن سکتا جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر لوگوں کو ناپسند کرنا شروع نہ کر دے یہاں تک کہ اپنے آپ کو سب سے زیادہ ناپسند کرے۔ (خطیب)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: جو شخص میری طرف سے علم یا کوئی بات تحریر کر دے تو جب تک وہ علم یا حدیث باقی رہے گی، اس شخص کے لیے اجر و ثواب لکھا جاتا رہے گا۔

(ابنِ عساکر)

حضرت ابوبکر بن ابوموسیٰ الاشعری روایت کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے جواب دیا، آپ سے علمی مسئلہ میں گفتگو کرنا تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

اس وقت؟ انہوں نے کہا یہی مناسب ہے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہوئے اور دونوں حضرات کافی دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ آخر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی، امیرالمومنین! نماز (تہجد)، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نماز ہی پڑھ رہے ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ)

امام زہری فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس بوڑھے اور جوان قاریوں سے بھری ہوتی تھی۔ بعض اوقات آپ ان سے مشورہ مانگا کرتے اور فرماتے: تم میں سے کسی شخص کی کم سنی اسے مشورہ دینے سے باز نہ رکھے کیونکہ علم کم سنی یا کبر سنی کے باعث نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے اسے عطا فرما دیتا ہے۔ (ابن عبدالبر، البیہقی)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: دین، عربی زبان اور حُسنِ عبارت (طرزِ تحریر و کلام) میں سمجھ بُوجھ پیدا کرو۔ (ابو عبید)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: (قیامت کے دن) عالم اور عابد کو زندہ کیا جائے گا۔ پھر عابد کو کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ اور عالم سے کہا جائے گا آج تم اسی طرح لوگوں کی شفاعت کرو جیسے (دنیا میں) ان کے اخلاق سنوارتے تھے۔ (دیلمی)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اے عویمر! اے ابوالدرداء! اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب قیامت کے دن تمہیں کہا جائے گا کہ تم عالم ہو یا جاہل۔ اگر تم نے کہا کہ عالم ہو تو پوچھا جائے گا تم نے اپنے علم پر کتنا عمل کیا؟ اور اگر تم نے کہا کہ جاہل ہو تو کہا جائے گا کہ تمہارے پاس کیا عُذر ہے اپنی جہالت کا؟ کیا تُم نے علم حاصل نہیں کیا؟ (ابن عساکر)

حضرت محمد بن ابو تیلہ فرماتے ہیں، ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو خط لکھا جس میں علم کی بابت ان سے سوال کیا تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ

عنہما نے جواباً تحریر کیا: تم نے مجھے علم کے متعلق خط لکھا تھا۔ علم اس سے بہت بڑی چیز ہے کہ میں اس کی بابت تمہاری طرف کچھ تحریر کروں۔ لیکن اگر تو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے تو اپنی زبان مسلمانوں کے مقابلے سے روکے رکھ، اپنی پشت ان کے خون سے بھاری نہ ہونے دے، ان کا مال تیرے پیٹ میں نہ جانے پائے اور ان کی جماعت (یعنی ان کے ساتھ مل کے رہنا) اپنے اوپر لازم کرلے۔ (ابنِ عساکر)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کبھی بھی علم حاصل کرنے والوں کو دیکھتے تو ارشاد فرماتے: تمہیں خوش آمدید، اے حکمتوں کے سرچشمو! تاریکیوں کے چراغو! پرانے کپڑوں اور نئے دل والو! اور ہر قبیلے کے لیے باعثِ راحت۔ (دیلمی)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: علم کے ساتھ سو جانا جہالت کے ساتھ اجتہاد کرنے سے بہتر ہے۔ جان لو کہ دین کی بربادی تین اشخاص کی بدولت ہو سکتی ہے: (۱) فاجر فقیہ، (۲) جابر امام، (۳) جاہل مجتہد۔ (آدم بن ابی ایاس)
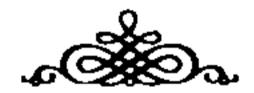
علم کی آفت اور جو شخص علم پر عمل نہ کرے اس کی وعید کے بیان میں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: دین کی آفت تین شخصیتوں کے باعث ہے--- گناہگار فقیہ، ظالم حکمران اور جاہل مجتہد۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے اپنی امت کے بارے میں تین چیزوں کا خوف ہے--- عالم کے پھسلنے کا، منافق کا قرآن کے متعلق جھگڑا کرنے کا اور تقدیر کو جھٹلانے کا۔

(طبرانی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: علماء اس وقت تک (علوم) رسالت کے امین ہیں جب تک وہ سلطان کا قرب حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں اور دنیا میں نہ کھو جائیں۔ پس جب وہ سلطان کے قریب ہو جائیں تو ان سے بچو اور جب وہ دنیا میں گھر جائیں تو انہوں نے رسولوں کے ساتھ خیانت کی، لہٰذا تم ان سے بچو۔ (العسکری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: وہ عالم جو لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دے اور اپنا آپ بھولا رکھے، اس

کی مثال (چراغ کی) بتی کی سی ہے، جس سے دوسرے لوگ روشنی حاصل کرتے ہیں۔ لیکن (اس کا اپنا مقدر) محض جلنا ہے۔ (طبرانی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ شدید عذاب اس عالم کو دیا جائے گا جسے اس کا علم نفع نہ دے سکے۔

(ابو داؤد طیالسی، سنن سعید بن منصور، ابن عدی، بیہقی)

انہی سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر عالم دنیا اور جاہل آخرت سے نفرت کرتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے اس کے علم کے متعلق بھی سوال کرے گا جیسے کہ اس کے مال کے متعلق پوچھے گا۔ (طبرانی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: بے شک قیامت کے روز اللہ تعالیٰ امیوں کو معافی عطا فرما دے گا۔

حضرت ولید بن عتبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اہلِ جنت میں سے کچھ لوگ اہل جہنم پر مطلع ہوں گے اور ان سے پوچھیں گے کہ تم کیوں جہنم میں داخل ہوئے، حالانکہ قسم بخدا! ہم تو تم ہی سے سیکھ کر جنت میں داخل ہوئے ہیں۔ تو وہ جواب دیں گے کہ ہم کہا کرتے تھے لیکن خود عمل نہیں کرتے تھے۔ (طبرانی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں: کوئی بھی شخص اس وقت تک عالم نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے سے بڑے عالم سے حسد کرنے، اپنے علاوہ دوسروں کو حقیر سمجھنے اور علم کے ذریعے اس کی قیمت وصول کرنے سے باز نہ رہے۔ (دارمی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: دو قسم کے لوگ جب صحیح ہو جائیں تو تمام لوگ ٹھیک ہو جاتے ہیں اور اگر وہ خراب ہو جائیں تو تمام لوگ خراب ہو جاتے ہیں۔ (۱) علماء، (۲) امراء۔ (حلیہ از ابو نعیم)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی بندہ پڑھے اور دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرے، پھر سلطان کے دروازے پر آئے، اس کی چاپلوسی کرنے کے لیے اور انعام کے لالچ میں تو وہ اپنی خطا کے مطابق جہنم کی آگ میں ڈوبے گا۔ (ابو شیخ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص عمل کی بجائے کسی اور مقصد کے لیے علم حاصل کرے وہ گویا اپنے رب کے ساتھ مذاق کرنے والا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لیے علم حاصل کیا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔ (ترمذی)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اپنے بعد مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ خوف اس بات کا ہے کہ ہر منافق شخص زبان (حسن کلام) کا ماہر ہوگا (یعنی اس کا علم اس کے دل میں تاثیر پیدا نہیں کرے گا) (طبرانی، شعب الایمان)

حضرت ابو عثمان النہدی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو منبر پر بیٹھ کر یہ فرماتے ہوئے سنا: منافق عالم سے بچو۔ لوگوں نے عرض کی، کوئی منافق کیسے عالم ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ بات حق بیان کرتا ہے لیکن عمل باطل سرانجام دیتا ہے۔ (شعب الایمان از بیہقی، ابن نجار)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا جب وہ حلقہ در حلقہ مساجد میں اکٹھے ہوں گے۔ ان کا مقصد دنیا کے سوا کچھ نہیں ہوگا اور اللہ (کی رضامندی کی) انہیں کوئی حاجت نہ ہوگی۔ پس تم ان کے ساتھ نہ بیٹھنا۔ (ابن عساکر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: عنقریب میری امت کے آخر میں ایسی اقوام آئیں گی جو مساجد کو سجائیں گی

اور ان کے دل ویران ہوں گے۔ ان میں کوئی شخص اپنے لباس کی بنیاد پر متقی ہوگا' نہ کہ دین کی بنیاد پر۔ جب ان کی دنیا ٹھیک ہو جائے گی تو انہیں اس بات کی پرواہ نہیں ہوگی کہ ان کے دین کی حالت کیسی ہے؟ (ابن عساکر)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: بے شک جہنم میں ایک چکی ہے جس میں علماء سوء کو پیسا جائے گا۔

(ابن عدی' ابن عساکر)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: جس شخص نے اپنے علم کی بدولت لوگوں کو رسوا کیا' اللہ تعالیٰ اس کو اپنی مخلوق میں سننے والوں میں رسوا کر دے گا اور اس کو حقیر اور چھوٹا بنا دے گا۔

(ابن مبارک' احمد' ہناد' طبرانی' ابو نعیم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب میری قوم کا ایک گروہ کتاب اور دودھ کے باعث ہلاک ہو جائے گا۔ لوگوں نے عرض کی' اہل کتاب کون ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: وہ لوگ کتاب کا علم اس لیے حاصل کریں گے تاکہ اس کے ذریعے اہل ایمان سے جھگڑا کر سکیں۔ پوچھا گیا' اور دودھ والے کون ہوں گے؟ جواب ملا: وہ لوگ جو شہوات کی پیروی کرتے ہیں اور نماز ضائع کر دیتے ہیں۔ (ابن عساکر' شعب الایمان)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان ہے: جو چاہو علم حاصل کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس علم کا نفع اس وقت تک نہیں دے گا جب تک تم اس پر عمل نہیں کرو گے۔ (ابن عساکر)

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: قاریوں کے فخر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو کیونکہ وہ لوگ جابر لوگوں سے بھی زیادہ فخر کرنے والے ہوتے ہیں اور اپنے آپ پر فخر کرنے والے قاری سے زیادہ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ نہیں ہے۔

ایک اور روایت کے مطابق متکبر قاری سے زیادہ کوئی بھی شخص اللہ تعالیٰ کو

ناپسند نہیں ہے۔

(دیلمی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان ہے: لوگوں پر ایک ایسا وقت بھی آئے گا کہ وہ قرآن کا علم حاصل کریں گے۔ اس کے حروف اکٹھے کریں گے لیکن اس کی حدود توڑ دیں گے۔ بربادی ہے ان کے جمع کرنے پر اور بربادی ہے ان کے حدود پار کرنے پر۔ جمع کرنے والے کہلانے کے سب سے زیادہ حقدار وہ لوگ ہوں گے جن پر قرآن کا ہلکا سا اثر بھی دکھائی نہ دے۔

(ابو نعیم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: مجھے اپنی امت میں سب سے زیادہ خوف اس بات کا ہے کہ لوگ قرآن کی غلط تاویل کیا کریں گے۔

(ابن ابی شیبہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اے حاملین علم! اپنے علم پر عمل کرو۔

فصل

علمِ نجوم، علمِ انساب اور علومِ عربیہ کا بیان

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: علم نجوم اتنا حاصل کرو کہ اس کے ذریعے تم تاریکی میں صحیح راستہ اختیار کر سکو، پھر اسے ترک کر دو۔

(ابنِ مردویہ، دار قطنی)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جس نے علمِ نجوم حاصل کیا اس نے جادو کے ایک شعبے کا علم حاصل کیا۔ اس میں پھر وہ جو چاہے اضافے کرے۔

(احمد، ابوداؤد، ابنِ ماجہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ستاروں کو دیکھنے والا (علم نجوم کی گہرائی میں جانے والا) اس شخص کی مانند ہے جو سورج کی ٹکیہ کی طرف دیکھے جب کبھی نظر زیادہ کرے گا اس کی بینائی جاتی رہے گی۔

(دیلمی)

ربیع بن سبرۃ الجہنی کہتے ہیں کہ جب شام فتح ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سفر شام کا ارادہ کیا تو میں بھی آپ کے ساتھ نکل پڑا۔ جب آپ نے رات کے وقت چلنے کا ارادہ کیا تو میں نے چاند کو دیکھا، وہ مقامِ ویران (چاند کی ایک منزل جو برج ثور کے پانچ ستاروں پر مشتمل ہے) میں تھا۔ میں نے چاہا کہ اس بات کا تذکرہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کروں۔ پھر خیال آیا کہ آپ ستاروں کے ذکر کو پسند نہیں فرمائیں گے۔ میں نے عرض کی، اے ابو حفص رضی اللہ عنہ! (حضرت عمر کی کنیت) ذرا چاند کو ملاحظہ فرمائیں آج رات کیسا خوبصورت اور مکمل ہے۔ آپ نے دیکھا کہ وہ مقامِ ویران میں ہے تو فرمایا: میں سمجھ گیا ہوں تم کیا بتانا چاہتے ہو۔ اے ابنِ سبرۃ! تم کہتے ہو کہ چاند مقامِ ویران میں ہے (لہٰذا ہمیں سفر نہیں کرنا چاہیے) قسم بخدا! ہم سورج یا چاند کے سہارے نہیں، بلکہ اللہ واحد قہار کے سہارے سفر کر رہے ہیں۔

(خطیب، ابنِ عساکر)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے مجھے علم نجوم سیکھنے سے منع فرمایا اور وضو میں پانی خوب بہانے (اچھی طرح وضو کرنے) کا حکم دیا ہے۔ (خطیب)

حضرت عبداللہ بن عوف راوی ہیں کہ جب حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم مقام انبار سے اہل نہروان کی طرف چلے تو مسافر بن عوف نے عرض کی، امیر المومنین اس وقت سفر نہ کریں۔ دن کا مزید کچھ حصہ گزر جانے کے بعد چلیں۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیوں؟ اس نے کہا اس لیے کہ اگر آپ اس وقت سفر کریں گے تو آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو مصیبت اور نقصان عظیم کا سامنا کرنا پڑے گا اور اگر آپ اس وقت سفر کریں جس کا میں نے آپ کو مشورہ دیا ہے تو فتح و کامرانی آپ کے قدم چومے گی اور سلامت رہیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نجومی نہیں تھے اور آپ کے بعد ہمارا بھی نجوم سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کیا تم جانتے ہو کہ اس گھوڑی کے پیٹ میں کیا ہے! اس نے کہا اگر میں کوشش کروں تو جان جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا: جو تمہاری اس بات کی تصدیق کرے گا وہ قرآن کو جھٹلانے والا ہوگا کیونکہ فرمانِ الٰہی ہے: بے شک قیامت کب آئے گی؟ بارش کب ہوگی؟ (مادہ کے) پیٹ میں کیا ہے؟ کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ الایہ۔ آخر میں کہا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نجومی نہیں تھے اور نہ ہی آپ کے بعد علم نجوم سے ہمارا کوئی تعلق ہے۔ اور اللہ

تعالیٰ نے ہمارے لیے قیصر و کسریٰ کے اور دوسرے تمام شہر فتح کیے ہیں۔ لوگو! اللہ پہ توکل کرو اور اسی سے ڈرو، بے شک وہی تمہارے لیے کافی ہے۔ (حارث، خطیب)

انہی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ سفرِ جہاد کے لیے نکلنے لگے تو آپ کے اتھیوں میں سے کسی نے کہا کہ آج کے دن سفر نہ کرو، فلاں دن سفر کرنا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو میں تمہیں قتل کر دیتا۔ ہم حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ رہے ہیں لیکن آپ سے ایسی کوئی بات نہیں سنی۔ (کہ فلاں دن سفر کرو اور فلاں دن نہ کرو) (سیوطی)

حضرت ابن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے اور لوگوں کو دیکھا کہ وہ ایک شخص کے گرد اکٹھے ہیں۔ آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے عرض کی، بہت بڑا صاحب علم ہے۔ آپ نے پوچھا: کس چیز کا علم رکھتا ہے؟ تو لوگوں نے عرض کی، یہ شخص اہل عرب کے نسبوں، شاعری اور ان کے اختلاف کا سب سے بڑا عالم ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ ایسا علم ہے جس کا (آخرت میں) کوئی نفع نہیں اور اگر اسے حاصل نہ کیا جائے تو کچھ نقصان نہیں۔ (دیلمی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ السلام نے فرمایا ہے: انساب کے ماہرین (عام طور پر) جھوٹ بولتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ان کے درمیان بہت سی صدیاں حائل ہیں۔" (ابن سعد، ابن عساکر)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان نقل کرتے ہیں: صرف اتنا نسب کا علم حاصل کرنا تمہارے لیے کافی ہے جس کے ذریعے تم اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی سے پیش آؤ، پھر اس علم کو ترک کر دو اور عربی زبان بھی صرف اتنی حاصل کرو جس کے ذریعے تم کتابِ الٰہی کے معانی کا علم حاصل کر سکو، پھر اسے بھی چھوڑ دو۔ (ابن عبدالبر)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عہد رسالت میں اور عہد خلافت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں قصے بیان نہیں کیے جاتے تھے۔

سب سے پہلے اس کا آغاز تمیم داری نے کیا۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی کہ وہ لوگوں کو کھڑے ہو کر قصص و واقعات سنایا کریں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اجازت دے دی۔ (عسکری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: کہ سب سے پہلے جس شخص نے مسجد میں چراغ جلائے وہ تمیم داری ہیں۔ (ابو نعیم)

حضرت ابوالاسود الدیلمی فرماتے ہیں کہ میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ اس وقت سوچ بچار میں مشغول تھے۔ میں نے پوچھا، امیرالمومنین! آپ کیا سوچ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں نے اس شہر میں لوگوں کو غلط زبان بولتے ہوئے سنا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ایک کتاب لکھوں جس میں عربی زبان کے قواعد بیان کیے جائیں۔ میں نے عرض کی، اگر آپ یہ کام کرلیں تو ہمارا ایک بہت بڑا مسئلہ حل ہو جائے گا اور یہ زبان ہم میں ہمیشہ موجود رہے گی۔ ابوالاسود فرماتے ہیں، پھر اس کے تین دن بعد میں دوبارہ حاضر خدمت ہوا تو آپ نے مجھے ایک صحیفہ دیا جس میں تحریر تھا: "بسم اللہ الرحمن الرحیم کلام کی تین قسمیں ہیں: اسم، فعل، حرف۔ اسم وہ لفظ جو کسی چیز کا نام ہو، فعل وہ جو کسی چیز کی حرکت کا اظہار کرے، حرف وہ جسے ایسے معنی کے لیے بنایا گیا جن پر اسم اور فعل کا اطلاق نہ ہو سکے۔"

پھر آپ نے فرمایا: اے ابوالاسود! اسے لو، اس میں غور و فکر کر کے جو مناسب سمجھو اس میں اضافہ کرو۔ بے شک اشیاء تین قسم کی ہوتی ہیں: (۱) ظاہر، (۲) پوشیدہ، (۳) وہ جو نہ تو ظاہر ہوں اور نہ ہی پوشیدہ اور علماء کی فضیلت کی بنیاد وہی اشیاء ہیں جو نہ تو ظاہر ہوں اور نہ ہی پوشیدہ۔

ابوالاسود فرماتے ہیں، میں نے پھر ان میں کچھ اشیاء کا اضافہ کر کے اس کو آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ ان میں سے حروفِ ناصبہ بھی تھے۔ ان میں سے میں نے اِنّ، لنّ، لیت، لعل، کان بیان کیے اور لکن ذکر نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا: تم نے اسے کیوں چھوڑ دیا؟ میں نے کہا، میرے خیال میں وہ ان حروف میں سے نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا: یہ انہی میں سے ہے، پھر آپ نے اس حرف کو ان میں شامل کر دیا۔

(امالی ابو القاسم الزجاجی)

ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک اعرابی نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ قرآن سکھا رہا تھا اور یوں پڑھ رہا تھا: ان اللہ بری من المشرکین ورسولہ (ل پر زیر پڑھ رہا تھا) اعرابی نے اسے کہا کہ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ نے اس طرح تو قرآن اپنے رسول پر نازل نہیں کیا۔ اس آدمی نے اسے روکا۔ اعرابی رک گیا اور اس نے کہا کہ میرے اور تمہارے درمیان حضرت عمر رضی اللہ عنہ فیصلہ کریں گے اور وہ اس شخص کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا۔ اس شخص نے کہا اے امیرالمومنین! میں ایک شخص کو قرآن کی تعلیم دے رہا تھا تو اس نے یہ آیت مجھے اس طرح پڑھتے سنا اور بولا اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اس طرح اپنے نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر نازل نہیں کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اعرابی نے ٹھیک کہا ہے۔ رسولہ میں لام پر زبر پڑھنا چاہیے۔ (ابن الانباری)

حضرت ابو الاسود الدیلمی کی صاحبزادی فرماتی ہیں، ایک مرتبہ میں اپنے والد کے پاس کھڑی ہوئی تھی کہ میں نے کہا: ما احسن السماء (آسمان کی سب سے خوبصورت چیز کیا ہے) انہوں نے جواب دیا: ستارے۔ میں نے کہا میں آسمان کی خوبصورتی پر تعجب کا اظہار کر رہی ہوں۔ تو میرے والد نے کہا: پھر تمہیں چاہیے کہ یوں کہو ما احسن السماء۔ (یعنی دونوں پر زبر پڑھو)

فصل

کتابت حدیث کے بارے میں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم کہتے ہو کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کثرت سے حدیثیں روایت کرتا ہے اور کیا وجہ ہے کہ مہاجرین و انصار ابو ہریرہ کی سی حدیثیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت نہیں کرتے۔ درحقیقت میرے مہاجرین بھائی جس وقت بازاروں میں سودے بازی میں مشغول ہوتے ہیں، میں اس وقت بھرے پیٹ کے ساتھ خدمتِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوتا۔ پس جب وہ غائب ہوتے تو میں حاضر ہوتا اور جب وہ بھول جاتے تو میں یاد رکھتا۔ اور میرے انصاری بھائی بھی اپنے کاروبار میں مشغول ہوتے تھے جبکہ میں صفہ کے رہنے والوں میں سے ایک مسکین آدمی تھا تو میں وہ چیز محفوظ کر لیتا جو وہ بھول جاتے۔

ایک اور روایت کے مطابق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں دو آیتیں نازل نہ کرتا تو میں کبھی بھی کوئی حدیث بیان نہ کرتا۔ فرمانِ الٰہی ہے:

ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینت والھدی۔ — بے شک وہ لوگ جو ہماری بیان کی ہوئی ہدایت اور گواہیوں کو چھپاتے ہیں۔

(الی آخر الایہ) (بخاری، مسلم)

بخاری شریف کی ایک اور روایت کے مطابق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں عرض کی، میں آپ سے بہت سی احادیث سنتا ہوں اور پھر بھول جاتا ہوں۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اپنی چادر پھیلاؤ۔ میں نے پھیلائی۔ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں سے تھام کر فرمایا: اسے اپنے سر پر لپیٹ لو۔ میں نے لپیٹ لیا، تو پھر اس کے بعد میں کبھی بھی کوئی چیز نہیں بھولا۔

بخاری و مسلم کی ایک روایت کے مطابق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ کثرت کے ساتھ حدیثیں بیان کرتا ہے۔ اللہ کی قسم! میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کوئی جھوٹی بات بیان نہیں کرتا تاکہ تم ہدایت پا جاؤ اور میں خود گمراہ ہو جاؤں۔ (مشکوۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کوئی بھی شخص ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سوا مجھ سے زیادہ حدیثیں بیان نہیں کرتا اور وہ بھی صرف اس لیے کہ وہ حدیث لکھ لیا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔ (بخاری، ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو بات بھی سنتا، لکھ لیتا تاکہ بعد میں اسے یاد کر لوں۔ تو قریش میں سے بعض لوگوں نے مجھے ڈرایا کہ تم ہر بات لکھ لیتے ہو، حالانکہ تقاضائے بشریت کے تحت غصہ یا خوشی کے عالم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے کچھ بھی نکل سکتا ہے۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں، میں اس کے بعد ایسا کرنے سے رک گیا یہاں تک کہ ایک مرتبہ میں نے یہ بات حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے بیان کی تو آپ نے انگلی مبارک سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: تم سب کچھ لکھا کرو، مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اس منہ سے حق کے علاوہ کوئی اور بات نکل ہی نہیں سکتی۔ (ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار کے ایک شخص کو خدمت اقدس میں حاضر ہونے کا موقع ملا۔ پس اس نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام

سے ایک بات سنی جو اسے بہت عجیب لگی لیکن وہ اسے یاد نہیں رکھ سکا۔ تو اس نے اس بات کی شکایت حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے کی اور عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں نے آپ سے ایک بات سنی جو مجھے بہت حیرت انگیز لگی لیکن میں اسے یاد نہیں رکھ سکا۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: تم اس معاملے میں اپنے ہاتھ سے مدد لیا کرو اور آپ نے تحریر کی طرف اشارہ فرمایا (یعنی لکھ لیا کرو)۔
(ترمذی)

علم یا حدیث کو لکھنے کی احادیث بہت زیادہ ہیں، البتہ بعض روایات ایسی بھی ہیں جن میں قرآن کے علاوہ کسی اور چیز کی کتابت سے منع کیا گیا ہے۔

مطلب بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملنے آئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے ایک حدیث کے بارے میں پوچھا جس کا انہوں نے جواب دیا تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ اس کو لکھ لے۔ تو حضرت زید بن ثابت نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم حدیثیں تحریر نہ کیا کریں۔ تو امیر معاویہ نے اسے مٹا دیا۔
(ابوداؤد)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: قرآن کے علاوہ مجھ سے سنی ہوئی کوئی بھی بات لکھا نہ کرو۔

ایک اور روایت میں ہے: میری کوئی بات بھی تحریر نہ کیا کرو اور اگر قرآن کے علاوہ کوئی بات تحریر کر لے تو اسے مٹا دو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے اجازت مانگی کتابت حدیث کی تو آپ نے اجازت عطا نہیں فرمائی۔ (ترمذی)

ممکن ہے کہ زمانہ آغاز میں کتابت حدیث سے اس لیے منع کیا گیا ہو تاکہ قرآن اور غیر قرآن آپس میں خلط ملط نہ ہو جائیں۔ واللہ اعلم۔

حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تاریخ لکھنے کا آغاز کیا۔ آپ نے اپنی خلافت کے تیسرے سال کے

درمیان میں حضرت علی بن ابی طالب کے مشورہ سے ۱۶ھ کی تاریخ لکھوائی۔

(تاریخ بخاری، ابن عساکر)

امام شعبی کہتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا: آپ کی طرف سے آنے والے خطوط پر تاریخ لکھی ہوئی نہیں ہوتی، آپ ان پر تاریخ ڈال دیا کریں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مشورہ کیا۔ بعض نے کہا کہ بعثت نبوی کے سال سے آغاز کیا جائے۔ بعض نے کہا وفات نبوی سے آغاز کیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم سن ہجرت سے اس کا آغاز کریں گے کیونکہ ہجرت ہی حق اور باطل کے درمیان یادگار تاریخی واقعہ ہے۔

(تاریخ ابن عساکر)

ابن سیرین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ایک شخص یمن سے آیا اور اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ میں نے یمن میں ایک چیز دیکھی جسے وہ لوگ تاریخ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ وہ سال تحریر کرتے ہیں اور مہینہ لکھتے ہیں کہ یہ والا مہینہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ بہت اچھا طریقہ ہے۔ اس سے آگے شعبی کی روایت کے مطابق ہے، البتہ! اس میں اس بات کا اضافہ ہے---
لوگوں نے کہا ہم کون سے مہینے سے اپنے سال کا آغاز کریں۔ بعض نے کہا، رجب سے کیونکہ زمانہ جاہلیت میں یہ بہت عظمت والا مہینہ سمجھا جاتا تھا۔ بعض نے کہا رمضان۔ بعض نے کہا ذوالحج۔ بعض نے کہا جس مہینے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکلے تھے۔ بعض نے کہا جس مہینے آپ علیہ الصلوۃ والسلام مدینہ تشریف لائے تھے۔ حضرت عثمان نے کہا: محرم سے آغاز کرو کیونکہ وہ حرمت والا مہینہ ہے اور عددی اعتبار سے بھی پہلا مہینہ ہے اور اسی ماہ میں لوگ حج کر کے واپس لوٹتے ہیں۔ تو سال کا آغاز محرم سے کیا گیا۔ یہ واقعہ سن ۱۷ھ ربیع الاول کے مہینے میں پیش آیا۔

(تاریخ ابن ابی خیثمہ)

پہلی فصل

کتاب الطہارۃ

(طہارت اور نظافت کے فضائل کے بیان میں)

حضرت ابومالک اشعری سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:
صفائی نصف ایمان ہے۔ الی آخرہ۔ (مشکوۃ، مسند احمد، مسلم، ترمذی)
امام احمد اور نسائی کی روایت کے مطابق: وضو کرنا نصف ایمان ہے۔
(مسند احمد، نسائی)

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: حالت پاکی میں سونے والا، اس روزہ دار کی طرح ہے جو شب زندہ دار بھی ہو۔ (فردوس الاخبار از دیلمی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ پاکیزہ عبادت گزار سے محبت کرتا ہے۔ (خطیب)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اسلام پاکیزہ ہے، لہٰذا تم بھی پاکیزگی اختیار کرو اس لیے کہ پاکیزہ لوگ ہی جنت میں داخل ہوں گے۔ (المعجم الاوسط للطبرانی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: جہاں تک ہو سکے پاکیزگی اختیار کرو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی بنیاد

پاکیزگی ہی پر رکھی ہے اور جنت میں پاکیزہ لوگ ہی داخل ہوں گے۔

(ابوالصعالیک الطرطوسی فی حزبہ)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان منقول ہے: اپنے جسموں کو پاک کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں پاک کرے گا۔ بے شک جو شخص پاکی کی حالت میں رات بسر کرتا ہے، اس کے ساتھ ایک فرشتہ بھی بغیر کسی وقفے کے ساری رات یہ دعا کرتا ہے: اے اللہ! اس بندے کی مغفرت فرمادے چونکہ اس نے پاکی کی حالت میں رات بسر کی ہے۔ (طبرانی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: برتن کا دھونا اور صحن کی طہارت دونوں بے پروائی پیدا کر دیتی ہیں۔

حضرت عمار بن یاسر سے فرمانِ رسالتِ مآب ﷺ منقول ہے: مندرجہ ذیل اشیاء فطرت میں داخل ہیں--- کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، مونچھیں کٹوانا، ناخن ترشوانا، بغل کے بال اکھیڑنا، (موئے زیرِ ناف) مونڈنا، پوروں (انگلیوں) کا دھونا، استنجا کرنا، ختنہ کروانا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! ان دونوں کپڑوں کو دھو دو کیونکہ کپڑا بھی تسبیح کرتا ہے لیکن جب وہ ناپاک ہو جائے تو اس کی تسبیح منقطع ہو جاتی ہے۔

(خطیب، ابنِ عساکر)

پہلی فصل

فضائلِ وضو

حضرت ابو العالیہ سے روایت ہے کہ بندے سے سب سے پہلے طہارت کے بارے میں حساب لیا جائے گا۔ پس اس کی نماز (کا حکم) اس کی طہارت کی مانند ہو گا اور اگر اس کی نماز درست نہ ہوئی تو اس کے جملہ اعمال (کا حکم) بھی اس کی نماز جیسا ہو گا۔ (ابوداؤد)

حضرت شریح بن ہانی سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس نے عمدگی کے ساتھ طہارت کی اور پھر مسجد کی طرف چلا تو وہ وضو باقی رہنے تک حالت نماز میں شمار ہو گا۔ (عبدالرزاق)

حضرت حمران سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو وضو کروایا، پس آپ نے نماز کے لیے وضو فرمایا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس نے وضو کیا اور اچھے طریقے سے طہارت حاصل کی تو اس کے تمام سابقہ گناہ دُور (معاف) کر دیئے جائیں گے۔ پھر اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے گویا ہوئے: اے فلاں! کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنے تین ساتھیوں سے اس بات کی تصدیق کروائی اور ان حضرات نے کہا کہ ہم نے یہ بات سنی بھی ہے اور محفوظ بھی رکھی۔ (اسے حارث نے نقل کیا اور اس کی سند میں اسماعیل بن ابراہیم بن مہاجر ضعیف ہے)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عثمان نے وضو کے لیے (پانی) منگوایا اور اس وقت آپ کے نزدیک حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ آپ نے تین مرتبہ وضو فرمایا اور پھر ان حضرات کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح وضو نہیں فرمایا تھا جیسے میں نے کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا: ہاں!

(ابو یعلیٰ، مسدد)

انہی سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین تین مرتبہ وضو کیا، پھر فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح وضو فرمایا جیسے میں نے وضو کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری طرح وضو کیا، پھر دو رکعت نماز پڑھی اور اس دوران بھلائی کے سوا کوئی بات نہ کی تو اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (المعجم الاوسط للطبرانی)

ایک روایت میں ہے کہ جس نے اس طرح وضو کیا تو اس کے تمام سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اس کی نماز اور اس کا مسجد کی طرف چلنا بھی نفل شمار ہو گا۔

(مسلم)

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا، حالانکہ آپ بہت کم کلام فرماتے تھے: جس نے یوں وضو کیا جیسے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اسی طرح نماز پڑھی جیسے ادائیگی کا حکم دیا گیا تو وہ اپنے گناہوں سے یوں پاک ہو جائے گا جیسے اس دن تھا جب اس کی والدہ نے اسے جنا۔

پھر آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت سے اس بارے میں شہادت طلب کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یونہی فرمایا تھا تو انہوں نے کہا: ہاں!

(حلیہ از ابو نعیم)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: جو بندہ وضو میں اچھے طریقے سے پانی بہاتا ہے تو اس کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (النسائی)

(ابوبکر المروزی نے اس حدیث کو اپنی اس تالیف میں نقل کیا جس میں انہوں نے دو احادیث نقل کی ہیں جن میں اگلے پچھلے تمام گناہوں کی مغفرت کی بشارت دی گئی ہے اور محدثین کے نزدیک اس کی سند کے راوی ثقہ ہیں)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ اس دوران ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور عرض کی، اے اللہ کے رسول! علیہ الصلوۃ والسلام میں نے ایک ایسی خطا کی ہے جس کے باعث مجھ پر حد لازم آتی ہے، لہٰذا آپ مجھ پر حد جاری فرمائیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ اس نے پھر اپنی بات دہرائی۔ اسی اثناء میں نماز کا وقت ہوگیا اور آپ نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی، پھر آپ مڑے اور اشارہ فرمایا۔ جب تم گھر سے نکلے تھے تو کیا تم نے اچھی طرح سے وضو کیا تھا۔ اس نے عرض کی، جی ہاں! فرمایا: پس اللہ تعالٰی نے تیری حد کی (ایک روایت میں) گناہ کی مغفرت فرما دی ہے۔ (ابن عساکر، مشکوۃ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں میں نے عرض کی، آپ نے اپنے جن امتیوں کو دیکھا ہی نہیں، انہیں (قیامت کے دن) کیسے پہچانیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ روشن پیشانیوں (چہروں) والے ہوں گے جو وضو کے اثرات سے چمک رہی ہوں گی۔ (ابن ابی شیبہ)

حضرت شہر بن حوشب سے روایت ہے کہ میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: اگر میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک، دو، تین، چار، یہاں تک کہ آپ نے سات کا ذکر کیا، بار بار نہ سنی ہوتی تو میں تمہارے سامنے کبھی بھی بیان نہ کرتا۔ میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان بندہ اچھی طرح وضو کرے اور نماز کی ادائیگی کے لیے جائے تو اس کی آنکھ، کان، ہاتھوں اور پاؤں سے تمام گناہ نکل جاتے ہیں۔

(ابن زنجویہ)

دوسری فصل

وضو کے واجبات

(یہ باب وضو کے فرائض اور اس کی سنتوں پر مشتمل ہے)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی بے وضو ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی نماز اس وقت تک قبول نہیں کرے گا جب تک وہ وضو نہ کر لے۔ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

حضرت انس اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ طہارت کے بغیر نماز کو اور دھوکے کے مال میں سے دیئے جانے والے صدقے کو قبول نہیں فرماتا۔ (مسلم، ابن ماجہ)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے وضو نہیں کیا اس کی نماز نہیں ہوتی اور جو شخص وضو کے آغاز میں اللہ کا نام نہ لے اس کا وضو نہیں ہوتا۔ (احمد، طحاوی، ابن عساکر، طبرانی)

اس حدیث کو طبرانی نے حضرت ابوبسرۃ کے حوالے سے اور ابن عساکر نے اسماء بنت سعید بن زید کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: جس شخص نے وضو کے آغاز میں اللہ کا نام لے لیا (بسم اللہ پڑھ لی) تو اس کا سارا جسم پاک ہو جائے گا اور جس نے بسم اللہ پڑھے بغیر وضو کیا اس کا صرف وہی حصہ پاک ہو گا جو وضو کے مقامات میں

شامل ہے۔ (دار قطنی، ابوالشیخ، بیہقی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: جب کوئی شخص بیدار ہو تو اسے چاہیے کہ اپنا ہاتھ ہرگز برتن میں نہ ڈالے تاآنکہ اسے تین مرتبہ دھو نہ لے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کا ہاتھ رات بھر کہاں رہا؟

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: جب کوئی شخص سو کر اٹھے تو اپنا ہاتھ تین مرتبہ دھو لے قبل اس کے کہ وہ اپنا ہاتھ کسی برتن میں ڈالے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کا ہاتھ رات بھر کہاں رہا؟

ایک اور روایت میں الفاظ کا تھوڑا سا اختلاف ہے اور تین مرتبہ کا ذکر نہیں ہوا۔ (صحاحِ ستہ)

حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے مروی ہے، عبد خیر فرماتے ہیں: حضرت علی ہمارے پاس تشریف لائے حالانکہ آپ نماز پڑھ چکے تھے، لیکن پھر بھی آپ نے وضو کے لیے پانی منگوایا۔ ہم نے کہا نماز تو آپ پڑھ ہی چکے ہیں تو پھر پانی منگوانے کا مقصد ہمیں وضو کی تعلیم دینا ہی ہوگا۔ پس ایک برتن لایا گیا جس میں پانی تھا اور ساتھ میں ایک طشت بھی تھا۔ پس آپ نے اپنے داہنے ہاتھ پر پانی انڈیلا اور دونوں ہاتھوں کو تین مرتبہ دھویا۔ پھر آپ نے اسی ہاتھ کے ساتھ تین مرتبہ کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، پھر اپنا چہرہ تین مرتبہ دھویا۔ پھر دایاں اور بایاں ہاتھ دھوئے تین تین مرتبہ، پھر اپنا ہاتھ برتن میں ڈالا اور ایک مرتبہ سر کا مسح کیا۔ پھر تین مرتبہ دایاں پاؤں دھویا اور تین مرتبہ بایاں پاؤں۔ پھر فرمایا: جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وضو کے متعلق جاننا چاہے تو وہ اس طرح وضو کرے۔

یہ حدیث تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ متعدد روایات کی صورت میں ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں منقول ہے تاہم جملہ روایات سے تمام اعضاء کا تین مرتبہ دھونا اور سر کا مسح ایک مرتبہ کرنا ثابت ہوتا ہے۔

جبکہ بعض روایات میں امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے منقول ہے

(فراغت وضو کے بعد) آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا: لاؤ مجھے دو۔ میں نے پانی کا وہ برتن آپ کی طرف بڑھایا جس میں آپ کے وضو کا بقیہ پانی موجود تھا۔ آپ نے وہ بقیہ پانی کھڑے کھڑے نوش فرمایا۔ میں بڑا حیران ہوا۔ آپ نے مجھے حیران دیکھ کر فرمایا: حیران نہ ہو کیونکہ میں نے تمہارے نانا جان کو یہی کرتے ہوئے دیکھا ہے جو تم مجھے کرتے دیکھ رہے ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح وضو کیا اور اس کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر نوش فرمایا۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

ایک اور روایت میں عبد خیر کے حوالے سے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت ہے: ایک مرتبہ ایک کرسی لائی گئی اور آپ اس پر تشریف فرما ہوئے۔ پھر پانی کا برتن منگوایا اور پانی اپنے ہاتھوں پر انڈیلا۔ پھر کلی کی، ناک میں پانی ڈالا، ایک ہاتھ سے تین تین مرتبہ، پھر دونوں بازو کہنیوں تک تین مرتبہ دھوئے، پھر تھوڑا سا پانی لے کر ایک مرتبہ سر کا مسح کیا پیشانی سے لے کر سر کے آخری حصے تک۔ (راوی کہتے ہیں) مجھے یاد نہیں کہ پھر ہاتھوں کو واپس لائے تھے یا نہیں۔ اس کے بعد آپ نے دونوں پاؤں تین تین مرتبہ دھوئے۔

چند دیگر روایات میں یہی روایت الفاظ کے تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ منقول ہے۔ البتہ! ایک روایت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آپ نے وضو سے فارغ ہو کر باقی بچا ہوا پانی نوش فرمایا تھا۔ (ترمذی)

حضرت حمران روایت کرتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وضو کے لیے برتن منگوایا۔ پہلے اپنے دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھوئے، پھر دایاں ہاتھ برتن میں ڈال کر تین تین مرتبہ کلی کی۔ ناک میں پانی ڈالا اور چہرہ دھویا اور دونوں ہاتھ کہنیوں تک تین مرتبہ دھوئے، پھر ایک مرتبہ سر کا مسح کیا۔ آخر میں دونوں پاؤں ٹخنوں تک تین تین مرتبہ دھوئے، پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے۔

یہ حدیث دیگر روایات سے بھی مروی ہے اور سب روایات میں یہی موجود ہے کہ تمام اعضاء تین تین مرتبہ دھوئے جائیں گے اور مسح ایک مرتبہ کیا جائے گا

سوائے ایک روایت کے، اس کے مطابق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسح بھی تین مرتبہ کیا تھا اور فرمایا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح کیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، ایک مرتبہ آپ نے وضو کیا۔ پہلے ایک چلو پانی لے کر کلی کی، پھر ناک میں پانی ڈالا، پھر ایک چلو پانی لے کر اپنا دایاں ہاتھ دھویا، پھر ایک چلو لے کر بایاں ہاتھ دھویا۔ پھر سر کا مسح کیا، پھر دایاں پاؤں دھویا اور پھر بایاں پاؤں دھویا۔ پھر فرمایا: میں نے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ (بخاری شریف)

ایک اور روایت انہی سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک مرتبہ تمام اعضاء دھوئے تھے، زیادہ مرتبہ نہیں۔ (ابوداؤد)

ایک اور روایت میں ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے تین مرتبہ تمام اعضاء دھوئے اور ایک مرتبہ سر اور کانوں کا مسح کیا۔

امام نسائی کی روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دونوں ہاتھ دھوئے، پھر ایک ایک مرتبہ کلی کی، ناک میں پانی ڈالا اور دونوں ہاتھوں کو دھویا۔ سر اور کانوں کا مسح کیا اور دونوں پاؤں دھوئے۔

انہی سے ایک اور روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح وضو فرمایا: آپ نے چلو میں پانی لیا، اس سے کلی کی، ناک میں پانی ڈالا، پھر ایک چلو لیا اور اس سے دایاں ہاتھ دھویا، پھر ایک چلو لے کر بایاں ہاتھ دھویا، پھر آپ نے سر کا مسح کیا، پھر کانوں کا۔ اندرونی حصے میں شہادت کی انگلی کے ساتھ اور بیرونی حصے میں انگوٹھوں کے ساتھ مسح کیا۔ پھر آپ نے ایک چلو لے کر دایاں پاؤں دھویا اور ایک اور چلو لے کر بایاں پاؤں دھویا۔ (نسائی)

امام ابوداؤد کی سیدنا عبداللہ بن عباس سے نقل کردہ روایت کے مطابق:

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک ایک مرتبہ تمام امور سرانجام دیئے۔ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم الانصاری سے فرمائش کی گئی کہ آپ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرح وضو کر کے دکھائیں۔ آپ نے برتن

منگوایا۔ اس میں سے پانی دونوں ہاتھوں پر انڈیل کر دونوں ہاتھوں کو تین مرتبہ دھویا۔ پھر آپ نے تین مرتبہ کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ پھر آپ نے چہرے کو تین مرتبہ دھویا، پھر دونوں ہاتھ کہنیوں تک دو مرتبہ دھوئے۔ پھر آپ نے اپنا چہرہ تین مرتبہ دھویا۔ پھر سر کا مسح کیا، دونوں ہاتھوں سے آگے سے لے کر پیچھے تک۔ پھر دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے۔ پھر فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو کرنے کا یہی طریقہ ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے سر کے آغاز سے مسح کا آغاز کیا اور دونوں ہاتھ پچھلی طرف آخر تک لے کر گئے، پھر وہ دونوں ہاتھ واپس اسی مقام تک لائے جہاں سے آغاز کیا تھا۔

ایک روایت انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو ہم نے سنہری رنگ کے ایک برتن میں پانی پیش کیا۔ آپ نے وضو فرمایا، چہرۂ مبارک تین مرتبہ دھویا اور دونوں ہاتھوں کو دو دو مرتبہ۔

موطا کی روایت کے مطابق: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کے لیے پانی منگوایا اور اسے اپنے دونوں ہاتھوں پر انڈیلا۔ پس آپ نے دونوں ہاتھوں کو دو دو مرتبہ دھویا، پھر آپ نے کلی کی، ناک میں پانی ڈالا اور چہرہ دھویا تین تین مرتبہ، پھر آپ نے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دو دو مرتبہ دھویا۔ (الموطا)

ترمذی کی روایت کے مطابق: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا، پس آپ نے چہرہ دھویا اور دونوں ہاتھ دو مرتبہ دھوئے۔ پھر سر کا مسح کیا اور دونوں پاؤں دھوئے۔ (ترمذی)

نسائی کی روایت کے مطابق آپ نے یوں وضو فرمایا: چہرہ تین مرتبہ دھویا، دونوں ہاتھ اور پاؤں دو دو مرتبہ اور سر کا مسح دو مرتبہ کیا۔ (نسائی)

ترمذی کی روایت کے مطابق ہے کہ آپ نے اپنے سر کا مسح کیا اس پانی کے ساتھ جو ہاتھوں کا بچا ہوا نہیں تھا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے وضو کے لیے پانی منگوایا تو پس ایک ایک مرتبہ وضو کیا اور فرمایا: اتنا وضو کرنا لازمی ہے اور جس نے اتنا وضو بھی نہ کیا تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں کرے گا۔ پھر آپ نے دو دو مرتبہ وضو کیا اور فرمایا: جو اس طرح وضو کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے دُگنا اجر عطا فرمائے گا۔ پھر آپ نے تین تین مرتبہ وضو کیا اور فرمایا: یہ میرا اور مجھ سے پہلے کے نبیوں کا وضو ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو مرتبہ وضو کیا۔ (ترمذی، ابوداؤد)

امام ترمذی کے بیان کے مطابق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تین تین مرتبہ وضو کرنا بھی منقول ہے۔ (ترمذی)

ثابت بن صفیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنائی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک مرتبہ، دو دو مرتبہ اور تین تین مرتبہ وضو فرمایا، تو انہوں نے جواب دیا: ہاں!

ایک اور روایت کے مطابق ثابت کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کیا آپ کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک مرتبہ ہی وضو کیا ہے تو آپ نے جواب دیا: ہاں! (ترمذی) امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ روایت پہلی روایت سے زیادہ صحیح ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے آپ ﷺ کے سامنے وضو کیا اور اپنے پاؤں میں ناخن کے برابر جگہ نہیں دھوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو حکم دیا واپس جاؤ، اچھی طرح وضو کرو اور پھر نماز پڑھو۔ (ابوداؤد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ ایک شخص نے وضو کیا اور اس کے پاؤں میں ناخن جتنی جگہ خشک رہ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی توجہ اس حصہ کی طرف مبذول

کروائی اور ارشاد فرمایا: واپس جاؤ اور اچھی طرح وضو کرو۔ تو وہ شخص واپس گیا، دوبارہ وضو کیا اور پھر نماز ادا کی۔
(مسلم)

حضرت خالد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایت کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حالت نماز میں ملاحظہ فرمایا درآنحالیکہ اس کے پاؤں میں ایک درہم کی مقدار جگہ وضو کے دوران خشک رہ گئی تھی۔ تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے اسے دوبارہ وضو کرنے اور نماز پڑھنے کا حکم دیا۔
(ابوداؤد)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک مرتبہ سفر کے دوران (کسی وجہ سے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے۔ اور پھر ہم آپ تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے تو ہماری نماز کا وقت ختم ہوا چاہتا تھا۔ ہم نے وضو کرنا شروع کیا اور (جلدی میں) پاؤں پر مسح کرنا شروع کیا۔ تو آپ نے بلند آواز سے پکارا: بربادی ہے ان ایڑھیوں کی جو جہنم میں جائیں گی۔ دو مرتبہ یا تین مرتبہ فرمایا۔ (مسلم)

امام بخاری کی نقل کردہ روایت کے مطابق عصر کی نماز کا وقت ختم ہوا چاہتا تھا۔

ایک اور روایت کے مطابق عصر کی نماز کا وقت تھا۔

ایک اور روایت میں بددعا کے الفاظ تھوڑے سے مختلف ہیں البتہ معنی و مفہوم ایک ہی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے (وضو میں) ایڑھی نہیں دھوئی تھی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ بربادی ہے ان ایڑھیوں کے لیے جو جہنم میں جائیں گی۔

ایک اور روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: خوب اچھی طرح وضو کرو چونکہ میں نے حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بربادی ہے ان ایڑھیوں کے لیے جو آگ میں جائیں گی۔ (امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی نے اسی حدیث کو مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص سر کا مسح بھول جائے اور بعدازاں اسے یاد آئے تو اگر اس کی داڑھی میں پانی کے قطرات موجود ہوں تو اسے چاہیے کہ انہیں لے کر سر پر مسح کرلے۔ تو یہ بات اس کے لیے کفایت کر جائے گی اور اگر نہ پائے تو وضو بھی دوبارہ کرے اور نماز کا بھی اعادہ کرے۔ (المعجم الاوسط للطبرانی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خلال کیا کرو کیونکہ یہ پاکیزگی (کی نشانی) ہے اور پاکیزگی ایمان کی طرف بلاتی ہے اور ایمان، صاحب ایمان کے ساتھ جنت میں ہوگا۔

(المعجم الاوسط للطبرانی)

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں سے وضو اور کھانے میں خلال کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت نازل کرے کیونکہ فرشتوں کے نزدیک ناپسندیدہ ترین بات یہ ہے کہ کوئی شخص حالتِ نماز میں ہو اور اس کے دانتوں کے درمیان کھانے کی کوئی چیز پھنسی ہوئی ہو۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: جس شخص نے انگلیوں کے درمیان پانی کے ساتھ خلال نہیں کیا تو قیامت کے روز اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے درمیان آگ سے خلال فرمائے گا۔ (طبرانی، دار قطنی)

حضرت لقیط بن صبرہ سے روایت ہے، جب تم وضو کرو تو انگلیوں کے درمیان خلال کرلیا کرو۔ (ترمذی، ابن عساکر)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: جب تم وضو کرو تو ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کے درمیان خلال کیا کرو۔ (ترمذی، ابن عساکر)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور عرض کی کہ جب آپ وضو فرمائیں تو داڑھی میں خلال فرمالیا کریں۔ (ابن ابی شیبہ، ابوداؤد)

حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے وضو کے دوران تین مرتبہ ڈاڑھی میں خلال فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، البغوی)

ایک اور روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے پاس جبرئیل آئے اور عرض کی کہ آپ کا رب آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی الفنیک کو دھویا کریں۔ میں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ جبرئیل نے جواب دیا: ذقن (ٹھوڑی)۔ (عبدالرزاق)

تیسری فصل

تنبیہات

(اس فصل میں ہم مختلف مسائل میں ائمہ کا اختلاف نقل کریں گے)

(۱) پہلا اختلاف اس حدیث کے بارے میں ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: جب کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو وہ اپنا ہاتھ برتن میں نہ ڈالے۔ (الحدیث)

علماء کا اتفاق ہے کہ کلائیوں تک ہاتھ دھونا وضو کے آغاز میں مسنون یا مندوب ہے، واجب نہیں ہے کیونکہ اس کی بنیاد ایک موہوم سے شائبہ پر ہے اور اصل کے اعتبار سے ہاتھ اور پانی پاک ہوتے ہیں۔

امام احمد علیہ الرحمتہ کے مذہب کے ائمہ کی ایک جماعت ہاتھ دھونے کے وجوب اور اگر ہاتھ ڈال دیئے تو پانی نجس ہو جائے گا۔ اگر ہاتھ زخمی ہو یا خارش زدہ ہو یا اس کے علاوہ کوئی خرابی ہو کیونکہ اس بارے میں امر شرعی موجود ہے۔

اکثر فقہاء کا مختار یہی ہے کہ یہ واجب نہیں ہے کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اذا قمتم الی الصلوہ — جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اپنے

فاغسلوا وجوھکم۔ — چہرے دھولو۔

اس حکم میں نیند سے بیدار ہونے والا بھی شامل ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہاں ابتداء میں ہاتھ دھونے کا حکم تو صادر نہیں کیا ہے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ندب کے لیے ہوگا اور ایسا کرنا سنت کہلائے گا۔ اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے وضو

کے ناقلین نے یہ بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دونوں بازو دو یا تین بار دھویا کرتے تھے لیکن آغاز میں ہاتھ دھونے کا ذکر ان روایات میں موجود نہیں ہے' لہٰذا اس کا مطلب یہی ہوا کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام بعض اوقات اسے ترک بھی کر دیا کرتے تھے۔

(۲) دوسرا مسئلہ وضو کے آغاز میں بسم اللہ پڑھنے کا ہے اور یہ بھی بالاتفاق سنت ہے۔ امام احمد علیہ الرحمتہ سے اس بارے میں دو روایات ہیں۔ آپ کے مذہب کے ائمہ میں سے امام خلال فرماتے ہیں۔ جبکہ آپ کے مذہب کے بہت سے ائمہ کی رائے یہ ہے کہ ایسا کرنا واجب ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے۔ امام بخاری کہتے ہیں' اس بارے میں سب سے بہترین چیز حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ امام اسحٰق کہتے ہیں کہ یہ صحیح ترین ہے۔

جمہور کی رائے میں اس سے مراد فضیلت کی نفی ہے نہ کہ جواز کی۔ جیسا کہ اس کی مثالوں میں یہ بات پہچانی جا سکتی ہے اور جمہور اپنی رائے کے حق میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی استدلال کرتے ہیں "جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اپنے چہرے دھو لیا کرو"۔ اس میں تسمیہ کا ذکر موجود نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی دوسری حدیث سے کمال ثابت ہوتا ہے اور یہ اس کے سنت یا مستحب ہونے کی نشانی ہے۔ باوجود اس کے کہ اس بارے میں نقل کردہ تمام روایات ضعیف ہیں۔ اس پر ہم نے شرح میں تفصیل سے کلام کیا ہے۔

(۳) تیسرا مسئلہ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا ہے۔

چھوٹی اور بڑی دونوں طہارتوں میں ایسا کرنا امام احمد بن حنبل کے نزدیک واجب ہے۔ امام دار قطنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا حکم دیا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ دونوں طہارت کبریٰ میں واجب ہیں

اور صغریٰ میں نہیں ہیں اور آپ سے یہ بھی روایت ہے کہ صرف ناک میں پانی ڈالنا واجب ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اس فرمان کی بدولت کہ جو شخص وضو کرے وہ ناک میں پانی ڈالے۔

دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے چہرہ دھونے کا حکم دیا اور اس میں کوئی قید ذکر نہیں کی اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی تعلیم اور عمل کے ذریعے اس فرمانِ الٰہی کی تشریح و وضاحت کی اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے کلی بھی کی اور ناک میں پانی بھی ڈالا اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ بات منقول نہیں ہے کہ آپ نے ان کو کبھی ترک کیا ہو، حالانکہ آپ جواز کی وضاحت کے لیے بعض اوقات کم از کم پر بھی اکتفا کر لیتے تھے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مرتبہ وضو کرنا ہے اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے تصریح فرمائی ہے کہ "اللہ تعالیٰ اس کے بغیر نماز قبول نہیں کرتا"۔

ابوداؤد شریف کی حدیث میں ہے: جب تم وضو کرو تو کلی کر لو۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا حکم دیا ہے۔

امام شافعی کے نزدیک کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا دونوں طرح کی طہارت میں سُنّت ہے، کیونکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان ہے: دس باتیں فطرت میں سے ہیں اور فطرت کی تشریح سُنّت سے کی گئی ہے اور سُنّت سے مراد انبیاء کرام کی سُنّت یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سُنّت ہے۔

اور ہمارے نزدیک یہ دونوں وضو میں سنت اور غسل میں واجب ہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا اس امر پر مواظبت فرمانا سنت ہونے کی دلیل ہے اور بعض روایات میں منقول ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کو ترک بھی فرمایا ہے۔

صحیح مسلم شریف کی ایک روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالے بغیر وضو کیا اور فرمایا: میں نے

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(مسلم، جامع الاصول، ابوداؤد)

ابوداؤد کی روایت میں کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر نہیں ہے، اسی لیے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ دونوں باتیں سنت ہیں لیکن غسل میں ہم دونوں کو احتیاطاً واجب کریں گے کیونکہ منہ اور ناک ایک اعتبار سے ظاہر کے حکم میں ہیں اور ایک اعتبار سے باطن کے حکم میں اور غسل کے لیے مبالغے کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

باقی رہی بات کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کی کیفیت کی تو امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک تین چلوؤں کے ساتھ کلی اور ناک میں پانی ڈالا جائے گا یعنی ایک ہی چلو سے پہلے کلی کرے گا اور پھر ناک میں پانی ڈالے گا۔ اسی طرح ملا کے ایک مرتبہ، دو مرتبہ اور پھر تیسری مرتبہ کرے گا۔

ہمارے نزدیک تین چلوؤں کے ساتھ ساتھ تین مرتبہ کلی کرے گا اور پھر تین مرتبہ چلو میں پانی لے کر تین مرتبہ ناک میں ڈالے گا الگ الگ کر کے۔

اس بارے میں حدیث کے الفاظ مختلف ہیں۔ ان میں سے اکثر میں ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے دونوں ہاتھ دھوئے، پھر کلی کی، ناک میں پانی ڈالا، پھر چہرہ دھویا، پھر دونوں بازو دھوئے۔ اس سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ کلی اور ناک میں پانی ملا کے ڈالا جائے اور بعض میں پھر آپ نے کلی کی اور پھر ناک میں پانی ڈالا۔ اور بعض میں پھر آپ نے کلی اور پھر پانی ڈالا تین مرتبہ، پھر چہرہ دھویا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا الگ الگ کیا جائے گا۔

اور مشکوٰۃ شریف کی روایت میں ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے تین مرتبہ کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا تین چلوؤں کے ساتھ۔

اس میں دونوں صورتوں کا احتمال موجود ہے، ملانے کا بھی اور الگ الگ دھونے کا بھی۔ اور بعض روایات میں ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک ہی چلو کے ساتھ کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔

اس بات کا احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اس

طرح کیا ہو اور دوسری مرتبہ دھویا۔ بعض اوقات دو مرتبہ اور بعض اوقات تین مرتبہ دھویا تاکہ امت کے لیے وُسعت اور آسانی پیدا ہوسکے۔

اور حضرت طلحہ بن مصرف اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے وضو کیا اور تین مرتبہ کلی کی۔ تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا اور ہر مرتبہ نیا پانی لیا۔ (طبرانی، ابوداؤد)

سنن ابی داؤد کی ایک اور روایت میں ہے: میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام اس وقت وضو کر رہے تھے اور پانی آپ کے چہرۂ مبارک اور داڑھی مبارک سے بہہ کر سینہ مبارک پر گر رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے لیے الگ الگ پانی لیتے تھے۔

امام بغوی روایت کرتے ہیں، سفیان بن سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے تین تین مرتبہ وضو کیا اور کلی اور ناک میں پانی الگ الگ ڈالا اور فرمایا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی طرح وضو فرمایا تھا۔ (مسند عثمان، ابن عساکر، بغوی)

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور ایک ہی مرتبہ پانی لے کر تین مرتبہ ناک میں ڈالا۔ (ابن ماجہ)

لیکن ہم پہلی والی روایت کو ترجیح دیں گے کیونکہ ناک اور منہ الگ الگ اعضا ہیں اور ایک ہی مرتبہ پانی لے کر دو اعضاء کو نہیں دھویا جائے گا جیسے بقیہ اعضاء میں ہوتا ہے۔

اصول فقہ کا بنیادی قاعدہ ہے: جو حدیث قیاس کے مطابق ہو اس کو مقدم کیا جائے گا اس حدیث پر جو قیاس کی مخالف ہو۔

بعض شوافع حضرات نے حضرت طلحہ بن مصرف کی اپنے دادا کے حوالے سے روایت کردہ حدیث پر اعتراض کیا ہے کہ ان کے دادا مجہول (غیر معروف) ہیں اور ان کے لیے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت کے شرف کا حصول ثابت نہیں۔

جامع الاصول میں مذکور ہے کہ طلحہ بن مصرف رضی اللہ عنہ اعلام تابعین میں سے تھے اور ان کے دادا کعب بن عمرو اور ایک روایت کے مطابق عمرو بن کعب ہیں۔

امام شمنی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ امام بیہقی کتاب المعرفہ میں فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن مہدی کا قول ہے کہ ان کے دادا عمرو بن کعب رضی اللہ عنہ کو صحابیت کا شرف حاصل ہے۔

امام بیہقی اپنی سنن میں فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن معین کہتے ہیں، محدثین کہتے ہیں کہ انہوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا دیدار کیا ہے جبکہ ان کے اہل خانہ کا کہنا ہے کہ انہیں صحبت کا شرف حاصل نہیں ہوا۔

امام ابن ہمام فرماتے ہیں: جب اتنے جلیل القدر حضرات ان کی صحابیت کے قائل ہوں تو اس پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا، خصوصاً عبدالرحمٰن بن مہدی جو کبار ائمہ محدثین میں سے ہیں اور امام احمد کے مرتبے کے بزرگ ہیں اور پھر یحییٰ بن معین بھی محدثین کے امام شمار کیے جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے (رجال کی تعدیل و ترجیح کے معاملے) میں وہ بہت جھگڑالو تھے۔

امام شمنی علیہ الرحمتہ فتاویٰ ظہیریہ سے نقل کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک کلی اور ناک میں پانی اکٹھے ڈالا جا سکتا ہے۔ اسی طرح امام شافعی علیہ الرحمتہ کے نزدیک ہر مرتبہ نیا پانی لے کر الگ الگ بھی کیا جا سکتا ہے۔ امام ترمذی، امام شافعی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں ایک ہی ہتھیلی میں پانی ایک مرتبہ لے کر کلی بھی کرنا ناک میں پانی بھی ڈالنا جائز ہے لیکن کلی کرنے کے بعد ناک میں ڈالنے کے لیے دوبارہ پانی لینا میرے نزدیک پسندیدہ ہے۔ تو اس صورت میں ان حضرات کے درمیان کوئی اختلاف باقی نہیں رہتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) چوتھا اختلاف مسح کرنے کے بارے میں ہے۔ مسح کے بارے میں نقل ہونے والی اکثر احادیث مطلق ہیں جن کی تعداد کی قید نہیں ہے اور بعض روایات میں صرف ایک مرتبہ مسح کرنا منقول ہے اور یہ احادیث صحیح ہیں۔ نسائی، ترمذی اور

ابوداؤد کی روایت میں دو مرتبہ مسح کرنے کا ذکر بھی ہے۔ جہاں تک تین مرتبہ مسح کرنے کا تعلق ہے تو اس بارے میں کوئی بھی صحیح حدیث وارد نہیں ہوئی سوائے ان احادیث کے جن میں یہ مذکور ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک ایک، دو دو اور تین تین مرتبہ وضو فرمایا ہے اور وضو میں غسل اور مسح دونوں شامل ہوتے ہیں۔ ان احادیث کی بدولت امام شافعی علیہ الرحمتہ تین بار مسح کرنے کے قائل ہیں، پھر وہ مسح کو غسل پر قیاس بھی کرتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ تین مرتبہ وضو کرنے میں احتمال موجود ہے اور ان احادیث صحیحہ، جن میں ایک مرتبہ مسح کا ذکر کیا گیا ہے، ان سے اس حدیث کی مراد متعین کی جائے گی اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ تین مرتبہ کا اعتبار ان اعضاء میں کیا جائے گا جنہیں غسل دینا لازم ہے اور مسح کی بنیاد ہی تخفیف پر ہے۔ لہٰذا اس کو غسل پر قیاس کرنا یا اس کی بنیاد کمال اور خوب اچھی طرح سے ادائیگی کو قرار دینا قیاس مع الفارق ہے۔

اور وہ حدیث جس میں ایک مرتبہ مسح کرنے کا ذکر ہے اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ جس نے اس میں اضافہ کیا یا کمی کی تو اس نے برا کیا، حد سے تجاوز کیا اور ظلم کیا، لہٰذا ایک مرتبہ سے زیادہ مسح کرنا خلاف سنت ہے۔ شیخ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ صحیحین کے طریق پر کوئی بھی روایت ایسی منقول نہیں جس میں ایک مرتبہ سے زیادہ مسح کرنے کا ذکر ہو اور اکثر علماء کی رائے میں ایک ہی مرتبہ مسح کرنا چاہیے، سوائے امام شافعی علیہ الرحمتہ کے، ان کے نزدیک تین بار مسح کرنا مستحب ہے۔

امام ابوداؤد علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں، وضو کے بارے میں صحیح ترین حدیث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ہے اور اس سے سر کا مسح کرنا ثابت ہوتا ہے اور امام ابوعبیدہ اس بارے میں بہت مبالغہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو تین مرتبہ مسح کے مستحب ہونے کا قائل ہو سوائے ابراہیم تیمی کے۔ لیکن یہ بات محل نظر ہے کیونکہ ابن ابی شیبہ اور ابن منذر نے حضرت انس

اور حضرت عطاء رضی اللہ عنہما اور دیگر حضرات سے اس قول کو نقل کیا ہے اور ابنِ خزیمہ نے اور دیگر حضرات نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تین مرتبہ مسح نقل کیا ہے اور کسی ثقہ راوی کا اضافہ مقبول شمار ہوتا ہے۔

شیخ ابنِ ہمام امام بیہقی سے روایت کرتے ہیں کہ بعض نادر صورتوں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ والی حدیث میں تین مرتبہ مسح نقل کیا گیا ہے لیکن صحیح حدیث کی مخالفت میں وہ اہل علم کے نزدیک حجت نہیں ہو سکتیں۔

امام ترمذی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین مرتبہ سر کا مسح کیا اور تین مرتبہ کانوں کا۔

اس قبیل کی جملہ روایات کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک ہی بار پانی لے کر ایک مرتبہ سے زیادہ ہاتھ سر پر پھیرا ہو، نہ یہ کہ ہر بار نیا پانی لیا ہو جیسا کہ امام شافعی علیہ الرحمتہ کا مذہب ہے۔

یہ کلام مسح کے سُنّت ہونے کے اعتبار سے تھا۔

جہاں تک اس کی فرضیت کا تعلق ہے تو امام مالک علیہ الرحمتہ کے نزدیک مکمل سر کا مسح فرض ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک چوتھائی سر کا اور ایک روایت کے مطابق تین انگلیوں کے برابر سر کا۔ امام شافعی علیہ الرحمتہ کے نزدیک کم از کم اتنا جس پر مسح کے نام کا اطلاق ہو سکے اور امام احمد سے ائمہ ثلاثہ کے موقف کے مطابق تین روایات ہیں۔ ان سب کے دلائل میں نے شرح سفر السعادۃ میں نقل کر دیئے ہیں۔ میں نے اپنے شیخ علی بن جار اللہ جو کہ بلد اللہ الحرام کے مفتی ہیں، انہیں اپنے بعض مشائخ سے نقل کرتے ہوئے سنا ہے کہ اس مسئلہ میں امام مالک کا موقف مضبوط ہے، اگر بنظر انصاف جائزہ لیا جائے اور سب سے زیادہ قوی حدیث پیشانی پر مسح کرنے والی ہے۔

(۵) پانچواں مسئلہ سر کے مسح کے متعلق یہ ہے کہ کیا نیا پانی سر کے مسح کے لیے لینا پڑے گا یا ہاتھ پر پہلے سے لگے ہوئے قطرات کافی ہوں گے۔

ہمارے علماء احناف نے اپنی کتب میں بیان کیا ہے کہ جن اعضاء کو دھویا جائے

گا ان کی باقی بچنے والی تری (گیلاہٹ) مسح کے لیے کافی ہے لیکن مسح والی تری کافی نہیں ہے اور انہوں نے اس بارے میں ایک حدیث نقل کی ہے جو حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: ہتھیلی میں موجود تراہٹ سے سر کا مسح جائز ہے بشرطیکہ وہ مستعمل نہ ہو۔

لیکن یہ اس بارے میں ہے جب وہ برتن سے لی گئی ہو، کسی عضو کے دھونے یا مسح کرنے کے بعد باقی نہ بچی ہو، صحیح یہ ہے کہ اگر اس کی ہتھیلی میں قطرات ہوں اور وہ کسی عضو کے دھونے کے بعد بچے ہوں تو اس سے مسح جائز ہے۔ اس کی بنیاد امام محمد کا نقل کردہ موزوں پر مسح کا وہ فرمان ہے: کہ جب کوئی شخص وضو کرے اور پھر کوئی عضو دھو لینے کے بعد ہاتھ پر باقی رہنے والی تری سے اگر موزوں پر مسح کر لے تو جائز ہے اور اگر اس نے پہلے سر کا مسح کیا ہو اور پھر اس سے موزوں پر مسح کر لے تو جائز نہیں ہے۔

امام محمد فرماتے ہیں: عضو دھونے کے بعد جو تراہٹ ہتھیلی پر رہ جائے وہ بمنزلہ اس تری کے ہے جو برتن کے پانی سے حاصل کی جاتی ہے اور ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ پانی کی تری کو مخصوص کمی کی بجائے عضو دھونے کے بعد ہتھیلی پر لگی ہوئی تری کو بھی اس پر محمول کیا جا سکتا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو اس قول کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہتھیلی پر لگی ہوئی تری غیر مستعمل ہے کیونکہ اس کو عضو کی قربت حاصل نہیں ہو سکی۔

مسح کے بعد اور غسل عضو کے بعد باقی بچنے والی تریاہٹ میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ غسل کی صورت میں محض پانی کا عضو کو چھو جانا اسے مستعمل نہیں بناتا جب تک وہ بہہ نہ جائے اور حدث بہاؤ کی صورت ہی میں ختم ہو سکتا ہے۔ جہاں تک مسح کا تعلق ہے تو اس میں محض پانی (گیلاہٹ) سر کو چھو جانے سے ہی مستعمل ہو جائے گی کیونکہ مسح میں فرض محض پانی کا سر کو لگ جانا ہے۔

امام ترمذی علیہ الرحمتہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے وضو فرمایا اور اس پانی سے مسح کیا جو ہاتھ

پر لگا ہوا نہیں تھا۔

تحتانیت مغایرت کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ صاحب مشکوۃ نے ذکر کیا ہے یعنی مسح کے لیے نیا پانی لینا اور ہاتھوں کی تری پر اکتفا نہ کرنا۔ امام شافعی علیہ الرحمتہ کا یہی مذہب ہے۔

امام ترمذی علیہ الرحمتہ نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک اور روایت نقل کی ہے: (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے) ہاتھ کے بچے کھچے پانی سے مسح کیا۔

اس روایت میں عربی زبان کا لفظ غبر استعمال ہوا ہے اور غبر کا مطلب باقی بچنے والا پانی ہے یعنی کوئی عضو دھونے کے بعد ہاتھ پر بچنے والی گیلاہٹ۔

اس روایت سے ہمارے اصحاب کے اس مذہب کی تائید ہوتی ہے کہ کوئی عضو دھو لینے کے بعد ہاتھ پر بچنے والی تریاہٹ سے مسح کرنا جائز ہے۔

لیکن امام ترمذی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں میں سے پہلی والی روایت زیادہ صحیح ہے کیونکہ اس کے علاوہ اور واسطوں سے بھی حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے سر کا مسح کرنے کے لیے الگ سے پانی لیا۔

اکثر اہل علم کا عمل اس کے مطابق ہے۔ ان کی رائے یہ ہے کہ سر پر مسح کرنے کے لیے نئے سرے سے پانی حاصل کیا جائے۔ (ترمذی)

یہ بات کسی پر بھی مخفی نہیں ہے کہ اصحیہ مطلقاً صحت کے منافی نہیں ہے، لہٰذا حدیث غیر صحیح ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کی تائید کرنے والی ہے اور تعارض سے بچانے والی ہے اور مدعی کا موقف ثابت کرنے والی ہے۔

(۶) چھٹا مسئلہ کانوں پر مسح کرنے کا ہے۔

کیا ان دونوں پر نئے سرے سے پانی لے کر مسح کیا جائے گا یا سر والا پانی کافی ہوگا؟

تو ہمارے نزدیک سر والے پانی ہی سے مسح کیا جائے گا جبکہ امام شافعی، امام

مالک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کے نزدیک اس کے لیے نئے سرے سے پانی حاصل کرنا ہوگا۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے سر والے پانی سے مسح کرنے کی بجائے کانوں پر مسح کے لیے نئے سرے سے پانی لیا۔

امام بیہقی نے اس روایت کو اپنی سنن میں نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

امام احمد سے ایک روایت منقول ہے کہ ایسا کرنا مسنون نہیں ہے کیونکہ عام طور پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کے طریقے میں اس بات کا ذکر ملتا ہے کہ آپ نے ایک ہی مرتبہ پانی لے کر سر اور کانوں کا مسح کر لیا ہو۔ ہاں! یہ ہو سکتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام اکثر سر کے مسح کے بعد اسی سے کانوں کا مسح بھی فرما لیتے اور بعض اوقات کانوں کے مسح کے لیے الگ پانی لیتے تھے۔ جب گیلاہٹ باقی نہ رہی ہو اور ہاتھ سوکھ گیا ہو یا اس کے جواز کو بیان کرنے کے لیے۔

نیز آپ کا فرمان: کان بھی سر کا حصہ ہیں۔

شیخ ابن ہمام نے اس کو ثابت کیا ہے کہ یہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان ہے اور وہ احادیث نقل کی ہیں جو آپ کے اس کے مطابق فعل پر دلالت کرتی ہیں۔

پھر آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے اس فرمان کہ "کان سر میں سے ہیں" اس کے دو حکم ہو سکتے ہیں۔ (۱) کانوں کا بھی سر کے ساتھ مسح کرنا۔ (۲) سر کے مسح والے پانی ہی سے کانوں کا مسح کر لینا۔ ائمہ اربعہ کا پہلے حکم پر اتفاق ہے۔

امام زہری سے منقول ہے کہ وہ دونوں چہرے کا حصہ ہیں، ان دونوں پر اس کے ساتھ ہی مسح کر لیا جائے گا۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ ان کے ظاہری حصے پر اور وہ سر کی طرف والا پچھلا حصہ ہے اور ان کے باطنی حصے اور وہ چہرے کی طرف والا حصہ ہے، پر اس کے ساتھ ہی مسح کیا جائے گا اور بعض سے منقول ہے کہ ان کے ظاہری اور باطنی حصے کو چہرے کے ساتھ ہی دھو لیا جائے گا۔

جہاں تک ان کے دوسرے حکم یعنی ان پر مسح کا تعلق ہے تو وہ مختلف فیہ ہے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ ان دونوں پر سر کے پانی ہی سے مسح کر لیا جائے گا کیونکہ اس بارے میں وارد ہونے والی احادیث بہت زیادہ اور مشہور ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے اور حضرت عبداللہ بن الصنابحی کی وضو کے بچے ہوئے پانی کی وہ حدیث جس میں آپ علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان ہے۔

"اور جب (وضو کرنے والا) اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر کے گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے کانوں سے بھی نکل جاتے ہیں۔

یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کانوں کا مسح بھی سر کے ساتھ ہی کیا جائے گا اور کان بھی سر کا اسی طرح حصہ ہیں جیسے ناخن ہاتھوں اور پاؤں کا۔

امام ابن ہمام فرماتے ہیں کہ وہ جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے کانوں کے مسح کے لیے دوبارہ پانی لیا تھا تو واجب ہے کہ اس کو اس صورتِ حال پر محمول کیا جائے کہ سر کا مسح کرنے کے بعد ہاتھ خشک ہو گیا تھا اور اس پر تری باقی نہ رہی تھی، تاکہ دونوں طرح کی روایات کے درمیان تطبیق پیدا ہو سکے اور یہ طے ہے کہ جب گیلاہٹ باقی نہ رہے تو دوبارہ پانی لیے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

(۷) ساتواں مسئلہ پاؤں کا دھونا واجب ہونے کے متعلق ہے۔

پاؤں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی غسل اور مسح اکٹھا کرنا واجب ہے۔ اس بات پر جمہور فقہاء کا ہر زمانے اور ہر علاقے میں اتفاق ہے اور کسی بھی ایسے شخص کا اس مسئلے میں اختلاف ثابت نہیں جس کے بغیر اجماع منعقد نہ ہو سکے۔ پھر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے وضو کے طریقے کے بارے میں جتنی بھی روایات منقول ہیں ان سب میں قدموں کو دھونے کا ذکر موجود ہے، حالانکہ ان روایات کے مقام الگ الگ ہیں لیکن اس بارے میں سب متفق ہیں اور ان کی تعداد حساب و کتاب سے زیادہ ہے۔

پھر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان ہے: "بربادی ہے جہنم کی ان لوگوں کے

لیے جن کی ایڑھیاں سُوکھی رہ گئی ہوں"۔

یہ بہت بڑی وعید اور عظیم ترین تہدید ہے اس شخص کے لیے جو پاؤں دھونے کا منکر ہے۔ پس گویا یہ وجوب کی دلیل بھی ہے اور یہ وعید بے حد و حساب روایات میں منقول ہوئی ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ پہلے مسح کرنا جائز تھا' پھر یہ منسوخ ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے: "پہلے وہ مسح کیا کرتے تھے یہاں تک کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے انہیں حکم دیا کہ وہ وضو میں اچھی طرح اعضا دھویا کریں"۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ پہلے جو فعل وہ سرانجام دیتے تھے وہ منسوخ ہو گیا ہے۔

امام ابو جعفر طحاوی فرماتے ہیں کہ دو آیتوں کی طرح اگر دو قرأت میں بھی تعارض واقع ہو تو واجب ہے کہ اس معاملے میں سنت سے رہنمائی حاصل کی جائے اور اس معاملے میں بہت سی متواتر، مشہور احادیث جو صحاح ستہ اور دیگر کتب میں موجود ہیں۔ حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہم کے حوالے سے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کرنے کا طریقہ بیان کرتے ہیں اور حضرت انس، حضرت جابر، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم کے حوالے سے اور دیگر حضرات سے بھی کہ جب آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے نماز کے لیے وضو کیا تو دونوں پاؤں کو دھویا۔ جب ان پر موزے نہیں تھے اور اس کا حکم دیا اور اس کو چھوڑنے پر وعید سنائی۔ یہ وجوب ہی کی علامت ہے۔ (شرح السنہ)

امام طحاوی حضرت عبدالملک بن سلیمان سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عطاء (مشہور تابعی) سے پوچھا کیا آپ کو کوئی ایسی خبر ملی ہے کہ صحابہ کرام علیہم السلام میں سے کسی ایک نے پیروں پر مسح کیا ہو؟ انہوں نے فرمایا: نہیں۔

امام علاء الدین تحفۃ الفقہاء میں فرماتے ہیں: پیر دھونے کے بارے میں اختلاف پیدا ہونے کے بعد علماء نے اتفاق کیا ہے کہ اگر پیروں پر موزے نہ پہنے ہوئے ہوں تو ان کا دھونا واجب ہے اور متاخرین کے اجماع سے متقدمین کا اختلاف خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔

اصولِ فقہ میں یہ قاعدہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مختار قول یہ ہے کہ جس اجماع کی مخالفت نادر ہو وہ حجت ہوتا ہے کیونکہ اس میں راجح پہلو کا وجود پایا جاتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے گا آپ کا مخالف اگر دوسرے پہلو کو بطور دلیل اختیار کرے اور یہ کہا جائے کہ اکثریت دوسرے پہلو پر صحیح معنی میں مطلع نہیں ہو سکی یا انہوں نے غلطی سے یا جان بوجھ کر اس کی مخالفت کی تو یہ صحیح نہ ہوگا، کیونکہ یہ بعید از عقل ہے لیکن اس اجماع کو وہ اجماع قرار نہیں دیا جائے گا جس کا منکر اصولیوں کے نزدیک کافر ہو جاتا ہے، خصوصاً ایسی صورت میں کہ اگر مخالف اجماع منعقد ہونے کے بعد پیدا ہوا ہو تو اس کی مخالفت کا بالکل بھی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

یہ بات بھی کسی سے مخفی نہیں ہے کہ اجماع کے حجت ہونے کے لیے اس کی سند کا ظنی ہونا ہی کافی ہے جیسے قیاس اور خبر واحد میں ہوتا ہے اور اجماع کی موجودگی میں یہ دونوں یعنی خبر واحد اور قیاس قطعی ہو جاتے ہیں، لہٰذا جب اجماع کی سند قطعی ہو جیسے اس مسئلے میں بہت سی مشہور اور متواتر المعنی احادیث منقول ہیں تو وہ اجماع زیادہ قوی اور زیادہ محکم ہوگا۔

اور پاؤں دھونے سے متعلق کتاب و سنت کے دلائل فقہ کی کتاب میں مشہور و مذکور ہیں۔ شیخ الاسلام خواہرزادہ نے فرمایا کہ جب مسح کا قول کیا جائے نص کے مقتضی پر عمل ہوگا ہی نہیں، برخلاف اس کے کہ پاؤں کو دھویا جائے کیونکہ دھونے سے مسح پر بھی عمل ہو جائے گا اس لیے کہ مسح دھونے کا ایک حصہ ہے، پس ہمارے مذہب میں نص پر ہر اعتبار سے عمل ہے اور انسان واجب کی ذمہ داری سے یقینی طور پر نکل جائے گا اور طہارت کامل طور پر حاصل ہو جائے گی۔

بعض علماء، جن میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ہیں، وہ دو قراءتوں کی تعبیر

اس طرح کرتے ہیں کہ نصب والی قرأت میں کچھ لوگ مراد ہیں اور جر والی قرأت میں دوسرے لوگ مراد ہیں۔ پہلی صورت میں وہ لوگ مراد ہیں جن پر غسل واجب ہے اور دوسری صورت میں وہ لوگ مراد ہیں جن کے لیے مسح جائز ہے (یعنی انہوں نے موزہ پہنا ہوا ہے) شیخ الاسلام خواہرزادہ نے کہا تو اس بناء پر جر والی قرأت میں ذکر پاؤں کا کیا گیا ہے اور مراد قرب و جوار کی بناء پر موزہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بطور بلاغت اور اختصار لام کے نصب اور کسرہ کے ساتھ پاؤں کے دھونے اور مسح کی طرف اشارہ فرمایا۔

ہمارا مقصد ائمہ اربعہ کے درمیان واقع اختلاف کا بیان کرنا ہے اور بعض کو بعض پر ترجیح دینا ہے' چونکہ اس مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے اس لیے ترجیح کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

حاصل کلام یہ کہ پاؤں دھونا واجب ہونا ایسا حکم ہے جو نہایت قوی بھی ہے اور اس طرح سے واضح بھی ہے کہ اس میں شک کی ذرہ بھر گنجائش نہیں کیونکہ اس بارے میں روایات بہت زیادہ اور مشہور ہیں۔

باوجود اس کے کہ اس کے مقابلے میں مسح سے متعلق بھی چند احادیث نقل کی گئی ہیں لیکن ان سے غسل والی حدیثوں کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا جو صحیح بھی ہیں اور مشہور بھی۔ جبکہ مسح والی یا ضعیف ہوں گی یا موضوع ہوں گی یا ان کی بنیاد اس بات پر ہوگی کہ یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ جب وضو والی آیت نازل ہوئی ہو اور اس کی تفسیر نازل نہ ہوئی ہو تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے آسان راہ اختیار کرتے ہوئے مسح کر لیا ہو' پھر جب اس کی وضاحت بھی نازل ہو گئی تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے اسی کو مقرر کر دیا تو بعض لوگوں کے لیے یہ بات واضح نہ ہو سکی کہ مسح کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ واللہ اعلم۔

اب ہم وہ روایات نقل کرتے ہیں جن میں پیروں پر مسح کرنے کا حکم ہے۔

اس باب میں مشہور ترین حدیث ربیع بنت معوذ کی ہے جس کے آخر میں ہے:

حضرت ابن عباس میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے اس حدیث کے بارے میں

دریافت کیا تو میں نے کہا: لوگ میرے پاس غسل کی حدیث سننے کی خواہش لیے آتے ہیں اور کتاب اللہ میں پیروں پر مسح کرنے کا حکم ہمارے سامنے ہے۔

(عبدالرزاق، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، ترمذی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: وضو میں دو غسل ہیں اور دو ہی مسح ہیں۔ (عبدالرزاق)

انہی سے مروی ہے: اللہ تعالیٰ نے دو غسل فرض کیے ہیں اور دو مسح۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تیمم میں وہ غسل کی جگہ پر مسح کا حکم دیتا ہے اور دونوں مسح کو ترک کر دیتا ہے۔ (عبدالرزاق)

حضرت حمران سے منقول ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وضو کے لیے پانی منگوایا۔ وضو کیا پھر مسکرائے اور فرمایا: تم مجھ سے پوچھو گے نہیں کہ میں کیوں مسکرایا ہوں؟ لوگوں نے عرض کی، کس بات نے آپ کو مسکرانے پر مجبور کیا؟ آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا جیسے میں نے کیا۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے کلی کی، ناک میں پانی ڈالا، چہرے اور دونوں بازو تین تین مرتبہ دھوئے۔ سر اور دونوں قدموں کا مسح کیا، پھر آپ مسکرائے اور کہا: کیا تم مجھ سے پوچھو گے نہیں کہ میں کیوں مسکرایا ہوں؟ ہم نے عرض کی، آپ کیوں مسکرائے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں اس شخص کی حالت پر مسکرا رہا ہوں کہ جب وہ چہرہ دھوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے چہرے سے اس کے تمام گناہ دُور کر دیتا ہے۔ الحدیث۔ (ابن ابی شیبہ)

یہ دونوں حدیثیں ان دو صحیح حدیثوں کی مخالف ہیں جو حضرت علی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما سے منقول ہیں۔ حضرت عباد بن تمیم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے پانی کے ساتھ اپنی ڈاڑھی اور قدموں کا مسح کیا۔

(ابن ابی شیبہ، احمد، تاریخ بخاری، عدنی، باوردی، بغوی، طبرانی، ابو نعیم)

الاصابہ میں ہے کہ اس کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

تیسری فصل

آداب التخلی والاستنجاء

(استنجاء کرنے اور بیت الخلاء جانے کے آداب)

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک منقول ہے: جب تم رفع حاجت کے لیے جاؤ تو نہ تو قبلے کی سمت میں رُخ کرو اور نہ ہی پیٹھ کرو، بلکہ دوسری سمتوں میں ایسا کیا کرو۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ کھڑا ہو کر پیشاب کر رہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ لیا تو ارشاد فرمایا: کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا کرو۔ تو پھر اس کے بعد میں نے کبھی بھی ایسا نہیں کیا۔ (ترمذی)

امام ترمذی علیہ الرحمتہ نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے منع ہونے کی احادیث ایک مستقل باب میں جمع کی ہیں۔ اس میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: جو شخص تم میں سے یہ حدیث بیان کرے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو کر بول فرمایا کرتے تھے تو اس کی تصدیق نہ کرو کیونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ بیٹھ کر پیشاب کیا کرتے تھے۔ (ترمذی)

اس کے علاوہ اس باب میں حضرت عمر اور بریدہ رضی اللہ عنہما سے بھی احادیث نقل کی گئی ہیں تاہم ام المومنین رضی اللہ عنہا کی سب سے عمدہ اور صحیح حدیث ہے جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ والی حدیث کی سند کو محدثین نے ضعیف

قرار دیا ہے۔ ایک اور روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان منقول ہے: اسلام لانے کے بعد میں نے کبھی بھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا تاہم اس کے ممنوع ہونے کا مطلب حرام ہونا نہیں، بلکہ مقصد صرف ادب سکھانا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بے ادبی ہے۔

پھر اس کے بعد ایک اور باب میں امام ترمذی علیہ الرحمتہ نے وہ احادیث نقل کی ہیں جن میں رخصت کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کوڑے کے ڈھیر پر تشریف لائے اور کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وضو کروانے کے لیے آپ کے پیچھے پیچھے چلا آیا۔ یہاں تک کہ آپ کے بالکل پیچھے آن کھڑا ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور موزوں پر مسح کیا۔

یہ حدیث اور بہت سی روایات سے بھی منقول ہے اور بعض اہلِ علم نے اس کی اجازت بھی دی ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ آپ گندگی کے ڈھیر پر تشریف لائے اور کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ مجھے شرم آئی۔ آپ نے فرمایا: آگے آجاؤ۔ میں آگے بڑھ کر آپ کے عین پیچھے کھڑا ہو گیا۔ پھر آپ نے وضو فرمایا اور موزوں پر مسح کیا۔

ایک روایت میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مسئلہ میں بہت متشدد تھے اور ہمیشہ پیشاب کے برتن میں ہی پیشاب کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ بنی اسرائیل میں اگر کسی شخص کی کھال پر پیشاب کا قطرہ لگ جاتا تو وہ اس جگہ سے کھال ادھیڑ دیتے تھے۔ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو اتنا تشدد نہیں کرتے تھے۔ میں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکٹھے جا رہے تھے، پس آپ ایک دیوار کے پاس کچرے کے ڈھیر پر تشریف لائے اور کھڑے ہوگئے تو میں پیچھے ہٹ گیا۔ آپ ﷺ نے میری طرف اشارہ کیا اور میں آپ کے

عین پیچھے کھڑا ہوگیا یہاں تک کہ آپ فارغ ہو گئے۔

(بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی،

بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا کسی تکلیف کی وجہ سے تھا جس کے باعث آپ بیٹھ نہیں سکتے تھے۔ اور کہا گیا ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے وہ تکلیف رفع ہو جاتی ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمتہ کی یہی رائے ہے، آپ فرماتے ہیں: اہلِ عرب پشت میں تکلیف کی صورت میں کھڑے ہو کر پیشاب کر کے علاج حاصل کرتے تھے۔

امام حاکم نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے جو حدیث نقل کی ہے اس میں یہ بات بیان ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھٹنوں میں تکلیف کے باعث کھڑے ہو کر پیشاب کیا تھا۔ (ابنِ حجر)

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس جگہ بیٹھنے کی جگہ ہی موجود نہیں تھی، اس لیے مجبوراً آپ نے کھڑے ہو کر ایسا کیا کیونکہ کچرے کے ڈھیر پر بیٹھنا ممکن نہیں ہے سوائے اس صورت کے کہ ڈھیر آپ کی پشت کی طرف ہو لیکن اس صورت میں بے پردگی کا اندیشہ موجود ہوتا ہے اور آپ اس کی جانب رُخ کرتے تو ناپاکی آپ کے جسم کو چھو سکتی تھی کیونکہ کچرا نرم اور بلند ہوتا ہے، وہاں بیٹھ کر پیشاب کرنا ممکن نہیں ہوتا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل کا مقصد صرف اس کا جواز فراہم کرنا تھا۔ اگر ہم یہ فرض کریں کہ یہ واقعہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے ممنوع ہو جانے کے بعد پیش آیا ہو جس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ ایسا کرنا شاید حرام ہو تو یہ بیان بھی ضروری تھا کہ حرام نہیں ہے۔ خصوصاً کسی ایسی صورت میں جب کوئی اور عذر بھی لاحق ہو۔

نیز شارع اگر کسی چیز کے جواز کی فراہمی کے لیے خود کسی مکروہ فعل کا ارتکاب کرے تو بیان کے اعتبار سے اس کا عمل مکروہ نہیں ہوگا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو رحمت للعالمین بنا کے مبعوث کیا گیا ہے۔

میرے خیال میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ایسی صورت حال میں کھڑے ہو

کر پیشاب کے جواز کی طرف اشارہ کیا ہے لیکن بلاضرورت ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن مجھے اپنے پیچھے سواری پر سوار کیا اور مجھے ایک راز کی بات بتائی جو میں کسی اور کو نہیں بتا سکتا۔ (مسلم)

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دایاں ہاتھ کھانے، پینے، لینے اور دینے کے لیے جبکہ بایاں ہاتھ دیگر کاموں کے لیے استعمال کرتے تھے۔ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: جس دن سے میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت کی ہے اور اسلام قبول کیا ہے اس دن کے بعد کبھی بھی میں نے دائیں ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو نہیں چھوا۔ (اس کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ میں نے دائیں ہاتھ سے استنجاء نہیں کیا)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ بیت الخلاء تشریف لے گئے اور وہاں قضاء حاجت کی۔ پھر فرمایا: جریر! پانی لاؤ۔ میں نے پانی پیش کیا۔ آپ نے اس سے استنجاء فرمایا اور پھر مٹی کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو رگڑا۔ (نسائی)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے آباؤ اجداد رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حوالے سے نقل کرتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ (آپ کے فارغ ہونے کے بعد) میں نے اس کے نشانات پر مشکیزے کے ساتھ پانی بہا دیا۔ (اربعین سلمی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور علیہ الصلوۃ والسلام قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے اور مجھے حکم دیا کہ تین پتھر لاؤ۔ مجھے دو پتھر ملے۔ میں نے تیسرا تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن نہیں ملا تو میں نے گوبر لیا اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس آیا۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے پتھر لیا اور گوبر

نہیں لیا اور فرمایا: یہ ناپاک ہے۔ (بخاری، ترمذی، نسائی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔ اتنے میں آپ ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ کی توجہ میری جانب نہ تھی اس لیے میں آپ کے اور قریب ہوگیا۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے مجھے حکم دیا: پتھر لاؤ تاکہ میں طہارت حاصل کروں، ہڈی یا گوبر نہیں لانا۔ (بخاری)

ایک روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پتھر لاؤ تاکہ میں طہارت حاصل کروں لیکن ہڈی اور گوبر نہیں لانا۔ میں نے عرض کی، وہ کیوں نہ لاؤں؟ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے جواب دیا: وہ جنوں کا کھانا ہے۔ ایک مرتبہ میرے پاس جنوں کے دو گروہوں کا ایک وفد آیا۔ وہ بہت اچھے جن تھے۔ انہوں نے مجھ سے زادِ راہ مانگا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، یااللہ! یہ جن جس بھی ہڈی اور گوبر کے پاس سے گزریں انہیں وہاں خوراک مل جائے۔

ایک روایت میں ہے کہ یہ جن جس ہڈی کے پاس سے گزریں انہیں اس میں سے عرق (جوس) ملے اور جس گوبر کے پاس سے گزریں اس میں انہیں کھانا ملے۔

ایک روایت میں گوبر کی جگہ مینگنی کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ (رزین)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بیت الخلاء میں داخل ہو، وہ یہ دُعا پڑھے:

اللھم انی اعوذبک من الرجس النجس الخبیث المخبث الشیطان الرجیم۔	اے اللہ! میں ناپاک، گندے، خبیث اور مردود شیطان سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

(ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: شیاطین (بیت الخلاء میں) موجود ہوتے ہیں، جب تم اس میں داخل ہو تو بسم اللہ پڑھ لیا کرو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: پیشاب (کے چھینٹوں) سے بچو کیونکہ عام طور پر عذاب قبر اسی کے باعث ہوتا ہے۔ یہ حدیث مختلف الفاظ اور طرق کے ساتھ نقل کی گئی ہے۔ (دار قطنی)

حضرت عبدالرحمٰن بن حسنہ فرماتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں پتا ہے بنی اسرائیل کیا کرتے تھے۔ جب ان کے (کپڑوں وغیرہ پر) پیشاب (کے چھینٹے) لگ جاتے تو وہ اسے قینچی سے کاٹ دیتے۔ تو ایک شخص نے انہیں ایسا کرنے سے منع کر دیا، اب انہیں اس کے بدلے میں قبر میں عذاب ہوتا ہے۔

(احمد، نسائی، ابن حبان، ابن عساکر، بیہقی)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص پیشاب کرنے لگے تو اسے چاہیے کہ نرم جگہ پر پیشاب کرے۔

(ابوداؤد)

طاؤس سے مروی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص بیت الخلاء سے نکلے تو یہ دعا پڑھے:

الحمد لله الذی اذهب عنی ما یوذینی وامسک علی ما ینفعنی۔	تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اذیت رساں چیز کو مجھ سے جُدا کر دیا اور نفع بخش کو روکے رکھا۔

(ابن ابی شیبہ، دار قطنی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: تم اپنی پچھلی شرمگاہ دھویا کرو کیونکہ اس سے بواسیر نہیں ہوتی۔

(مسند ابویعلیٰ، ابونعیم، ابن سنی)

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ٹھنڈے پانی سے استنجاء کیا کرو کیونکہ اس سے بواسیر ٹھیک ہو جاتی ہے۔

(طبرانی، عبدالرزاق)

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے

فرمایا: جب کوئی شخص قضائے حاجت کرے تو تین پتھروں کے ساتھ استنجاء کرے کیونکہ اس سے صحیح طہارت حاصل ہوتی ہے۔ (طبرانی)

حضرت معقل الاسدی سے روایت ہے کہ پیشاب یا پاخانہ کے وقت دونوں قبلوں کی طرف منہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ (احمد' ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: جو شخص ایسی نہر کے کنارے قضائے حاجت کرے جس سے لوگ پانی پیتے ہیں اور وضو کرتے ہیں تو ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ' اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ (خطیب)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: قبرستان میں پیشاب کرنے سے بچو کیونکہ اس سے برص پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ (دیلمی)

ابن شہاب سے مروی ہے' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک دن خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: لوگو! اللہ سے حیا کرو۔ جس دن سے میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی ہے (اسلام قبول کیا ہے) اس دن سے میں قضائے حاجت کے لیے اللہ سے حیا کرتے ہوئے سر ڈھانپ کے جاتا ہوں۔

(روضہ العقلاء از ابن حبان)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں جب بھی بیت الخلا میں جانے لگتا ہوں تو اپنا سر ڈھانپ لیتا ہوں۔

(عبدالرزاق)

مجاہد سے منقول ہے: دو جگہوں پر فرشتے آدمی کے نزدیک آنے سے گریز کرتے ہیں: ایک بیت الخلاء میں اور دوسرا صحبت کے وقت۔ (عبدالرزاق)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی دیوار پر چڑھا۔ میرا نہیں خیال تھا کہ وہاں کوئی ہوگا تو میں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو اینٹوں پر بیٹھے بیت المقدس کی طرف منہ کیے قضائے

حاجت کر رہے تھے۔ (سنن سعید بن منصور)

عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پیشاب کیا اور اپنی شرمگاہ کو مٹی کے ساتھ صاف کیا اور پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر کہا: مٹی کے ساتھ طہارت کے حصول کا طریقہ ہی ہمیں سکھایا گیا ہے۔

(طبرانی اوسط، حلیہ از ابو نعیم)

انہی سے روایت ہے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پیشاب کرنے کے بعد شرمگاہ کو مٹی سے یا اس جیسی کسی دوسری چیز سے صاف کیا اور پانی سے نہیں دھویا۔ (عبدالرزاق)

امام زہری سے منقول ہے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رفع حاجت کے لیے اور پھر پانی سے حصول طہارت کے لیے دو سواریوں کے درمیان بیٹھے تو صحابہ کرام ہنس پڑے کہ یہ عورتوں کی طرح استنجاء کر رہے ہیں۔ (عبدالرزاق)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خادم یسار بن نمیر فرماتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قضائے حاجت کی تو مجھے کہا: مجھے کوئی چیز دو۔ تو میں نے لکڑی اور پتھر انہیں دیا تو آپ نے ان سے طہارت حاصل کی اور پانی استعمال نہیں کیا۔ حضرت عثمان بن عبدالرحمٰن التیمی فرماتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جنگل میں پانی کے ساتھ استنجاء فرمایا۔

ابن سیرین فرماتے ہیں، حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بیت الخلاء سے نکلے تو وضو کرنے سے پہلے پانی پیا اور فرمایا: پہلے میں اپنے پیٹ کو تو پاک کر لوں۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو نجاست کے آثار دھوتے دیکھا تو فرمایا: ہم ایسا نہیں کرتے۔ (یعنی صرف پتھر وغیرہ پر اکتفا کر لیتے ہیں)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: جب تم پتھر استعمال کرو تو طاق استعمال کرو۔ (نسائی)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: جب کوئی شخص پیشاب کرے تو استنجاء کے لیے دایاں ہاتھ استعمال نہ کرے اور جب

پاخانہ کرے تب بھی دایاں ہاتھ استعمال نہ کرے اور جب پانی پئے تو ایک ہی سانس میں نہ پئے۔
(ابوداؤد)

بخاری کی روایت میں ہے کہ جب کوئی شخص پیشاب کرے تو دائیں ہاتھ سے شرمگاہ کو نہ پکڑے اور نہ ہی دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے۔ (بخاری، مسلم)

مجاہد سے مروی ہے: دبر (پیٹھ) دھونا فطرت میں شامل ہے۔

ابراہیم نخعی سے مروی ہے، حضرت سعد بن ابی وقاص نے ایک شخص کو پانی کے ساتھ شرمگاہ دھوتے دیکھا۔ آپ نے کہا: دین کی تعلیمات میں اضافہ نہ کرو، تم لوگ یہ سمجھتے ہو شاید شرمگاہ کو پانی سے دھونا لازم ہے اور جو نہ دھوئے وہ غلط کرتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کے ساتھ استنجاء کیا۔ (صحاح ستہ، سنن سعید بن منصور)

عبدالملک بن عمر فرماتے ہیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: پہلے لوگ (کم کھانے کے باعث) سخت پاخانہ کیا کرتے تھے اور تم (اپنی خوش خوراکی کے باعث) نرم پاخانہ کرتے ہو۔ (وہ صرف ڈھیلے استعمال کیا کرتے تھے) تم ڈھیلوں کے ساتھ پانی بھی استعمال کیا کرو۔ (سنن سعید بن منصور، عبدالرزاق)

تیسری فصل

تنبیہہ

اس بارے میں دو مسائل پر گفتگو کی جائے گی: پہلی پیشاب یا پاخانہ کے وقت قبلہ کی طرف رُخ کرنا یا پیٹھ کرنا۔

اس باب میں احادیث مختلف ہیں۔ ان میں سے بعض میں ہے: پیشاب اور پاخانہ کے وقت قبلے کی طرف رُخ اور پیٹھ نہ کرو، بلکہ دوسری سمتوں میں کرو۔

بعض میں ہے جب کوئی شخص پیشاب یا پاخانہ کے لیے جائے تو اس کی شرمگاہ کا رُخ قبلہ کی طرف ہو اور نہ ہی اس کی پیٹھ قبلہ کی طرف ہو۔

ان دونوں حدیثوں اور ان جیسی دیگر احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پیشاب اور پاخانہ کرنے کے لیے دونوں صورتوں میں قبلہ کی طرف رُخ کرنا اور پیٹھ کرنا ممنوع ہے۔

ایک روایت میں ہے جب کوئی شخص قضائے حاجت کے لیے بیٹھنے لگے تو نہ قبلہ کی طرف رُخ کرے اور نہ ہی اس کی طرف پیٹھ کرے۔ اس میں رُخ کرنے اور پیٹھ کرنے دونوں کا ذکر ہے لیکن پیشاب یا پاخانہ کا ذکر نہیں ہوا۔

ایک اور روایت میں ہے جب کوئی شخص پاخانہ کے لیے آئے تو قبلہ کی طرف رُخ نہ کرے، بلکہ دوسری طرف کرے۔ اس روایت میں قبلہ کی جانب پیٹھ کرنے کا ذکر نہیں ہے اور نہ ہی پیشاب کا ذکر ہے۔

ایک راوی کہتے ہیں، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا

کہ آپ نے پیشاب اور پاخانہ کے وقت قبلے کی طرف رُخ کرنے سے منع کیا۔ اس روایت میں صرف رُخ کرنے کی تخصیص ہے اور پیشاب اور پاخانہ دونوں کا ذکر ہے۔ یہ سب روایات حضرت ابوایوب کے حوالے سے صحاح ستہ میں منقول ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف رُخ کرنے سے منع فرمایا تھا لیکن میں نے آپ کے وصال سے ایک سال پہلے خود آپ کو قبلہ کی طرف رُخ کر کے پیشاب کرتے دیکھا۔

(ابوداؤد، ترمذی)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قبلہ کی طرف رُخ کر کے پیشاب کرتے دیکھا۔ (ترمذی)

بعض روایات میں منقول ہے کہ دونوں قبلوں کی طرف رُخ کر کے پیشاب اور پاخانہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

جب یہ تمام روایات آپ کے علم میں آگئیں تو اب یہ یاد رکھیں کہ یہ مسئلہ علماء کے درمیان مختلف فیہ ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک صحرا اور عمارت دونوں صورتوں میں قبلہ کی طرف رُخ اور پیٹھ کرنا حرام ہے۔ امام شافعی کے نزدیک عمارت میں حرام نہیں ہے۔

یہ دونوں اقوال بہت سے صحابہ کرام، تابعین عظام اور بعد میں آنے والے ائمہ اسلام سے منقول ہیں۔ امام ترمذی، امام احمد بن حنبل سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب اور پاخانہ کے وقت قبلہ کی طرف پیٹھ کرنے کی اجازت دی ہے۔ جہاں تک قبلہ کی طرف رُخ کرنے کا تعلق ہے تو صحرا اور عمارت دونوں میں اس کی اجازت نہیں ہے۔

امام شمنی نے قبلہ کی طرف پیٹھ کرنے کا مکروہ نہ ہونا امام ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول روایت سے ثابت ہوتا ہے۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ نہی مطلق والی حدیث زیادہ قابل ترجیح ہے کیونکہ

اسے صحابہ کرام کی ایک کثیر تعداد نے روایت کیا ہے اور کسی بھی روایت میں کوئی ایسی بات نہیں جس سے صحرا اور مکان کے حکم الگ الگ ہونے کا فرق کیا جا سکے۔

امام ترمذی کہتے ہیں اس بارے میں سب سے صحیح اور سب سے بہترین روایت حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ اس حدیث کو صحاح ستہ کے تمام مولفین نے نقل کیا ہے۔

امام تورپشتی کہتے ہیں: عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس بارے میں صحرا اور عمارت کا حکم ایک ہونا چاہیے کیونکہ نہی کا سبب صرف اور صرف احترام قبلہ ہے جیسا کہ (صحرا اور عمارت دونوں صورتوں میں) قبلہ کی سمت رُخ کر کے ناک صاف کرنا، تھوکنا اور پاؤں پھیلانا مکروہ ہے۔

امام شافعی اس روایت سے استدلال کرتے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں کسی کام سے ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی چھت پر چڑھا تو میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شام کی طرف مُنہ کر کے اور قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے قضائے حاجت فرما رہے تھے۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)

سعید بن منصور اپنی سنن میں روایت کرتے ہیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی چھت پر چڑھا۔ میرا نہیں خیال تھا کہ چھت پر کوئی ہوگا تو میں نے (چھت پر) آپ علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ دو اینٹوں پر بیٹھے بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے قضائے حاجت فرما رہے تھے۔

اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ یہاں یہ احتمال موجود ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کا عمل اس بارے میں منع کرنے سے پہلے ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ کا رُخ قبلہ سے ہٹ کر ہو جسے ابن عمر محسوس نہیں کر سکے کیونکہ انہوں نے کون سا غور سے دیکھا اور نہ ہی وہ غور سے دیکھنے کا مقام تھا۔

امام شمنی کہتے ہیں: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بنیادی مقصد ان لوگوں کی

تردید ہے جن کے نزدیک بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے قضائے حاجت ممنوع ہے۔

اصل بات یہ ہے جیسا کہ جامع الاصول میں ذکر کیا گیا ہے، بخاری شریف میں منقول ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے: لوگ کہتے ہیں جب تم قضائے حاجت کرو تو نہ ہی قبلہ کی طرف رُخ کرو اور نہ ہی بیت المقدس کی طرف۔ تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ایک دن میں اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے دیکھا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو اینٹوں پر بیٹھے بیت المقدس کی طرف رُخ کیے ہوئے قضائے حاجت فرما رہے تھے۔

واسع بن حبان کہتے ہیں: میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما قبلہ کی طرف پیٹھ کیے بیٹھے تھے۔ جب میں نے نماز پڑھ لی تو اپنا رُخ ان کی طرف موڑا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لوگ کہتے ہیں جب تم قضائے حاجت کرنے لگو تو نہ ہی قبلے کی طرف رُخ کرو اور نہ ہی بیت المقدس کی طرف رُخ کرو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی چھت پر چڑھا تو میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے دو اینٹوں پر بیٹھے قضائے حاجت فرما رہے تھے۔

بنیادی طور پر اس حدیث کو بیان کرنے سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مقصود ان لوگوں کی تردید ہے جن کے نزدیک بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے قضائے حاجت کرنا ممنوع ہے۔ اس سے قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا یا گھروں میں اس کی اجازت کا اثبات تو نہیں ہوتا نیز اس روایت میں قبلہ کی طرف پیٹھ کرنے کا بھی کوئی ذکر نہیں ہے۔

پس انکار یا تو دو قبلوں والی روایت کا لازم آئے گا یا اس روایت کا جس میں مطلقاً قبلہ کا ذکر کیا گیا ہے اور بیت المقدس بھی اس میں شامل ہو گا جیسا کہ دارمی شریف کے عنوان سے ظاہر ہوتا ہے۔ امام دارمی عنوان قائم کرتے ہیں: "(بول و براز کے وقت) باب الرخصہ فی استقبال القبلہ قبلہ کی طرف رُخ کرنے کی

رخصت کا بیان"۔ پھر اس کے بعد حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ دو اینٹوں پر بیٹھے بیت المقدس کی طرف رُخ کیے قضائے حاجت فرما رہے تھے۔

ہو سکتا ہے کہ سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہما قبلہ کی طرف پیٹھ کے جواز کے ان روایات کی بدولت قائل ہوں جن میں صرف رُخ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

اگر آپ یہ کہیں کہ بیت المقدس کی طرف رُخ کرنے کی صورت میں کعبہ کی طرف لازماً پیٹھ ہوگی کیونکہ یہ دونوں مدینہ منورہ کے بالکل مخالف سمتوں میں واقع ہیں کیونکہ مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ اور بیت المقدس کے عین وسط میں واقع ہے جبکہ بیت المقدس اور مدینہ منورہ دونوں مکہ مکرمہ کے شمال میں واقع ہیں اور یہ بات مسجد ذوقبلتین دیکھ کر ہی سامنے آجاتی ہے جس میں قبلہ اوّل بیت المقدس کے نسخ کا حکم نازل ہوا تھا۔ اس میں دونوں محرابیں ایک دوسرے کی مخالف سمت میں ہیں۔

بعض علماء نے ظاہر کے اعتبار سے جو کچھ کہا ہے وہ تحقیق پر مبنی نہیں بلکہ تقریباً بیان کیا ہے، یہ بات محسوس طور پر معلوم ہو جائے گی جب برجوں کے طلوع اور غروب ہونے کے مقامات کو سامنے رکھا جائے گا اور دونوں شہروں کے طول البلد اور عرض البلد کا پتا چلایا جائے گا۔ کیونکہ مدینہ منورہ کا طول البلد ۷۵ درجہ ۲۰ دقیقہ ہے اور عرض البلد ۲۵ درجے۔ بیت المقدس کا طول البلد ۶۶ درجے ۲۰ دقیقے ہے اور عرض البلد دس درجے اور چالیس دقیقے ہے، لہٰذا یہ دونوں (مدینہ منورہ اور بیت المقدس) ایک خط پر واقع نہیں ہوں گے جیسے کہ تورپشتی نے بیان کیا۔

یاد رہے کہ امام شافعی جو عمارت میں رخصت کے قائل ہیں تو اس کی وجہ وہ نہیں ہے جو بظاہر معلوم ہو رہی ہے کہ عمارت میں پردہ حاصل ہے جنگل میں نہیں ہے، فوری طور پر ذہن میں یہی بات آتی ہے، بلکہ وجہ وہ ہے جو حضرات شافعیہ نے بیان کی ہے کہ جنگل کسی نماز پڑھنے والے فرشتے، جن یا انسان سے خالی نہیں ہوتا، جب یہ شخص قبلہ رُخ ہو کر یا قبلہ کی طرف پشت کر کے بیٹھے گا تو ممکن ہے کہ کسی نماز پڑھنے والے کی اس کی عورت پر نظر پڑ جائے۔ یہ خطرہ عمارت میں نہیں ہے،

کیونکہ جنگلات شیطانوں کے حاضر ہونے کی جگہیں ہیں، اسی طرح طیبی نے فرمایا لیکن تیسری فصل میں جو مروان بن اصفر سے حضرت ابنِ عمر کا قول آ رہا ہے کہ اس سے کھلے میدان میں منع کیا گیا ہے۔ جب تیرے اور قبلہ کے درمیان تجھے ڈھانپنے والی کوئی چیز ہو تو حرج نہیں، اس سے وہی معنی معلوم ہوتا ہے جو متبادر ہے۔

دوسرا مسئلہ تین پتھروں کے ساتھ استنجاء کا ہے۔

تین ڈھیلوں سے استنجاء کرنا ائمہ ثلاثہ کے نزدیک واجب ہے بشرطیکہ مکمل صفائی حاصل ہو جائے۔ اس طرح کہ ان میں سے آخری پتھر بالکل صاف ہو اور اگر اس سے کم کے ساتھ بھی صفائی حاصل ہو جائے تو بقیہ کا استعمال لازم ہے کیونکہ ان کے نزدیک کم از کم تین عدد پتھر استعمال کرنا لازم ہے اور اگر صفائی حاصل نہ ہو تو اس سے زیادہ استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ آخری پتھر بالکل صاف ہو۔ البتہ! طاق عدد میں استعمال مستحب ہے۔ ان کی دلیل حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ حدیث ہے، آپ فرماتے ہیں: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تین پتھروں سے کم پتھروں سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے"۔

اور اصول یہ ہے کہ نہی سے حرمت ثابت ہوتی ہے، اس کے علاوہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب کوئی شخص قضائے حاجت کے لیے جائے تو تین پتھروں کے ساتھ استنجاء کرے"۔

اس روایت میں آپ ﷺ نے تین پتھروں کے ساتھ استنجاء کا حکم دیا ہے اور امر وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ ہماری دلیل امام بخاری علیہ الرحمۃ کی نقل کردہ یہ روایت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے اور مجھے حکم دیا: تین پتھر لاؤ۔ مجھے صرف دو پتھر ملے اور تیسرا نہیں ملا تو میں ایک گوبر بھی لے آیا۔ آپ ﷺ نے پتھر لے لیے اور گوبر چھوڑ دیا اور فرمایا: یہ ناپاک ہے۔ اگر تین کا عدد واجب ہوتا تو آپ

ﷺ ان دو ہی پر اکتفانہ فرماتے اور وہاں تیسرے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے: جو ڈھیلے استعمال کرے تو اسے چاہیے کہ طاق عدد کے استعمال کرے۔ جو ایسا کرے گا تو یہ اچھی بات ہے اور جو نہ کرے تو اسے کوئی گناہ بھی نہیں۔

یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ تین کی تعداد شرط نہیں ہے۔ (الھدایہ)

بندۂ عاجز کے خیال میں یہاں ایتار (طاق) کے ذکر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی طرف اشارہ موجود ہے:

ان اللہ وتر یحب الوتر۔ بے شک اللہ تعالیٰ وتر (طاق) ہے اور طاق (عدد) کو پسند کرتا ہے۔

بعض روایات میں اس کا ذکر ہوا ہے بظاہر اس سے مراد استحباب ہی ہے کیونکہ بہت سے مقامات پر طاق کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کی ترغیب بھی دی گئی ہے حالانکہ یہ واجب نہیں ہے۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ سرمہ ڈالنے میں طاق عدد یا تین عدد کا خیال رکھنا واجب نہیں ہے' اس لحاظ سے کہ اس کا تارک گناہگار ہوگا۔ نیز سیاق کلام سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مقصود صرف صفائی کا حصول اور پاکیزگی میں مبالغہ ہے۔ یہ کوئی امر لازم نہیں ہے۔

یہ بات بھی تحقیق شدہ ہے کہ یہاں نہی "تنزیہ" کے لیے اور امر "استحباب" کے لیے ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔
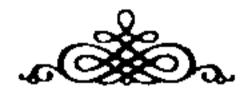
چوتھی فصل

مسواک کا بیان

اس باب میں مشہور ترین حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:

لو لا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواک۔ اگر مجھے اپنی امت کی مشقت کا خیال نہ ہوتا تو میں انہیں مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

(صحاح ستہ)

ایک حدیث میں ہے کہ مومنوں پر مشقت کا خیال نہ ہوتا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ "ہر نماز کے وقت اپنی امت کو مسواک کرنے کا حکم دیتا"۔ (مسلم، نسائی)

حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

لو لا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواک عند کل صلوہ۔ اگر مجھے اپنی امت کی مشقت کا خیال نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ جو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسجد میں اس حالت میں بیٹھے ہوئے دیکھا کہ آپ نے مسواک اپنی کان پر

یوں رکھی ہوئی تھی جیسے کاتب قلم رکھتے ہیں۔ وہ ہر نماز کے وقت مسواک کیا کرتے تھے۔ اس وقت بھی جب نماز کا وقت ہوا تو انہوں نے مسواک کی۔ (ابوداؤد)

ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ "اگر مجھے اپنی امت کی مشقت کا خیال نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا اور عشاء کی نماز کو رات کے تیسرے حصے تک موخر کر دیتا"۔

پس حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ ہمیشہ نماز کے وقت مسجد میں موجود ہوتے اور آپ نے اپنے کان پر مسواک یوں رکھی ہوتی جیسے کاتب قلم کان پر رکھتے ہیں۔ آپ ہر نماز کے وقت مسواک فرمایا کرتے اور پھر اس کو وہیں کان پہ رکھ دیتے۔ (ترمذی)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اپنے ہاتھ میں موجود مسواک سے مسواک فرما رہے تھے اور اع اع کر رہے تھے جیسے کوئی شخص بہ تکلف قے کرنے کی کوشش کرتا ہے اور مسواک آپ کے منہ میں تھی۔ (بخاری)

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ میں جب حاضر خدمت ہوا تو مسواک کا کنارہ آپ کی زبان پر تھا۔ (مسلم)

ایک اور روایت میں ہے کہ ہم آپ کی خدمت میں (کچھ) اٹھائے ہوئے حاضر ہوئے تو ہم نے دیکھا کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام اس وقت زبان پر مسواک فرما رہے تھے۔ (ابوداؤد)

امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ سلیمان کہتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام مسواک فرما رہے تھے۔ مسواک آپ کی زبان کے ایک طرف تھی اور اہ اہ کر رہے تھے یعنی قے کرنے کے انداز میں تھوک رہے تھے۔ (ابوداؤد)

ایک اور روایت میں ہے: میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ مسواک فرما رہے تھے۔ مسواک کا سرا آپ کی زبان کے ایک طرف۔

تھا اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام عاعا فرما رہے تھے۔ (نسائی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: میں مسواک کرنے میں تم سے زیادہ ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: مسواک مُنہ کو صاف، رب کو راضی اور آنکھوں کو روشن کرتی ہے۔

(طبرانی، المعجم الاوسط)

حضرت عبداللہ بن عمرو اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے فرمایا: "مسواک کرنا اور جمعہ کے دن غسل کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے"۔ (ابو نعیم)

حضرت عمرو بن عوف المزنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر مسواک موجود نہ ہو تو انگلیوں سے مسواک کا کام لیا جائے"۔ (ابو نعیم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آدمی اپنے مُنہ میں مسواک لے جا کر کرتا ہے۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ہاں! میں نے عرض کی: کیسے؟ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اپنی انگلی مُنہ میں ڈال دے۔ (طبرانی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ "مسواک کی جگہ پوری کرنے کے لیے انگلی کافی ہے"۔ (بیہقی)

المعیط میں ہے کہ "شہادت کی انگلی اور انگوٹھے سے منہ صاف کیا جائے" جیسا کہ شیخ ابن ہمام نے نقل کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:

السواک یزید الفصاحۃ۔ مسواک انسان کی فصاحت کو بڑھاتی ہے۔

(الکامل لابن عدی، الضعفاء لعقیلی، الجامع خطیب)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

السواک سنه فاستاکوا ای وقت شئتم۔	مسواک سُنّت ہے، لہٰذا جس وقت چاہو مسواک کرلو۔

(مسند فردوس از دیلمی)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

السواک شفاء من کل داء الا السام، والسام الموت۔	مسواک میں ہر بیماری کی شفا ہے سوائے سام کے اور سام موت ہے۔

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: "مجھے مسواک کا حکم دیا گیا یہاں تک کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ یہ شاید مجھ پر فرض کر دی جائے گی۔

(احمد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:

استاکوا استاکوا لا تاتونی قلحا، لولا ان اشق علی امتی لفرضت علیھم السواک عند کل صلوہ۔ (رواہ الدارقطنی)	مسواک کرو، مسواک کرو، میرے پاس دانتوں پر زرد میل چڑھائے ہوئے مت آیا کرو۔ اگر مجھے اپنی امت کی مشقت کا خیال نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے وقت مسواک کرنا ان پر فرض قرار دیتا۔ (دار قطنی)

ابن شہاب مرسلا روایت کرتے ہیں کہ جو شخص کسی بھی وقت خواہ دن ہو یا رات وضو کرنے لگے تو اسے چاہیے کہ اچھی طرح سے وضو کرے اور مسواک کرے پھر نماز پڑھے۔ (ایسا کرنے کی صورت میں) ایک فرشتہ اس کا طواف کرے گا، اس کے نزدیک ہو جائے گا یہاں تک کہ اس کے مُنہ پر مُنہ رکھ کر ویسی ہی قرأت کرے گا جیسے وہ کر رہا ہو مگر وہ اپنے مُنہ میں ہی پڑھے گا اور اگر وہ شخص مسواک نہ کرے تو وہ اس کے گرد چکر لگائے گا لیکن اس کے مُنہ میں مُنہ نہیں رکھے گا۔

(محمد بن نصر، شعب الایمان از بیہقی)

حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

رکعتان بسواک خیر من سبعین رکعه بغیر سواک۔

مسواک کے ساتھ دو رکعتیں بغیر مسواک کے ستر رکعات سے بہتر ہیں۔

(دار قطنی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: "اگر مجھے اپنی امت کی مشقت کا خیال نہ ہوتا تو میں ہر وضو کے ساتھ انہیں مسواک کا حکم دیتا"۔ اور ایک روایت میں ہے "ہر نماز کے ساتھ"۔

(مالک، شافعی، بیہقی، طبرانی)

ایک اور روایت میں ہے کہ "اگر مجھے اپنی امت کی مشقت کا خیال نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے ساتھ وضو کا اور ہر وضو کے ساتھ مسواک کا حکم دیتا"۔

(احمد، نسائی)

حضرت مکحول رضی اللہ عنہ سے مرسلا روایت ہے کہ اگر مجھے اپنی امت کی مشقت کا خیال نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت وضو کرنے اور خوشبو لگانے کا حکم دیتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: "مجھے مسواک کرنے کا حکم دیا گیا ہے"۔

حضرت ابو خیرہ الصباحی فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے پیلو کی شاخ عطا فرما کے کہا "اس سے مسواک کرو"۔ (ابن سعد)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: "سب سے بہترین مسواک برکت والے درخت زیتون کی ہے۔ یہ منہ کو خوشبودار کرتی ہے، زردی کے باعث دانتوں کی جڑوں کی خرابی دور کرتی ہے۔ یہ میری بھی مسواک ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی بھی۔" (طبرانی الاوسط)

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کے وقت ایک مرتبہ مسواک کیا کرتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ بستر پر لیٹتے وقت، رات کو اٹھتے وقت اور صبح نکلتے وقت مسواک کیا کرتے تھے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ خوامخواہ مسواک کر کے اتنی مشقت کا شکار ہوتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے بتایا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسی طرح مسواک کیا کرتے تھے۔
(ابن ابی شیبہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام دو رکعات پڑھ کر پھر مسواک کیا کرتے تھے۔
(ابن ابی شیبہ)

حضرت عبداللہ بن حنظلہ الغسیل رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیا ہے۔
(ابن جریر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کو اس طرح مسواک کرنے کا حکم دیا جاتا تھا کہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ عنقریب اس بارے میں قرآن نازل ہو جائے گا۔
(ابن ابی شیبہ)

وعن انس فی السواک عشره خصال مطهره للفم ومرضاه للرب ومسخطه للشيطان ومحبه للحفظه ويشد اللثه ويجلو البصر ويضعف الحسنات سبعين ضعفا ويبيض الاسنان ويذهب الخضر ويشهى الطعام وفى بعض الروايات يقطع البلغم ويطفى المره۔
(رواه النسائی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مسواک میں دس خصوصیات پائی جاتی ہیں: منہ کو صاف کرتی ہے، رب کو راضی کرتی ہے، شیطان کو غضب ناک کرتی ہے، نگاہ تیز کرتی ہے، نیکیوں کو ستر گنا بڑھا دیتی ہے، دانت چمک دار بنا دیتی ہے، کیڑے وغیرہ لگنے کو ختم کرتی ہے، بھوک بڑھاتی ہے اور بعض روایات میں ہے کہ بلغم ختم اور کرواہٹ دُور کر دیتی ہے۔
(نسائی)

تنبیہہ

مسواک کرنا سُنّت یا مستحب ہے' اس کے چند مواقع گنوائے گئے ہیں مثلاً قرآن کی قرأت کرتے وقت' دانت پیلے ہونے کی صورت میں' سونے یا خاموشی کے باعث منہ کی حالت میں تبدیلی کے وقت' بدبودار چیز کھانے کے بعد وغیرہ وغیرہ۔ نیز حدیث میں آتا ہے کہ ہر نماز کے ساتھ یا ہر نماز کے وقت یا ہر وضو کے ساتھ یا ہر وضو کے وقت کلی کرتے وقت۔

ہمارے نزدیک ہر وضو میں کلی کرتے وقت مسواک کرنا سنت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان فرامین میں' جن میں نماز کا ذکر ہے' کی مراد بھی یہی ہے کیونکہ کوئی نماز بغیر وضو کے نہیں ہوتی' گویا وضو نماز کے لیے لازم ہے تو وضو کے وقت مسواک کرنا نماز کے وقت مسواک کرنا صادق آتا ہے۔

امام شافعی اور امام احمد فرماتے ہیں کہ دونوں احادیث پر الگ الگ عمل کرنا چاہیے۔ وضو کے وقت بھی مسواک کی جائے اور نماز کے وقت تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے مسواک کرے۔ پھر اللہ اکبر کہے اور دو رکعت نماز ادا کرے۔ پھر سلام پھیرنے کے بعد اگر مزید رکعتیں ادا کرنا چاہے تو دوبارہ مسواک کرے اور پھر تکبیر تحریمہ کہے۔

لیکن امام ترمذی علیہ الرحمتہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہما کی حدیث اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کا کان پر مسواک رکھ کر ہر نماز کے وقت مسجد میں موجودگی کا قصہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابوبکر صدیق' حضرت علی' حضرت عائشہ' حضرت ابن عباس' حضرت حذیفہ' حضرت زید بن خالد' حضرت انس' حضرت عبداللہ بن عمرو' حضرت ام حبیبہ' حضرت ابن عمر' حضرت ابوایوب' حضرت ابن عباس' حضرت عبداللہ بن حنظلہ' حضرت ام سلمہ اور حضرت ابوموسیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے روایات مروی ہیں۔ اور

ان تمام صحابہ کے "اگر مجھے اپنی امت کی مشقت... الی آخر الحدیث" والی روایت پر اتفاق سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسواک کو قلم کی جگہ کانوں پر نہیں رکھا جائے گا کیونکہ یہ فعل حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اس حدیث کو وضو کے ساتھ مؤول کرنا درحقیقت مؤول نہیں ہے، بلکہ نماز کے الفاظ کے ذکر سے ہی یہ معنی ظاہر ہوتے ہیں، لیکن حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو اس کے ظاہر پر محمول کیا۔

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کوئی صاحب حدیث کو اس کے ظاہری الفاظ پر محمول کرکے اس کی تاویل تک پہنچنے سے قاصر رہتے ہیں۔ جیسے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے اپنے تکیے کے نیچے دو دھاگے رکھ دیئے تھے یا حضرت ابو سعید خدری نے مرتے وقت نیا لباس زیب تن کیا تھا۔ ظاہری حدیث پر نظر رکھتے ہوئے "میت کو اسی لباس میں دوبارہ زندہ کیا جائے جو مرتے وقت اس کے جسم پر تھا" حالانکہ یہاں پر لباس سے مراد وہ اعمال ہیں جو مرتے وقت میت کے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کی مراد "وثیابک فطھر" اعمال اور اخلاق ہیں۔

پھر یہ بات بھی کسی پر مخفی نہیں ہے کہ کسی بھی حدیث میں وضو اور نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم اکٹھا نہیں بیان ہوا، بلکہ نماز والی روایات الگ ہیں اور وضو والی الگ ہیں۔ تاہم نماز کے ساتھ مسواک والی روایات زیادہ بھی ہیں اور مشہور بھی وضو کے مقابلے میں۔

کیونکہ مقصود بالذات نماز ہے، لہٰذا نماز والی روایات کو وضو پر محمول کرنا ظاہر کی تاویل نہیں ہوگی بلکہ معنوی اعتبار سے یہ ظاہر اور متبادر ہوگا کیونکہ وضو کے دوران پانی کے استعمال سے ہی تطہیر زیادہ بہتر انداز میں ممکن ہے۔

پانچویں فصل
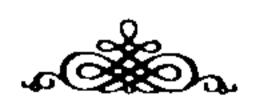
وضو کے متفرق آداب

حضرت لقیط بن صبرہ فرماتے ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اچھی طرح وضو کرو۔ انگلیوں کے درمیان خلال کرو، ناک میں خوب اچھی طرح سے پانی ڈالو۔ اگر تمہارا روزہ نہ ہو۔ (شافعی، احمد، ابن حبان، ابن عساکر)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھی طرح سے وضو کرو۔ کیونکہ میرا اور خلیل الرحمٰن (حضرت ابراہیم) کا وضو ایسا ہی ہوتا ہے۔ جس نے اس طرح وضو کیا (یعنی تین تین مرتبہ) اور اس سے فارغ ہونے کے بعد کہا:

اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔ — میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے کہ جس میں سے جی چاہے داخل ہو جائے۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: مجھے اچھی طرح وضو کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (دارمی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے

فرمایا: میری امت کو جب قیامت کے دن بلایا جائے گا تو وضو کے آثار کے باعث ان کی پیشانیاں چمک رہی ہوں گی، پس تم میں جو چاہتا ہو کہ اس کی پیشانی بھی چمکدار ہو، وہ ایسا ضرور کرے۔

ایک روایت میں ہے، راوی کہتے ہیں: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے چہرہ دھوتے ہوئے اسے خوب اچھی طرح دھویا۔ پھر دایاں ہاتھ کہنیوں تک دھویا، پھر بایاں ہاتھ کہنیوں تک دھویا۔ پھر سر کا مسح کیا۔ پھر دایاں پاؤں ٹخنوں تک اور بایاں پاؤں ٹخنوں تک دھویا۔ پھر مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: میں نے اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے تم لوگ اچھی طرح وضو کرنے کے باعث قیامت کے روز چمکدار پیشانیوں والے ہوگے۔ پس جو چاہے کہ اس کی پیشانی زیادہ چمکدار ہو وہ ایسا کرے۔ (بخاری، مسلم)

امام مسلم ابو حازم سے روایت کرتے ہیں میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے کھڑا تھا اور آپ اس وقت نماز کے لیے وضو فرما رہے تھے۔ آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا یہاں تک کہ وہ بغل تک پہنچ گیا۔ میں نے ان سے کہا: اے ابو ہریرہ یہ کون سا وضو ہے؟ انہوں نے کہا بیٹا جی! تم یہاں کھڑے ہو، اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم یہاں کھڑے ہو تو میں کبھی بھی یہ وضو نہ کرتا۔ میں نے اپنے دوست صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے جہاں تک بندۂ مومن کے وضو کا پانی پہنچتا ہے، وہاں تک اسے (قیامت کے دن جنت میں) زیور پہنایا جائے گا۔ (مسلم)

نسائی شریف کی ایک روایت بھی مسلم کی روایت کے مطابق ہے۔ البتہ! اس میں یہ ذکر نہیں ہے بیٹا جی! جو بندہ (آغاز میں) اللہ کا نام نہ لے اس کا وضو (کامل) نہیں ہوتا۔

سعید بن زید سے مروی ہے جو شخص حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر درود نہ بھیجے، اس کا وضو (کامل) نہیں ہوتا۔ (ترمذی)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو شخص وضو کرے اور

اچھی طرح سے کرے اور پھر آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر یہ کہے: اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ، اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں کہ جس میں سے چاہے داخل ہو جائے۔ (طبرانی)

امام احمد اور ابن ماجہ نے اسے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے تین مرتبہ وضو کرے یا تین مرتبہ یہ کلمات کہے۔

امام ترمذی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین۔ (ترمذی)

حضرت ابوسعید سے مروی ہے: جس نے وضو کیا اور وضو کے بعد کہا سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک۔ ایک کاغذ پر اس کا نام لکھ کر اس پر مہر لگا دی جائے گی اور وہ کاغذ قیامت تک نہیں کھلے گا۔ (نسائی)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جب کوئی شخص وضو سے فارغ ہو تو وہ ضرور کہے اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ۔ پھر مجھ پر (حضور علیہ الصلوۃ والسلام) یہ درود بھیجے تو اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ پھر اگر وہ اس کے فوراً بعد دو رکعت نماز کے لیے کھڑا ہو جائے اور اسی طرح سے قرأت کرے کہ اس کے معانی بھی سمجھ رہا ہو تو نماز ختم کرنے پر وہ ایسا ہو جاتا ہے جیسا اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے پیدا کیا تھا۔

ثم یقال استانف العمل۔ پھر اسے کہا جاتا ہے کہ دوبارہ وہی عمل کرو۔ (ابوالشیخ، دعوات مستغفری)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے جو شخص وضو کے بعد انا انزلناہ فی لیلۃ القدر ایک مرتبہ پڑھ لے، وہ صدیقین میں شمار ہو گا۔ جو دو مرتبہ پڑھ لے، وہ شہداء میں شامل ہو گا اور جو تین مرتبہ پڑھے اللہ تعالی قیامت کے دن اسے انبیاء کا قرب نصیب فرمائے گا۔ (دیلمی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: جب تم وضو کرو تو "فاشربوا عینکم الماء ولا تنفضوا ایدیکم" کہ تم اپنی آنکھوں کو پانی پلاؤ اور ہاتھ سوکھے نہ رہنے دیا کرو کیونکہ اس سے شیاطین کو سکون ملتا ہے۔ (دیلمی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: جو شخص وضو کرنے کے بعد (جسم) صاف کپڑے سے پونچھ لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر ایسا نہ کرے تو افضل ہے کیونکہ قیامت کے دن وضو کا تمام اعمال کے ساتھ وزن کیا جائے گا۔ (تمام، ابن عساکر)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: جب تم وضو کرو تو کپڑا استعمال نہ کرو۔ (عبدالرزاق)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کپڑا تھا۔ آپ جب بھی وضو فرماتے تو اس سے (اعضاء) پونچھ لیا کرتے۔ (دار قطنی)

حضرت ابوبکر کے بارے میں منقول ہے کہ آپ وضو کے بعد پونچھ لیا کرتے تھے۔ (ابن سعد)

سعید بن منصور حضرت نباتہ سے روایت کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے وضو کے بعد چہرے پر کپڑے کا کونا پھیرا۔ آپ کے پاس ایک تولیہ بھی تھا جس سے آپ نے (اعضاء) خشک کیے۔

امام ترمذی نے پہلی حدیث حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور دوسری سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے اور فرمایا ہے یہ دونوں روایات ضعیف ہیں۔ اس بارے میں آپ علیہ الصلوۃ والسلام سے کچھ بھی منقول نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تانبے کے برتن میں وضوء کیا کرتے تھے۔ (عبدالرزاق)

حضرت نافع سے مروی ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما تانبے میں وضوء کرنا مکروہ سمجھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن زید المازنی فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے پیتل کے برتن میں پانی پیش کیا آپ نے اس سے وضو فرمالیا۔
(ابن ابی شیبہ)

حضرت زینب بنت جحش فرماتی ہیں: حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے میرے اس پیتل کے ٹب میں وضوء کیا۔
(سعید بن منصور)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: جن برتنوں میں تم پیشاب کرتے ہو، ان میں وضو نہ کرو۔ اس لیے وضو کو بھی تمام نیکیوں کے ساتھ تولا جائے گا۔
(دیلمی، ابن نجار)

مومن کے وضوء کے بچے ہوئے پانی پینے میں ستر بیماریوں کا علاج ہے۔ جن میں کم ترین بیماری شدید ترین غم ہے۔

یہ حدیث حضرت ابو امامہ اور حضرت بسرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔
میں کہتا ہوں، ابھی حدیث میں گزرا ہے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے کھڑے ہو کر آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے وضو کا بچا ہوا پانی نوش فرمایا اور پھر اسے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف بڑھا دیا۔

یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے وضو کیا اور پھر کھڑے ہو کر وضو کا بچا ہوا پانی پیا۔ پھر فرمایا: کہاں ہیں وہ لوگ جو گمان کرتے ہیں کہ کوئی بھی پانی کھڑے ہو کر نہیں پینا چاہیے۔
(احمد)

اے جاہل کے باپ! جس سے وضو ہو سکتا ہے، اس پانی سے وضو کرو اور باقی کو اپنے گھر والوں کے لیے چھوڑ دو۔ انہیں پیاسا نہ رکھو اور نہ ہی اپنے خادم کو مشقت میں مبتلا کرو۔
(ابن عدی، طبرانی)

جب تم وضو کرو تو دائیں طرف سے آغاز کرو۔
(ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ہم بھی اسی طرف سے آغاز کرتے ہیں جس طرف سے اللہ تعالیٰ نے آغاز فرمایا ہے۔
(احمد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: وضو کے لیے بھی کچھ شیطان

مخصوص ہیں جنہیں ولہان کہا جاتا ہے، للہذا تم پانی کے وسوسوں سے بچو۔

(ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک نہر کے پاس سے گزرے۔ آپ کے پاس ایک لوٹا تھا۔ آپ نے اس سے وضو کر کے بقیہ پانی واپس نہر میں ڈال دیا۔ (خطیب، طبرانی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: جس نے غسل کرنے کے بعد وضو کیا وہ ہم میں سے نہیں۔ (طبرانی)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: میں نے پانی گرم ہونے کے لیے دھوپ میں رکھا تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! ایسا نہ کرو، کیونکہ اس سے پھلبہری پیدا ہوتی ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اے ابوبکر! مجھے یہ بات پسند نہیں کہ کوئی اور شخص مجھے وضو کروائے۔

(ابن نجار)

ایک روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔

(البزار)

چھٹی فصل

وضو توڑنے والی چیزوں کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: آواز سنے یا بدبو محسوس کیے بغیر وضو نہیں ٹوٹتا۔ (ترمذی)

ایک اور روایت میں ہے کہ جب کوئی شخص نماز میں ہو اور اسے اپنی پچھلی جانب سے ہوا خارج ہوتی محسوس ہو تو اس وقت تک وہ وہاں سے نہ نکلے جب تک آواز نہ سن لے یا بدبُو محسوس نہ ہو۔

اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ جب تم اپنے پیٹ میں کچھ گڑبڑ محسوس کرو اور تمہیں شک ہو کہ ہوا خارج ہوئی یا نہیں۔

امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ علماء کا فتویٰ یہی ہے کہ وضو صرف اس حدث سے ٹوٹتا ہے جس میں آواز یا بدبو میں سے کوئی ایک چیز پائی جائے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حدث میں شک کی صورت میں وضو لازم نہیں ہوتا۔ جب تک اسے اتنا یقین نہ ہو کہ قسم اٹھا سکے۔

سنن ابی داؤد کی ایک روایت میں ہے: جب کوئی شخص نماز کی حالت میں ہو اور اسے اپنی پچھلی جانب کوئی حرکت محسوس ہو اور اسے شک ہو کہ وضو ٹوٹا ہے یا نہیں تو وہ اس وقت تک نماز ختم نہ کرے جب تک آواز یا بدبو نہ آئے۔ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے شکایت کی کہ ایک شخص کو نماز کے دوران میں خیال آتا ہے کہ شاید اس کا وضو ٹوٹ گیا ہے تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: وہ اس وقت تک نماز ختم نہ کرے جب تک بدبُو یا آواز نہ آئے۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی)

حضرت علی بن طلق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم میں سے کوئی شخص نماز میں مشغول ہو اور اسے یوں محسوس ہو کہ ہلکی سی ہوا خارج ہوئی ہے اور پانی کم ہو تو (وہ کیا کرے) آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے جواب دیا: جب بھی تم میں سے کسی شخص کی ہوا خارج ہو تو وہ وضو کر لے۔ (ترمذی)

سنن ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ "جب کسی شخص کی ہوا خارج ہو تو وہ نماز توڑ کر وضو کر کے دوبارہ نماز ادا کرے۔" (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: جس شخص کا وضو ٹوٹ جائے تو دوبارہ وضو کرنے تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

ایک یمنی شخص نے پوچھا: ابوہریرہ! وضو کیسے ٹوٹتا ہے؟ آپ نے جواب دیا: ہوا خارج ہونے سے اور گوز کرنے سے۔

مذی

حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں، مجھے اکثر مذی آنے کی شکایت رہتی تھی تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام کا داماد ہونے کے باعث مجھے آپ علیہ الصلوۃ والسلام سے اس بارے میں سوال کرتے ہوئے شرم آتی تھی۔ تو میں نے مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام سے سوال کریں؟ تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

جواب دیا: اپنی شرم گاہ دھولو اور وضو کرلو۔ (بخاری، مسلم)

یہ حدیث مختلف اسناد اور الفاظ کے ساتھ روایت کی گئی ہے۔ صحاحِ ستہ میں بعض روایات کے مطابق یہ ہے کہ میں نے ایک شخص کو کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھے۔ اور بعض میں ہے: میں نے آپ علیہ الصلوۃ والسلام سے پوچھا مذی کے بارے میں اگر نکل جائے تو آدمی کیا کرے۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: وضو کرے اور اپنی شرم گاہ کو دھولے۔

ایک روایت میں ہے: آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے جواب دیا: "اپنی شرم گاہ کو دھولو"۔

ایک روایت میں ہے: "شرمگاہ کے ایک حصے کا ذکر نہیں کیا"۔

ایک اور روایت میں ہے: مجھے اکثر مذی کی شکایت رہا کرتی تھی تو میں غسل کیا کرتا۔ یہاں تک کہ میری کمر میں درد شروع ہوگیا۔ میں نے اس بات کا ذکر حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے کیا یا آپ علیہ الصلوۃ والسلام سے ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: غسل نہیں کرو بلکہ جب تم مذی دیکھو تو اپنی شرم گاہ دھولیا کرو اور نماز جیسا وضو کرلیا کرو اور جب انزال ہو تو غسل کیا کرو۔

ایک اور روایت میں ہے کہ مجھے اکثر مذی کی شکایت رہتی تھی تو میں نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کریں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث میں ہے: حضرت علی، حضرت مقداد اور حضرت عمار رضی اللہ عنہم میں اس بات کا ذکر ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کا داماد ہونے کی وجہ سے مجھے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے شرم آتی ہے، لہٰذا آپ دونوں میں سے کوئی ایک پوچھ لے۔

حضرت سہل بن حنیف فرماتے ہیں: مذی کثرت سے نکلنے کے باعث میں بیمار ہوگیا اور میں بہت زیادہ غسل کیا کرتا تھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اس کے لیے

تو وضو ہی کافی ہے۔ میں نے عرض کی بعض اوقات وہ میرے کپڑوں پر بھی لگ جاتی ہے۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: تم اس پر پانی ڈال کر دھو لیا کرو، جہاں وہ تمہارے کپڑے پر لگی ہوئی ہو۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اسے کافی زیادہ مقدار میں بہتے ہوئے دیکھتا ہوں جب تم میں سے کسی کو اس صورت حال کا سامنا کرنا پڑے تو وہ اپنی شرم گاہ دھولے اور پھر نماز جیسا وضو کرے۔ (الموطا)

تیسری چیز قے ہے

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قے کی۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اس وقت روزے کی حالت میں تھے تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے وضو کیا۔

معدان بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جامع مسجد دمشق میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے ملاقات کر کے اس بارے میں استفسار کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درست کیا ہے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کروایا ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

صاحب مشکوٰۃ نے اس حدیث کو وضو کے باب میں نقل کرنے کی بجائے باب تنزیہ الصوم میں نقل کیا ہے ان الفاظ کے ساتھ:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قاء فافطر۔	نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قے کی تو افطار کر لیا۔

(ابوداؤد، ترمذی، دارمی)

جامع الاصول کے مصنف نے اسے وضو کے باب میں ہی نقل کیا ہے۔ "آپ علیہ الصلوۃ والسلام روزے کی حالت میں تھے تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے وضو کیا"۔ (ابوداؤد، ترمذی)

وضو کا ذکر دونوں روایات میں موجود ہے کیونکہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ علیہ الصلوۃ والسلام کو وضو کروایا تھا۔

یہ مسئلہ علماء کے درمیان مختلف فیہ ہے۔ بہت سے علماء کے نزدیک قے کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ یہی قول امام ابوحنیفہ، امام احمد، امام اسحاق بن راہویہ، امام عبداللہ بن مبارک، امام سفیان ثوری رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے۔

ان حضرات کی دلیل یہی حدیث ہے کیونکہ اس حدیث سے یہ بات ظاہر ہو رہی ہے کہ وضو ٹوٹنے اور دوبارہ وضو کرنے کا سبب قے آنا ہے۔ جیسا کہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کے قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ "میں نے آپ علیہ الصلوۃ والسلام کو وضو کروایا تھا"۔

فقہاء کے ایک اور گروہ کی رائے یہ ہے کہ قے کرنے سے وضو لازم نہیں ہوتا۔ امام مالک اور امام شافعی علیہ الرحمہ کی یہی رائے ہے۔ یہ حضرات مذکورہ بالا حدیث میں وضو کو یا تو چہرہ اور منہ دھونے پہ محمول کرتے ہیں یا ان کے نزدیک ایسا کرنا لازم نہیں صرف مستحب ہے۔

امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بارے میں وارد صحیح ترین حدیث ہے۔ اور اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس کے بعض راویوں میں اضطراب پایا جاتا ہے تو اسے یہ جواب دیا جائے گا۔ بعض راویوں کا اضطراب باقی راویوں کے ضبط پر اثرانداز نہیں ہوتا۔

امام ابن جوزی کہتے ہیں کہ امام اثرم فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضرت اس حدیث کے راویوں میں اضطراب پایا جاتا ہے تو انہوں نے جواباً ارشاد فرمایا: اس حدیث کو امام حسین المعلم نے درست قرار دیا ہے۔ کسی نے کہا: کیا حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث آپ کے نزدیک ثابت ہے؟ آپ علیہ الرحمہ نے فرمایا: ہاں!

امام ابو عبداللہ حاکم نیشاپوری کہتے ہیں کہ یہ حدیث شیخین کی شرائط پہ پورا

اترتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب تم میں سے کسی شخص کو پیٹ میں گڑگڑاہٹ محسوس ہو یا قے آ جائے تو اسے چاہیے کہ وہ نماز وہیں چھوڑ کر دوبارہ وضو کرے۔ اگر اس دوران کوئی کلام کرے تو دوبارہ نماز کا آغاز کرے اور اگر نہیں کیا تو جہاں سے نماز چھوڑی تھی، وہیں سے ادا کرنا شروع کر دے۔ (عبدالرزاق)

امام بیہقی کتاب الخلافیات میں نقل کرتے ہیں: سات صورتوں میں وضو دوبارہ کرنا پڑتا ہے۔ پیشاب کے قطرے آنا، خون بہنا، قے کرنا، منہ بھر کے قے کرنا، ٹیک لگا کے سو جانا، آدمی کا نماز میں قہقہہ لگا کے ہنسنا، خون یا ہوا کا خارج ہوا۔ (الحدیث)

اس روایت کی سند میں سہل بن سعد اور جارود بن یزید ضعیف ہیں۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ خون، قے اور قہقہہ کے باعث وضو ٹوٹنے کی حدیث صحیح نہیں ہے--- اگر یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے تو بھی ہم پر اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ حجیت صرف صحت پہ موقوف نہیں ہے۔ بلکہ اس کے لیے حسن ہونا ہی کافی ہے۔

جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے کہ "آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے قے کی اور وضو نہیں کیا" جس سے امام شافعی علیہ الرحمہ وضو نہ ٹوٹنے پہ استدلال کرتے ہیں۔ وہ معروف ہے ہی نہیں۔

اسی طرح امام دارقطنی روایت کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجامت بنوائی (پچھنے لگوائے) اور وضو نہیں کیا، بلکہ صرف اس مقام ہی کو دھونے پر اکتفا کیا۔ یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔

"جس نے قے کی یا نکسیر پھوٹ گئی (الی آخرہ)" اس حدیث کو امام ابن ماجہ علیہ الرحمہ-- اسماعیل بن عیاش--- ابن جریج--- ابن ابی ملیکہ--- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرماتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: جس کو قے آ گئی یا نکسیر پھوٹ گئی (حالت نماز میں) تو وہ نماز وہیں روک کر وضو کرے اور وہیں سے دوبارہ نماز کا آغاز کرے، تاہم وہ اس دوران کوئی

کلام نہ کرے۔

ایک اور روایت میں ہے: اگر وہ کلام نہ کرے تو وہیں سے نماز دوبارہ شروع کر دے۔
(دار قطنی)

امام دار قطنی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ابن جریج کے حفاظ حدیث شاگرد ابن جریج سے ان کے والد کے حوالے سے مرسلا نقل کرتے ہیں۔ اس سند میں صرف ابن عیاش کے بارے میں بعض حضرات نے کلام کیا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اس بارے میں حجازیوں کی بجائے شامیوں کی روایت سے حجت حاصل کی جائے گی۔

امام بیہقی علیہ الرحمہ، امام دار قطنی علیہ الرحمہ کے حوالے سے مرسل حدیث نقل کرنے کے بعد امام شافعی علیہ الرحمہ کا فرمان نقل کرتے ہیں۔ اگر اس حدیث کو صحیح مان بھی لیا جائے تو نکسیر پھوٹنے کی صورت میں اسے خون دھونے اور قے کی صورت میں چہرہ اور منہ دھونے پہ محمول کیا جائے گا۔ نہ کہ نماز کی طرح وضو کرنے پر۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات صحیح نہیں ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو نماز باطل ہوتی اور دوبارہ وضو کر کے درمیان ہی میں سے نماز کا دوبارہ شروع کر دینا جائز نہ ہوتا۔

جہاں تک ابن عیاش پر ہونے والی جرح کا تعلق ہے تو امام یحییٰ بن معین نے اس کی توثیق کی ہے اور اس کی سند میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اضافہ کیا ہے اور کسی ثقہ محدث کا اضافہ مقبول ہوتا ہے۔ پھر یہ کہ مرسل حدیث ہمارے اور جمہور علماء کے نزدیک قابل حجت ہے۔

یہ سب باتیں شیخ ابن ہمام نے نقل کی ہیں۔ پھر فرماتے ہیں ان تمام اقوال سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ابن عیاش اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی احادیث جو ہمارے لیے دلیل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ امام شافعی علیہ الرحمہ کی روایت کردہ احادیث ان کے مقابلے میں پیش نہیں کی جا سکتی۔ اگر ہم کھینچ تان کے ان کو

مقابل مان بھی لیں تو بھی مناسب یہ ہو گا کہ جس قدر ممکن ہو احادیث میں تطبیق دی جائے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ امام شافعی کی نقل کردہ روایت کو اس قے پہ محمول کیا جائے جو تھوڑی ہو اور جس میں خون نہ بہا ہو اور امام زفر کی نقل کردہ روایت کو اس قے پہ محمول کیا جائے جو زیادہ ہو۔ اور اگر ہم ایسا کرنے کی بجائے قیاس سے کام لیں جیسا کہ صاحب ہدایہ نے تحریر کیا ہے۔ طہارت کے زوال کا سبب نجاست کا خروج ہوتا ہے۔ الی آخرہ۔

عنقریب ہم حدث فی الصلاہ کے باب میں تفصیلی آثار نقل کریں گے۔

یہاں آکر امام کمال الدین ابن ہمام کا کلام ختم ہو جاتا ہے۔

چوتھی چیز خُون ہے

اس بارے میں بھی اقوال اور احادیث مختلف ہیں۔ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک بہنے والے خون سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح امام احمد علیہ الرحمہ کے نزدیک بھی ایسا ہی ہے۔ تاہم وہ بہنے سے مراد حد سے زیادہ بہنے والا خون لیتے ہیں۔ فرماتے ہیں، قے فاحش اور دم فاحش سے طہارت باقی نہیں رہتی۔

لفظ فاحش کی تفسیر میں ان کے بہت سے اقوال مروی ہیں۔ مشہور قول یہ ہے کہ جس کو انسان کا دل حد سے زیادہ تصور کرے اور اس کو دھوئے بغیر چارہ نہ ہو۔ پس ہر انسان کے حق میں اس بات کا اعتبار کیا جائے گا کہ وہ کتنے خون کو زیادہ سمجھتا ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک قطرہ یا دو قطرے سے زیادہ فحش کہلائے گا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں عام انسان کا اعتبار کیا جائے گا، تاکہ قصابوں کا کہ ان کا تھوڑا بھی بقیہ کے لیے بہت زیادہ ہوتا ہے تو وہمی لوگوں کا کہ وہ رائی کا پہاڑ بنا ڈالتے ہیں۔

یہ کلام امام احمد رضی اللہ عنہ کے مذہب کے ائمہ کا ہے۔ وگرنہ اصلاً کلام

سیلان ہی کی طرف لوٹتا ہے اور یہی امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے۔

امام مالک موطا میں فرماتے ہیں: حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: جب کبھی (نماز کے دوران) ان کی نکسیر پھوٹ جاتی تو وہ نماز وہیں روک کر جاتے اور وضو کرتے اور کسی سے کلام کیے بغیر واپس آکر دوبارہ وہیں سے نماز دوبارہ شروع کر دیتے۔ (موطا)

امام مالک فرماتے ہیں کہ یزید بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ مشہور تابعی حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کو انہوں نے دیکھا کہ ان کی نکسیر پھوٹ گئی اور وہ اس وقت نماز ادا کر رہے تھے تو پھر آپ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے پاس آئے۔ وضو کیا اور وہیں سے نماز دوبارہ شروع کر دی۔ (موطا)

امام مالک فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے حضرت سالم رضی اللہ عنہ اپنے ناک میں انگلی ڈالتے، جب اسے نکالتے تو اس پر خون لگا ہوتا۔ وہ خون دھوتے اور نماز پڑھ لیتے، وضو دوبارہ نہیں کیا کرتے تھے۔

(موطا)

امام محمد علیہ الرحمہ موطا میں فرماتے ہیں کہ ہم ان سب روایات پر عمل کرتے ہیں لیکن امام مالک علیہ الرحمہ ان پر عمل نہیں کرتے۔ ان کی رائے میں اگر کسی شخص کی نکسیر پھوٹ جائے نماز کے دوران تو وہ خون دھو لے اور نماز پڑھ لے۔ (وضو نہ کرے)

امام ابو حنیفہ، امام مالک کی روایت کردہ حضرت ابن عمر اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہم کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں کہ وہ شخص نماز وہیں روک کر جائے اور وضو کرے اور دوبارہ وہیں سے نماز ادا کرے بشرطیکہ وہ کسی کے ساتھ کلام نہ کرے اور ہمارا فتویٰ بھی یہی ہے۔

البتہ! اگر کوئی شخص ناک میں انگلی ڈالے اور باہر نکالنے پر اس میں خون لگا ہوا ہو تو اس صورت میں اس پر وضو کرنا لازم نہیں ہوگا کیونکہ وہ خون نہ تو بہنے والا

ہے نہ ٹپکنے والا ہے، وضو کرنا تو اس صورت میں لازم ہوتا ہے جب خون بہہ جائے یا ٹپک پڑے اور یہی امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کا فتویٰ ہے۔ شیخ ابنِ ہمام فرماتے ہیں کہ "ایک قطرہ یا دو قطرے بہہ بھی جائیں تو وضو نہیں ٹوٹتا"۔

اس حدیث کو امام دار قطنی نے دو سندوں کے ساتھ نقل کیا ہے۔ ایک سند میں محمد بن فضل بن عطیہ اور دوسری میں حجاج بن نصیر ضعیف ہیں۔

ایک قطرہ اور دو قطرے دراصل قلت کا کنایہ ہے اور لفظ سائل (بہنے والا) کثرت کا کنایہ ہے۔ کیونکہ قطرے کے لفظ سے عرف میں قلت مراد لی جاتی ہے۔ اور اس کی ضد وہ ہے جو بہہ جائے۔ ورنہ حقیقت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اگر ایک قطرہ بھی خون کا پایا جائے تو وضو بالاتفاق ٹوٹ جاتا ہے۔ تو ضروری ہے کہ اسے ظاہر سے کنایہ کی طرف پھیرا جائے۔

نیز بیہقی کی حدیث میں جن سات چیزوں کے باعث وضو دوبارہ کرنا پڑتا ہے ان میں خون نکلنا بھی شامل ہے۔

امام ابوحنیفہ کے مذہب پر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے۔ اس کو امام دار قطنی اپنی سنن میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے حوالے سے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ (صحابہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام) سے روایت کرتے ہیں۔

امام ابنِ عدی "الکامل" اسے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔ تاہم دار قطنی اس میں یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی زیارت کا شرف حاصل نہیں ہوا کیونکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ۵۷ ستاون ہجری میں پیدا ہوئے اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے عہد میں (۴۰ھ سے پہلے ہی) وصال فرمایا۔

نیز اس حدیث کے راویوں میں یزید بن خالد اور یزید بن محمد مجہول ہیں۔

اس کا جواب یوں دیا جائے گا کہ ہم پر یہ اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ

مرسل حدیث ہمارے اور جمہور علماء کے نزدیک قابل حجت ہے۔ اگر اس روایت کی سند سے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کو ساقط کر دیا جائے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے تابعی ہونے کے باعث حدیث مرسل قرار پائے گی اور ہم مرسل روایات قبول کر لیتے ہیں۔

جہاں تک یزید بن خالد اور یزید بن محمد کا تعلق ہے تو ان دونوں کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام ذہبی نے "الکاشف" میں ان کی توثیق کی ہے۔

نیز مجہول کی دو قسمیں ہیں:

(۱) مجہول عین وہ شخص ہوتا ہے جس سے ایک ہی روایت ہو اور کسی نے اس کی توثیق نہ کی ہو۔

(۲) مجہول حال وہ شخص ہوتا ہے جس سے دو یا دو سے زیادہ روایات مروی ہوں۔ یہی مستور بھی کہلاتا ہے۔ اور مجہول الحال شخص کی روایات جمہور کے نزدیک قابل قبول ہیں اور بعض اس کے قائل نہیں ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی حالت کے اشتباہ کے باعث خاموش رہا جائے۔ یہ معلوم نہیں کہ یہ دونوں حضرات کون سی قسم میں سے ہیں؟ واللہ اعلم۔

ہماری دلیل بخاری و مسلم کی وہ حدیث بھی ہے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی، مجھے حیض آتا ہے اور پھر طہر آتا ہی نہیں، کیا میں نماز ترک کیے رکھوں۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: نہیں وہ عرق ہے، حیض نہیں۔ جب تمہیں حیض آئے تو نماز ترک کر دو اور جب ختم ہو جائے تو اپنے جسم سے خون دھو لیا کرو۔

ہشام بن عروہ فرماتے ہیں کہ میرے والد فرماتے ہیں: "پھر تم جب بھی نماز کا وقت ہو، تم وضو کر لیا کرو"۔

ابو معاویہ اپنی حدیث میں فرماتے ہیں: تم ہر نماز کے لیے وضو کر لیا کرو۔ یہاں تک کہ اس کا وقت چلا جائے"۔

حضرت عائشہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور صحابہ کرام، تابعین عظام اور بعد

میں آنے والوں میں سے بہت سے اہل علم کا یہی فتویٰ ہے۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضوء کو واجب کرنے والی علت خون نکلنے کو قرار دیا ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ دار قطنی کی روایت کردہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور نماز ادا کرلی، وضو نہیں کیا۔ صرف وہ جگہ دھوئی جہاں خون لگا ہوا تھا۔

یہ حدیث ضعیف ہے۔ نیز انہوں نے حاکم کی نقل کردہ مسند اور بخاری کی نقل کردہ معلق حدیث جو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ غزوہ رقاع میں ایک شخص کو تیر لگ گیا۔ اس نے وہ تیر جسم سے الگ کیا۔ رکوع کیا، سجدہ کیا اور نماز مکمل کرلی۔

اس سے حجت اس وقت پکڑی جاسکتی ہے جب یہ بات ثابت ہو جائے کہ اس فعل کی اطلاع آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملی اور آپ نے اس کو برقرار رکھا۔ امام خطابی کہتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ اس حدیث سے استدلال کرنا کس طرح ممکن ہے؟ کیونکہ جب خون بہہ جائے تو جسم پر بھی لگ سکتا ہے اور کپڑوں پر بھی۔ اور اس صورت میں نماز کس طرح صحیح ہو سکتی ہے؟ سوائے اس صورت کے کہ خون زخم سے اچھل کر نکلے اور ظاہری بدن پر بالکل نہ لگے اور یہ بڑی عجیب بات ہے۔ یہاں اس بات کا احتمال ہے کہ خون کپڑوں پر لگا ہو اور جسم پر نہ لگا ہو اور یہ بھی بعید از عقل ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اس رات ملنے کے لیے گئے جب آپ زخمی ہوئے تھے اور انہیں صبح کی نماز کے لیے جگایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز ادا کی اور آپ کے زخموں سے خون بہہ رہا تھا۔ (موطا)

حالانکہ یہ بات کسی پر بھی مخفی نہیں کہ یہ صرف عذر اور ضرورت کے باعث تھا، جیسے پیشاب کے قطرے آنا وغیرہ۔

پانچواں شرم گاہ کو چھونا

یہ مسئلہ بھی ائمہ اربعہ کے درمیان مختلف فیہ ہے۔

امام شافعی، امام مالک اور امام احمد رضی اللہ عنھم کے نزدیک اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، بلکہ امام احمد بن حنبل کے خیال میں شرم گاہ خواہ مرد کی ہو یا عورت کی، اگلی ہو یا پچھلی لیکن بقیہ ائمہ بنیادی طور پر مرد کی اگلی طرف کی شرم گاہ کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں اور بقیہ کو اس پر قیاس کرتے ہیں۔ امام مالک علیہ الرحمہ کے مذہب میں اس بارے میں اختلاف ہے کہ اگر عورت اپنی شرم گاہ چھو لے۔ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک مرد کا بغیر کسی حائل کے ہتھیلی کے ساتھ اپنی شرم گاہ چھونے سے وضو باقی نہیں رہتا۔ امام احمد علیہ الرحمہ سے ایک روایت ہے کہ جو شخص اپنی شرم گاہ چھولے اس کے لیے مستحب ہے کہ وضو کر لے، واجب نہیں ہے تاکہ دونوں طرح کی حدیث میں تطبیق ہو سکے۔ پھر اس بارے میں بھی اختلاف ہے۔ اگر اپنی شرم گاہ چھوئی ہو یا کسی اور کی، دوسرا بڑا ہے یا چھوٹا، زندہ ہے یا مردہ، ہتھیلی سے مس کیا ہے یا سائڈ سے، شہوت سے یا بغیر شہوت کے، حائل کے ساتھ یا بغیر حائل کے۔

ان اختلافات کی تفصیل ان ائمہ کے مذاہب کی کتب میں موجود ہے۔

امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنھم کے نزدیک مطلقاً وضو نہیں ٹوٹتا۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث ہے:
جب کوئی شخص بغیر حائل کے اپنی شرم گاہ چھو لے تو اسے چاہیے کہ وضو کرے۔

(احمد، طبرانی، ابن حبان، حاکم)

ایک روایت میں ہے "جب کوئی شخص اپنی شرم گاہ کو ہاتھ لگا لے اور اس کے درمیان پردہ نہ ہو تو وضو واجب ہو جاتا ہے۔ (نسائی)

حدیث بسرۃ میں آتا ہے "جس نے اپنی شرم گاہ کو چھوا' وہ وضو کر لے"۔

(خمسہ' احمد' ترمذی)

امام بخاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ اس بارے میں صحیح ترین حدیث ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ایک جماعت کا عمل اس کے مطابق تھا۔ واللہ اعلم۔

جامع الاصول میں حدیث بسرۃ کی روایات موطا' ابوداؤد' ترمذی اور نسائی کے حوالے سے نقل کی گئی ہیں۔ نیز وہ حضرت مصعب بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں' میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مصحف پکڑایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ میں نے سر کھجلایا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شاید! تم نے اپنی شرم گاہ کو چھوا ہے۔ میں نے عرض کی: جی ہاں! آپ نے فرمایا: جاؤ اور وضو کرو۔ میں نے وضو کیا اور پھر واپس آیا۔ (موطا)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ "جو شخص اپنی شرم گاہ کو چھو لے' اس پر وضو کرنا لازم ہو جاتا ہے"۔

ایک راوی کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ نے سورج طلوع ہونے کے بعد وضو کیا اور نماز ادا کی۔ میں نے عرض کی اس سے پہلے تو آپ نے اس وقت نماز ادا نہیں کی۔ آپ نے جواب دیا: میں نے صبح کی نماز کے لیے وضو کرنے کے بعد اپنی شرم گاہ کو چھو لیا تھا۔ پھر میں دوبارہ وضو کرنا بھول گیا تھا' اس لیے میں نے دوبارہ وضو کر کے نماز لوٹائی ہے۔ (موطا)

ہماری دلیل وہ حدیث ہے جسے ابنِ ماجہ کے علاوہ محدثین کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے۔ حضرت قیس بن طلق کے والد رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک دیہاتی آیا اور عرض کی: یارسول اللہ! جو شخص وضو کر لینے کے بعد اپنی شرم گاہ چھو لے' اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: کیا وہ اس کے جسم کا ایک حصہ

نہیں یا وہ تمہارے جسم کا ایک حصہ نہیں۔

امام ابو جعفر طحاوی شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سوا ہمیں کسی بھی صحابی کے بارے میں یہ بات معلوم نہیں ہو سکی کہ وہ شرم گاہ چھونے پر دوبارہ وضو کرنے کا فتویٰ دیتے ہوں، بلکہ صحابہ کرام کی اکثریت کی رائے ان کے خلاف تھی۔

بعض شوافع حضرت طلق رضی اللہ عنہ والی حدیث کو رکاوٹ (پردے) کے سے چھونے پر محمول کرتے ہیں کیونکہ سوال حالت نماز میں چھونے سے متعلق تھا۔ لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جواب سے اس کا رد خود بخود ہو جاتا ہے۔

امام محی السنہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ساتھ منسوخ ہے۔ کیونکہ حضرت قیس رضی اللہ عنہ کے والد حضرت طلق رضی اللہ عنہ ہجرت کے سال میں جب مسجد نبوی بن رہی تھی، اس وقت وفد کی صورت میں حاضر خدمت ہوئے اور تبھی دیہاتی والا واقعہ پیش آیا۔ جبکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہجرت کے ساتویں سال جب خیبر فتح ہوا تھا اس سال اسلام لائے تھے۔ لہٰذا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بعد میں ہونے کے باعث اس کی ناسخ تصور ہوگی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ متاخر صحابی ہونے سے حدیث کا متاخر ہونا لازم نہیں آتا، جیسا کہ حدیث کا اصول ہے۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ متاخر صحابی نے وہ حدیث کسی متقدم صحابی سے سنی ہو لیکن روایت بعد میں کی ہو۔

یہ بات جائز ہے کہ حضرت طلق رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد دوبارہ تشریف لائے ہوں اور یہ بات دوبارہ سنی ہو۔ سوائے اس صورت کے کہ یہ ثابت ہو جائے کہ حضرت طلق رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے قبل ہی وفات پا گئے ہوں یا ان کے اسلام لانے کے بعد کبھی بھی مدینہ منورہ نہ آئے ہوں۔ اور یہ بات ثابت نہیں ہے۔ پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث کسی اور صحابی سے سنی ہو

جو حضرت طلق رضی اللہ عنہ سے بھی پہلے ایمان لائے ہوں اور اس کو نقل کر دیا ہو۔ تو اس صورت میں حضرت طلق رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کی ناسخ ہونا چاہیے۔

یہ بات بھی طے ہے کہ احتمال کی موجودگی میں نسخ ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ کسی بھی روایت میں یہ بات موجود نہیں کہ انہوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے براہ راست یہ بات سنی ہو۔ لہٰذا ان کی روایت مراسیل صحابہ کے زمرے میں شمار ہوگی اور یہ مسئلہ اصول حدیث میں مذکور ہے۔ لہٰذا نسخ یہاں محتمل ہے قطعی نہیں۔

بعض حنابلہ کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ نسخ کے بارے میں نص شمار نہیں ہو سکتی لیکن اس سے اس کا ظہور تو ہو سکتا ہے۔ اور بعض کا خیال یہ ہے کہ احتیاطاً وضو کر لینا مستحب ہے۔ اور نسخ کے ثبوت نہ ہونے کے اعتبار سے بھی علماء کا اختلاف ہے۔

امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: شرم گاہ چھو لینے سے وضو کرنا لازم نہیں ہوتا۔ یہی امام ابو حنیفہ کا فتویٰ ہے اور اس بارے میں بہت سی روایات منقول ہیں۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ مجھے اس کی کچھ خاص پرواہ نہیں کہ میں اپنی ناک چھولوں یا اپنی شرم گاہ چھولوں۔

حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی اس کی مثل منقول ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر وہ اسے نجس کر دیتا ہے تو اسے کاٹ دینا چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما سے بھی اسی کے مطابق منقول ہے۔

حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت عمار بن یاسر، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم سے وضو نہ ٹوٹنے کا قول منقول ہے۔ اسی طرح تابعین میں سے حضرت سعید بن مسیب، حضرت ابراہیم نخعی اور حضرت عطاء

بن ابی رباح رضی اللہ عنہم سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔

شمنی، امام دار قطنی سے نقل کرتے ہیں: منیٰ کے مقام پر مسجد خیف میں علماء کا اجتماع ہوا۔ اس میں امام احمد بن حنبل، امام علی بن مدینی اور امام یحییٰ بن معین شامل تھے۔ انہوں نے اس مسئلے میں بحث کا آغاز کیا۔ امام یحییٰ بن معین نے کہا: وضو لازم ہوگا۔ علی بن مدینی نے کہا: نہیں ہوگا۔

حضرت ابن معین نے مروان بن حکم کی حضرت بسرۃ والی حدیث پیش کی اور حضرت علی بن مدینی نے حضرت قیس کی حدیث پیش کی اور یہ بھی کہا کہ حدیث بسرہ سے کس طرح استدلال ممکن ہے۔ کیونکہ وہ مرسل ہے۔ ابن معین نے جواب دیا کہ قیس بن طلق کی حدیث سے بھی بہت سے لوگ حجت نہیں پکڑتے۔ امام احمد نے کہا: آپ دونوں ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ ابن معین نے کہا: ہمیں امام مالک نے حضرت نافع اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کے حوالے سے حدیث بیان کی ہے، "وہ شرم گاہ چھونے پر وضو کیا کرتے تھے۔" ابن مدینی نے کہا: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وضو نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے وہ تمہارے جسم کا حصہ ہے۔ ابن معین نے کہا: اس کی سند؟ انہوں نے جواب دیا: سفیان بن ابی قیس عن ہذیل عن عبداللہ۔

اور جب ابن مسعود اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کا کسی مسئلے میں اختلاف ہو جائے تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی پیروی کرنا زیادہ مناسب ہے۔ امام احمد نے کہا درست ہے۔ لیکن ابو قیس کی روایت کردہ حدیث سے حجت حاصل نہیں کی جا سکتی۔

امام ابن ہمام کہتے ہیں کہ دونوں حدیثیں طعن سے محفوظ نہیں ہیں اوقات بسرہ کو مجہول قرار دیا جاتا ہے، پر عروہ کا بسرۃ سے سماع ثابت نہیں، بلکہ بن حکم یا شرطی سے بھی۔

بعض اوقات حضرت طلق کی حدیث کے راویوں پہ کلام کیا جاتا ہے۔ حق یہ ہے کہ دونوں روایات درجہ حسن تک بھی نہیں پہنچتیں لیکن حضرت طلق کی حدیث کو حدیث بسرہ پہ ترجیح حاصل ہوگی کیونکہ اس کے راوی زیادہ قوی ہیں۔ وہ علم اور

ضبط کے محافظ ہیں۔

امام ابنِ ہمام نے دونوں روایات کو جمع کرنے کا عجیب و غریب طریقہ نکالا ہے اور وہ یہ کہ جیسے عمار بن یاسر فرماتے ہیں کہ مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ میں شرم گاہ چھوتا ہوں یا ناک۔ امام احمد فرماتے ہیں: حضرت ابنِ عمر اور حضرت عمار رضی اللہ عنہم ایک ہی مرتبے کے ہیں۔ لہٰذا جس کا دل چاہے، جس مرضی روایت کے مطابق عمل کرے۔

لیکن امام ابو جعفر طحاوی جیسا کہ نقل کرتے ہیں کہ ہمیں نہیں معلوم کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کے سوا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین میں سے کوئی بھی وضو کرنے کا فتویٰ دیتا ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو ضرور یحییٰ بن معین امام مالک کے حوالے سے اسے بیان کرتے۔

کیا عورت کو چھو لینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے۔ کیا شہوت کے ساتھ یا بغیر شہوت کے، اجنبی ہو یا نہ ہو، جیسا کہ فقہاء کی کتاب میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ دونوں فریق اجنبی اور بالغ ہونے چاہئیں۔

وہ حضرات اللہ تعالیٰ کے فرمان سے تمسک کرتے ہیں "یا تم میں سے کوئی بیت الخلاء سے واپس آئے یا عورت کو چھو لے"۔

حمزہ اور کسائی کی قرأت کے مطابق وہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں لمس کو بدن چھونے پر محمول کرنا زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ یہ قرینے کے مطابق ہوگا اور وہ بیت الخلا سے آنا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات لمس کے لفظ سے جماع کا کنایہ کیا جاتا ہے اور آیت کو اس معنیٰ پہ محمول کرنا زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ اس صورت میں یہ بیان ہوگا کہ تیمم حدث اکبر اور حدث اصغر دونوں کو ختم کرتا ہے۔

وہ حضرات ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول سے بھی تمسک کرتے ہیں کہ
"جو شخص اپنی بیوی کا بوسہ لے اور اپنی عورت کا جسم چھو لے تو اس پر وضو کرنا لازم ہے۔"
(موطا)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "مرد کا عورت کا بوسہ لینے سے وضو لازم ہوتا ہے"۔
(موطا)

ہماری دلیل سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہے، آپ فرماتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنی ایک زوجہ محترمہ کو بوسہ دیا اور نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ دوبارہ وضو نہیں کیا۔ حضرت عروۃ رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ زوجہ آپ کے سوا اور کون ہو سکتی ہیں؟ تو آپ مسکرائیں۔ (ترمذی، ابوداؤد)

ایک اور روایت میں، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ازواجِ مطہرات کو بوسہ دینے کے بعد نماز ادا کر لیتے تھے اور وضو نہیں کرتے تھے۔ (ابن حبان، ابن ماجہ، نسائی)

امام طحاوی کہتے ہیں: یہ حدیثیں مستقیم الاسناد ہیں۔ ان کی سند اور متن میں کوئی اضطراب نہیں۔

لیکن ان کے بارے میں کلام کیا گیا ہے۔ جیسا کہ صاحب مشکوٰۃ امام ترمذی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔ حضرت عروۃ رضی اللہ عنہ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسناد درست نہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔ امام ترمذی اس روایت کو قتیبہ اور ایک جماعت سے عن وکیع عن اعمش عن حبیب بن ابی ثابت عن عروہ عن عائشہ رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ایک زوجہ محترمہ کا بوسہ لیا اور نماز کے لیے تشریف لے گئے اور وضو نہیں کیا۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کی: وہ آپ کے سوا اور کون ہو سکتی ہیں تو آپ مسکرائیں۔

امام ترمذی کہتے ہیں کہ اس جیسی احادیث صحابہ کرام اور تابعین میں سے بہت سے اہل علم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہیں اور سفیان ثوری کا بھی یہی قول ہے کہ بوسہ دینے سے وضو لازم نہیں ہوتا۔

امام مالک، اوزاعی، شافعی، احمد، اسحاق کہتے ہیں بوسہ دینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور صحابہ کرام اور تابعین عظام میں سے کئی اہل علم کا فتویٰ یہی ہے۔ ہمارے اصحاب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے مطابق اس لیے فتویٰ نہیں دیتے کیونکہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے ان کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ میں نے عطا البصری سے علی بن معینی کا یہ قول ذکر کرتے ہوئے سنا کہ یحییٰ بن سعید القطان اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ قتیبہ کہتے ہیں یہ ہے ہی نہیں۔ امام بخاری بھی اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں حبیب بن ابی ثابت نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے کوئی حدیث نہیں سنی۔

حضرت ابراہیم تیمی کے حوالے سے بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک روایت منقول ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا بوسہ لیا اور وضو نہیں کیا۔ یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ ہم ابراہیم تیمی کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع کے بارے میں علم نہیں رکھتے اور اس بارے میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے کوئی بھی حدیث صحیح منقول نہیں ہے۔ (ترمذی)

اس تمام تقریر سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ سند کی عدم صحت حبیب بن ثابت کا حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہ ہونے کے باعث ہے نہ کہ حضرت عروہ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع نہ ہونے کے باعث۔ کیونکہ ان کا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سماع تحقیق سے ثابت اور مقرر کردہ امر ہے جس میں کوئی شبہ نہیں۔ کیونکہ وہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں اور وہ اکثر ان کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے۔

لہٰذا صاحب مشکوۃ کا یہ قول کہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع ثابت نہیں، بالکل غلط ہے۔ تاہم یہ ہو سکتا ہے کہ ان کی مراد اس حدیث کی سند کے بارے میں یہ ہو کہ حبیب بن ثابت کا سماع حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے۔

جہاں تک ابراہیم تیمی کے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سماع کی نفی کا تعلق ہے، تو وہ علی الاطلاق اسی حدیث کے ساتھ مقید نہیں ہے۔

اس کا ذکر جامع الاصول کے مصنف نے اپنی کتاب میں نہیں کیا۔ ذہبی نے اسے الکاشف میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے: ابراہیم ابن یزید التیمی اسے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرسلا روایت کرتے ہیں اور حضرت انس اور عمرو بن میمون رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اعمش اور مسلم البطین نقل کرتے ہیں۔

یہ بات اس قول کے موافق ہے جو وہ امام ابوداؤد کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ یہ مرسل ہے اور ابراہیم تیمی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سماع نہیں کیا۔

اور یہاں مرسل سے مراد منقطع ہے۔ اس میں تین اصطلاحات ہیں:

(۱) تابعی کا یہ کہنا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے یوں فرمایا، مشہور یہی ہے۔

(۲) کسی بڑے تابعی کا یہی کہنا۔

(۳) منقطع جس کی سند میں ایک یا زیادہ راوی ساقط ہوں۔

عورت کو چھونے سے وضو کے نہ ٹوٹنے کے بارے میں ہمارے مشائخ نے صحیحین کی اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے سو رہی تھی اور میری ٹانگیں آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے مقابل ہوتیں۔ جب آپ سجدہ میں جانے لگتے تو میری ٹانگ ہلا دیتے۔ میں ٹانگ سمیٹ لیتی۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام سجدہ کر لیتے تو میں پاؤں پھیلا لیتی۔

یہ حدیث حجت ہے۔ اس شخص کے خلاف جس کے نزدیک مطلقاً اجنبی و غیر اجنبی، حائل یا بلا حائل عورت کو چھونے سے وضو باقی نہیں رہتا۔

انہوں نے اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جس رات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بستر پر موجود نہیں پایا تھا اور آپ اس وقت سجدہ میں تھے تو انہوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے دونوں قدم

چھوئے تھے اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے نماز جاری رکھی تھی۔

اسی طرح حضرت زید بن خالد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ کی کیا رائے ہے اس شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی سے مجامعت کرتا ہے اور انزال نہیں ہوتا۔ انہوں نے فرمایا: نماز کے جیسا وضو کرلے اور اپنی شرم گاہ دھولے۔ میں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو اسی طرح فرماتے ہوئے سنا ہے۔

میں نے پھر اس بارے میں حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے پوچھا۔ انہوں نے بھی اس کے مطابق جواب دیا۔

ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عروہ بن زبیر نے انہیں بتایا کہ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہی فرماتے ہوئے سنا ہے۔ (بخاری)

امام مسلم نے یہ روایت صرف حضرت عثمان کے اس قول تک روایت کی ہے کہ میں نے یہ بات حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے سنی ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کوئی شخص اپنی اہلیہ سے مجامعت کرے اور انزال نہ ہو تو۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: وہ اپنی شرم گاہ دھولے اور وضو کرلے۔

ایک اور روایت میں ہے: میں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو اپنی اہلیہ کے ساتھ مباشرت کرتا ہے اور پھر کسلمندی کا شکار ہوتا ہے تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: وہ اپنی شرم گاہ دھولے اور پھر وضو کر کے نماز پڑھ لے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ اس زمانے کا ذکر ہے جب یہ بات جائز تھی اور انزال کے بغیر غسل واجب نہیں ہوتا تھا۔ لیکن جب یہ منسوخ ہوگیا تو اب مطلقاً جنسی تعلق قائم کرنے سے ہی غسل واجب ہو جائے گا اور جو چیز غسل کو واجب کرتی ہے، وضو

اس سے خود بخود واجب ہو جائے گا۔

لہٰذا وضو مباشرت فاحشہ کے باعث ٹوٹے گا جو واقعی ناقض وضو ہے۔ محض چھو لینے سے نہیں ٹوٹتا۔ جیسا کہ اس عنوان کا تقاضا ہے۔

جبکہ ان روایات میں مباشرت فاحش کا ذکر ہے' لہٰذا ان سے تمسک مطلقاً چھونے کے مسئلے میں صحیح نہیں ہے۔

امام محمد کے نزدیک منی کے خروج کا یقین کیے بغیر ایسا ممکن نہیں۔

ہم کہتے ہیں ایسی حالت میں مذی کا نہ ہونا نادر ہے۔ اور احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ غالب کو مستحق سمجھا جائے۔ یہی صورت ہوگی جب مرد کسی لڑکے سے مباشرت کرے یا دوسرے مرد سے کرے تو ان دونوں پر وضو لازم ہوگا۔

اسی طرح شیخ ابن ہمام نے نقل کیا ہے۔

شرم گاہ یا عورت کو چھونے پر وضو ٹوٹنے کی احادیث و آثار دونوں جانب سے ایک دوسرے کی متوازی اور متعارض ہیں اور ان دونوں مسائل میں صحابہ کرام اور تابعین عظام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا اختلاف ہے۔ غایت امر میں ہوگی کہ وضو نہ ٹوٹنے کو ترجیح دی جائے کیونکہ اس معاملے میں اس نکتہ نظر کو راجح قرار دینے والی روایات اور دلائل کثیر اور قوی ہیں۔ جیسا کہ سابق میں ہم اشارہ کر چکے ہیں اور زیادہ مناسب ہوگا کہ یہاں ترجیح دیتے ہوئے احتیاط اور انصاف سے کام لیا جائے اور ان دونوں کے درمیان جمع و تطبیق کی کوشش کریں۔ جہاں تک ممکن ہو اور تعصب اور گروہ بندی سے خود کو محفوظ رکھیں۔ واللہ اعلم۔

انہیں میں نیند، جنون، بیہوشی اور مدہوشی شامل ہیں

بعض فقہاء نے زوال عقل کو ناقض وضو قرار دیا ہے اور اس میں یہ تمام چیزیں شامل ہیں۔ اور یہ بات تمام ائمہ کرام کے درمیان متفق علیہ ہے۔ البتہ! نیند کے مسئلہ میں کچھ تفصیلات ہیں اور یہ مطلقاً ناقض وضو نہیں ہے۔

اکثر احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ بیٹھے بٹھائے سو جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیٹھے بٹھائے سو جانے والے شخص پر وضو دوبارہ کرنا لازم نہیں ہے۔ جب وہ ٹیک لگا لے گا، تو وضو لازم ہو جائے گا۔
(الاوسط للطبرانی)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سو جاتے تھے اور پھر دوبارہ وضو کیے بغیر نماز ادا کر لیتے تھے۔

قتادہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے خود یہ بات حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اللہ کی قسم!
(مسلم)

امام ترمذی علیہ الرحمہ وضو نہ کرنے تک روایت کرتے ہیں۔ (ترمذی)

امام ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عشاء کی نماز کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے اور اُونگھنا شروع کر دیتے۔ پھر وہ دوبارہ وضو کیے بغیر نماز ادا کر لیتے۔
(ابوداؤد)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ بیٹھے بٹھائے سو جاتے اور دوبارہ وضو کے بغیر سو جاتے۔
(موطا)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام سجدے کی حالت میں ہی سو گئے، یہاں تک کہ آپ کے خراٹوں اور سانس کی آواز آنے لگی۔ پھر آپ علیہ الصلوۃ والسلام اٹھے، نماز ادا کرنے لگے تو میں نے عرض کی یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ سو گئے تھے۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: وضو صرف اس وقت واجب ہوتا ہے کہ جب انسان ٹیک لگا کر سوئے، کیونکہ اس وقت اس کے جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔
(ترمذی)

امام ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے سجدہ فرمایا اور

سو گئے اور آپ کے منہ سے سانس کے زیروبم کی آواز آنے لگی۔ پھر آپ علیہ الصلوۃ والسلام نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور وضو نہیں کیا۔ بعد میں، میں نے عرض کی: آپ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے بغیر وضو کے ہی نماز ادا فرمائی، حالانکہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام سو گئے تھے۔ آپ ﷺ نے جواب دیا: وضو اس شخص پر لازم ہوتا ہے جو ٹیک لگا کر سوئے۔ (ابوداؤد)

ہدایہ میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: جو شخص بیٹھے، کھڑے ہونے، رکوع، سجدے کی حالت میں سو جائے تو اس پر اس وقت تک وضو لازم نہ ہوگا جب تک وہ ٹیک نہ لگالے اس لیے کہ جب وہ ٹیک لگالے تو اس کے جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ (بیہقی)

شیخ ابن ہمام اس روایت کے کچھ متابعات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہماری تحقیق سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ حدیث کہ "حسن" سے کم درجے کی نہیں ہے اور ہمارے علماء کے نزدیک اگر نماز مسنون طریقے کے مطابق ادا کی جارہی ہو (یعنی مرض وغیرہ کی حالت نہ ہو) تو اس دوران اگر نیند آجائے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اور امام ابو حنیفہ کا مستند فتویٰ یہی ہے کہ اس وقت تک وضو نہیں ٹوٹتا جب تک ہوا وغیرہ خارج ہونے کا امکان نہ ہو۔ امام ابو جعفر طحاوی کی مختار رائے یہی ہے۔ امام قدوری نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

نیز فرماتے ہیں کہ اگر وہ بیٹھے بٹھائے سو جائے اور پھر گر پڑے۔ تو امام ابو حنیفہ سے یہ بات مروی ہے کہ اگر تو زمین پر پہلو لگنے سے پہلے ہوشیار ہو گیا تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ نیند کے وضو کے لازم ہونے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ اکثر کی رائے یہ ہے کہ مطلقاً اس سے وضو واجب نہیں ہوتا۔ بشرطیکہ ٹیک نہ لگائی ہو۔ خواہ بیٹھے ہوئے یا کھڑے کھڑے سو جائے اور بعض نے کہا ہے کہ سونے کے دوران اگر اس کے حواس مغلوب ہو جائیں تو وضو کرنا لازم ہوگا۔ امام اسحاق کی یہی رائے ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جو شخص سو جائے اور خواب دیکھنے لگے یا اس کی پیٹھ نیند کے درمیان زمین سے اٹھ جائے تو اس پر وضو کرنا لازم ہوگا۔

بعض حضرات نے تھوڑی اور زیادہ نیند کے اعتبار سے بھی فرق کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جس نیند سے وضو ٹوٹتا ہے اس کی شرط یہ ہے کہ وہ عقل پر غالب آ جائے، یہاں تک کہ اگر کوئی شخص نیند کے عالم میں کسی اور شخص کا کلام سن کے اس کو سمجھ بھی لیتا ہے تو سویا ہوا نہیں کہلائے گا۔ اور اگر سن لے اور سمجھے نہ تو یہ ہلکی نیند ہے۔

اگر کوئی مریض شخص ٹیک لگا کے سو جائے تو اس کا وضو ٹوٹنے کے متعلق علماء کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

یہ ائمہ کرام کے اقوال ہیں جو ان کی کتب میں منقول ہیں۔ ہماری غرض صرف ائمہ اربعہ کا اختلاف اور ہدایہ اور اس کی شروح میں مذکور احناف کا مذہب ذکر کرنا ہے۔

نماز میں قہقہہ لگانا

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور امام شافعی کے نزدیک اس سے وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ یہ جسم سے خارج ہونے والی نجاست نہیں ہے۔ اور اسی وجہ سے نماز جنازہ، سجدہ تلاوت یا نماز کے علاوہ قہقہہ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

یہ مسئلہ بھی ان مسائل میں سے ہے جن میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ قیاس کو ترک کر کے حدیث کے مطابق فتویٰ صادر کرتے ہیں۔ اگرچہ حدیث ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ نیند کے ساتھ وضو کے جائز ہونے میں۔ امام کی رائے ہے حالانکہ وہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ اور اس سے آپ کی پیروی سُنّت اور مجاہدے کی عکاسی ہوتی ہے اور آپ کے مخالفین کے اس گمان کی نفی ہوتی ہے کہ آپ قیاس پر

عمل کرتے ہیں اور اس کو حدیث پر مقدم رکھتے ہیں۔

ہم نے اس بارے میں تفصیل سے کلام اپنی کتاب "التعرف فی الجمع بین الفقہ والتصوف" میں کیا ہے۔

شیخ ابن ہمام کہتے ہیں کہ قہقہہ والی حدیث مسند اور مرسل دونوں طریقوں سے مروی ہے اور مرسل ہونے کے اعتبار سے محدثین بھی اس کی صحت کے قائل ہیں اور ارسال کا مدار حضرت ابوالعالیہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت ہے۔ (جو تابعی ہیں) ان کے علاوہ حضرت خواجہ حسن بصری اور حضرت ابراہیم نخعی وغیرہ نے بھی اس کو نقل کیا ہے۔ اس کی اسناد درج ذیل ہیں:

(۱) عبدالرحمٰن بن مہدی اور حماد بن زید، حفص بن سلیمان سے، وہ حسن سے اور وہ حضرت ابوالعالیہ رضی اللہ عنہم سے۔

(۲) شریک، حضرت ابوہاشم سے، وہ ابراہیم سے اور وہ حضرت ابوالعالیہ رضی اللہ عنہم سے۔

(۳) ابن ابی الزہری، سلیمان ابن ارقم سے اور وہ حسن سے۔ اور حسن حضرت ابوالعالیہ رضی اللہ عنہم سے۔

(۴) امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اسے منصور بن زاذان الواسطی سے، وہ حسن سے اور وہ سعد بن ابی سعید خزاعی سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک اندھا شخص آیا اور ایک گڑھے میں گر پڑا۔ یہ دیکھ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہنس پڑے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جس شخص نے نماز کے دوران قہقہہ لگایا ہو، وہ دوبارہ وضو کرے اور دوبارہ نماز پڑھے۔

اس کی سند میں کوئی معبد نامی صاحب (سعد بن ابی سعید مراد ہوں گے) بھی ہیں، ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کا صحابی ہونا ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا یہ حدیث مرسل ہے۔

یہ غلط ہے اس لیے کہ جو معبد صحابی نہیں، وہ معبد البصری الجہنی ہیں جن کے

بارے میں حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ معبد سے بچو، وہ خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔

اور یہ معبد (سعد بن ابو سعید) خزاعی ہیں۔ جیسا کہ مسند ابی حنیفہ میں اس کی تصریح موجود ہے اور ان کے صحابی ہونے میں کوئی شخص نہیں۔ ابن مندہ اور حافظ ابو نعیم نے انہیں صحابہ میں ذکر کیا ہے۔

ہماری اس بات کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں۔

سفر ہجرت کے دوران جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ام معبد رضی اللہ عنہا کے خیمے کے پاس سے گزرے تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے معبد کو کہا: اور وہ اس وقت چھوٹے تھے "جاؤ اور بھیڑ لے کے آؤ"۔

اور اگر مخالفین کی بات صحیح مان بھی لی جائے تو جب مرسل حدیث سے ثابت ہو تو وہ بھی ہمارے نزدیک حجت ہے اور اس سے وضو ٹوٹنے پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔

حضرت ابوالعالیہ رضی اللہ عنہ کا نام نامی "رفیع" ہے۔ آپ اکابر اور ثقہ تابعین میں سے ہیں۔ آپ نے بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایات نقل کی ہیں۔ ان میں حضرت ابو موسیٰ الاشعری، حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس، حضرت جابر، حضرت عمران بن حصین رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل ہیں۔

اس حدیث کی سب سے نادر سند وہ ہے جسے امام ابوالقاسم حمزہ بن یوسف تاریخ جرجان میں نقل کرتے ہیں۔

ابوبکر بن احمد بن ابراہیم سے، وہ ابو عمرو محمد بن عمرو سے، وہ ایوب سے، وہ جعفر سے، وہ احمد بن فورک سے، وہ عبداللہ بن احمد اشعری سے، وہ عمار بن یزید سے، وہ موسیٰ بن ہلال سے اور وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: جو شخص نماز میں قہقہہ مار کر ہنسے تو

اس پر دوبارہ وضو کرنا اور نماز پڑھنا لازم ہے۔ اس کو تقویت امام ابن عدی کی نقل کردہ روایت دیتی ہے۔

ابن عدی عطیہ سے، وہ بقیہ سے، وہ عمرو بن قیس سے، وہ عطاء سے اور وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے نقل کرتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: جو شخص نماز میں قہقہہ مار کر ہنسے وہ وضو اور نماز دہرائے۔ (الکامل لابن عدی)

اس روایت پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس کی سند میں "بقیہ" نامی صاحب تدلیس کے ساتھ متہم کیے جاتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے بعض ضعیف لوگوں سے بھی سن کر روایت کر دی۔ لیکن خود کراہت کرتے ہوئے وہ ہمیشہ سچ بولتے ہیں، لہٰذا ان پر تدلیس کا الزام عائد نہیں کیا جا سکتا۔ (فتح القدیر از شیخ ابن ہمام)

جس کو آگ نے چھولیا ہو اس کو کھانا

اور ایک روایت میں ہے کہ جس کو آگ نے متغیر کر دیا ہو، یا جسے آگ پر پکایا گیا ہو۔ ایسی صورت میں وضو کرنے کے بارے میں اور اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے کے متعلق احادیث منقول ہیں۔

اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو کے وجوب کا ائمہ میں سے کوئی بھی قائل نہیں۔ سوائے امام احمد بن حنبل اور ان کے اصحاب کے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا: بھیڑ بکریوں کا گوشت کھا لینے کے بعد کیا ہم وضو کیا کریں؟ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ہاں! اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد تم وضو کر لو۔ (احمد، مسلم)

امام ابن خزیمہ کہتے ہیں اس حدیث کے راویوں کی عدالت کے باعث اس حدیث کے صحیح ہونے کے بارے میں محدثین میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے

اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: تم وضو کیا کرو۔ پھر بھیڑ بکریوں کے گوشت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: نہ کیا کرو۔ پھر اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: تم وہاں نماز نہ پڑھو' وہ شیطان کی جگہ ہے۔ پھر بھیڑ بکریوں کے باڑے میں نماز کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: وہاں پڑھ لیا کرو' وہ برکت کی جگہ ہے۔ (احمد' ابوداؤد' ترمذی)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کا حکم دینے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ وضو کرنا واجب ہے اور جب شارع علیہ الصلوۃ والسلام کسی چیز کو مطلقاً ذکر کریں تو اس سے اس کے شرعی معنیٰ مراد لیے جائیں گے۔ خصوصاً اس صورت میں کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ والی حدیث میں وضو کے ساتھ نماز کا ذکر بھی کر دیا گیا ہے۔

پھر اونٹ کے گوشت اور بھیڑ بکریوں کے گوشت کے درمیان لغوی وضو کے اعتبار سے فرق کیا گیا ہے اور وہ ہاتھ اور منہ کا دھونا ہے۔ اس حدیث کے راوی حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور دیگر راویوں نے اس سے یہی معنیٰ مراد لیے ہیں جیسا کہ وہ فرماتے ہیں: ہم اونٹ کا دودھ پی کر کلی کیا کرتے تھے اور بھیڑ بکریوں کا دودھ پی کر وضو نہیں کرتے تھے اور ہم اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کیا کرتے تھے اور بھیڑ بکریوں کا گوشت کھا کر وضو نہیں کرتے تھے۔ (سنن بیہقی)

ایک روایت میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کریں اور بھیڑ بکریوں کا گوشت کھا کر وضو نہ کریں۔ (ابن ماجہ)

اسی طرح امام احمد نے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ اس کی علت یہ ہے کہ جس کی طرف حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اشارہ کیا کہ وہ شیاطین میں سے ہے کیونکہ ہر سرکشی اور درشتی کلام کرنے والا شیطان ہے اور سیاہ کتا بھی شیطان ہے اور اونٹ چوپاؤں کا شیطان ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ بوڑھا ہونے پر ہر اونٹ شیطان ہوتا ہے اور وہاں

سے کھالیا طبیعت میں شیطانیت پیدا کرتا ہے۔ شیطان آگ سے بنا ہے اور پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔

جمہور کی رائے یہ ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کرنا لازم نہیں ہوتا اور نہ ہی اونٹ کا گوشت کھانے سے۔ یہ حکم ابتدائے زمانہ تھا پھر منسوخ ہو گیا۔ جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آخری حکم آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کے بارے میں یہی ہے کہ اس کے بعد وضو کرنا لازم نہیں۔ امام احمد سے ایک اور روایت منقول ہے جس میں مطلقاً وضو نہ ٹوٹنے کا ذکر ہے۔

یہ تمام باتیں امام احمد کے مذہب کی مشہور کتاب "الخرقی" میں نقل کی گئی ہیں۔ روٹی، گوشت، بھنا ہوا گوشت، شوربہ، ثرید، بکری بھیڑ کا ہر طرح کا گوشت، پنڈلی کا گوشت وغیرہ آگ پر پکا کر کھانے سے وضو لازم نہ ہونے کے بارے میں بہت سی احادیث ہیں جو جامع الاصول میں صحاح ستہ کے حوالے سے منقول ہیں اور وضو کرنے والی حدیثیں بھی بہت ہیں۔

منقول ہے کہ جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کرنے کی حدیث نقل کی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو کھانا کتاب اللہ میں حلال ہو، کیا اس کو کھانے کے بعد محض اس وجہ سے مجھے وضو کرنا پڑے کہ وہ آگ پر پکا ہوا ہے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کنکتی گن کر کہا کہ میں اتنی مرتبہ گواہی دے کر کہتا ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تم آگ پر پکی ہوئی چیز کھالو تو وضو کرو۔

ایک روایت میں ہے حضرت ابو ہریرہ نے کہا: آگ پر پکے ہوئے کھانے کے بعد وضو کیا کرو۔ اگرچہ پنیر ہی کو جوش دیا گیا ہو تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں کہا کیا میں تیل یا گرم پانی کی وجہ سے وضو کروں گا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: بھتیجے جب تم مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں سنا کرو تو مثالیں بیان کرنی نہ شروع کر دیا کرو۔

حضرت جعفر بن برقان سے مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کرنا لازم ہے۔ جب اس کی خبر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو پہنچی تو انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہلا بھیجا اگر میں خوشبودار تیل لے کر اسے اپنی داڑھی پر لگاؤں تو آپ کی رائے میں کیا مجھے وضو کرنا پڑے گا تو انہوں نے جواب دیا: بھتیجے میں جب تمہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث بیان کیا کروں تو مثالیں بیان کر کے مقابلے کی کوشش نہ کیا کرو۔

کتاب الحزقی میں مذکور ہے کہ مرتد ہو جانا' اس سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے اور ظاہر ہے کفر کے ذریعے تمام اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ اور میت کو غسل دینا' یعنی جس نے میت کو غسل دیا اس پر بھی وضو لازم ہے۔ عنقریب اس کا ذکر غسل مسنون کے ذکر میں آئے گا۔

تیمم کرنے والے شخص کو پانی مل جائے' موزوں پر مسح کی مدت ختم ہو جائے اور تہبند کھل جائے' ان باتوں کا ذکر ان کے مقام پر آئے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تہبند کھل جانے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ عنقریب اس کا ذکر آ جائے گا۔

منقول ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے مستورد العجلی کو توبہ کروائی۔ آپ اس وقت نماز پڑھنا چاہ رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہارے خلاف اللہ تعالیٰ کی مدد مانگتا ہوں۔ اس نے کہا میں تمہارے خلاف مسیح کی مدد مانگتا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ اس کی گردن کی طرف بڑھایا تو اس میں صلیب تھی۔ آپ نے اسے توڑ دیا۔ جب آپ نماز میں داخل ہوئے تو ایک قدم آگے بڑھے' پھر وضو کرنے چل دیئے۔ پھر لوگوں کو بتایا کہ انہوں نے کسی حدیث کی وجہ سے وضو نہیں کیا بلکہ چونکہ انہوں نے ایک نجس چیز کو چھو لیا تھا (صلیب کو) تو مناسب سمجھا کہ وضو کر لیں۔ لیکن یہ مستحب ہے اور یہاں ذکر واجب وضو کا ہو رہا ہے۔

باب الغسل

فصلِ اول

غسلِ جنابت کا بیان

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اکٹھے تشریف فرما تھے۔ اس بات کا ذکر چھڑ گیا کہ غسل کس بات پر واجب ہوتا ہے؟ مہاجرین و انصار کے درمیان اس بارے میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ انصار کا کہنا تھا انزال سے غسل واجب ہوتا ہے۔ جبکہ مہاجرین کے خیال میں محض ازدواجی تعلق قائم کر لینے سے ہی غسل واجب ہو جاتا ہے۔ میں نے کہا: تمہارا مسئلہ میں حل کرواتا ہوں۔ میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے درِ دولت پر حاضر ہوا اور (سوال کرنے کی) اجازت مانگی۔ آپ نے اجازت عطا فرما دی۔ میں نے عرض کی: ام المومنین! اے میری والدہ! میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں جس کے بارے میں پوچھتے ہوئے آپ سے شرم آ رہی ہے۔ آپ نے فرمایا: جو بات تم اپنی سگی ماں سے پوچھ سکتے ہو اس کے متعلق مجھ سے پوچھتے ہوئے شرماؤ نہیں۔ میں نے پوچھا: غسل کس طرح واجب ہوتا ہے؟ فرمایا: منی گرنے پر۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "جب میاں بیوی آپس میں جنسی تعلق قائم کر لیں تو اس سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔" میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم ایسا کرنے کے بعد غسل کیا کرتے تھے۔ (مسلم)

مسلم شریف کی ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو اپنی اہلیہ سے مجامعت کرے اور پھر سستی کرے، کیا ان دونوں پر غسل لازم ہوگا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس وقت آپ کے پاس تشریف فرما تھیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "میں اور یہ ایسا کرنے کے بعد غسل کرتے ہیں"۔

موطا کی مختلف روایات میں مختلف الفاظ کے ساتھ یہی بات نقل کی گئی ہے کہ محض ایسا کر لینے ہی سے (خواہ انزال نہ بھی ہو) غسل واجب ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیر کے دن قبا گیا۔ جب ہم بنی سالم کے محلے میں پہنچے تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عتبان کے دروازے کے آگے کھڑے ہوئے اور اس کو بلند آواز سے پکارا تو وہ اپنا تہبند لپیٹتے ہوئے باہر نکلے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے زیادہ ہی جلدی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس نے کہا: یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو شخص اپنی بیوی سے جلد ہی جدا ہو جائے اور اسے انزال نہ ہوا ہو اور اس پر کیا لازم ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: غسل انزال کی وجہ سے ہی واجب ہوتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: صرف انزال پائے جانے کی صورت میں غسل واجب ہونے کی رخصت آغازِ اسلام میں تھی۔ (ترمذی، ابوداؤد)

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا جو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں، تشریف لائیں اور عرض کی: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ حق بات سے شرم نہیں فرماتا۔ کیا عورت پر احتلام کی صورت میں غسل لازم ہوگا۔ آپ نے فرمایا: ہاں! جب اسے احتلام ہو جائے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے

ہاتھ خاک آلود ہوں (اگر ایسا نہ ہو) تو اس کی اولاد اس سے مشابہت کیسے رکھے۔

(صحاحِ ستہ)

تاہم روایات میں تھوڑا سا فرق پایا جاتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ (یہ سن کر) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے چہرہ ڈھانپ لیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ (یہ سن کر) "وہ مسکرائیں۔" ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا "اے امِ سلیم! تم نے عورتوں کی فضیحت کی ہے"۔

امام نسائی کی روایت میں ہے کہ ایک عورت نے پوچھا۔ انہوں نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا نام نقل نہیں کیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بجائے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت امِ سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا "کیا عورت کے ساتھ بھی ایسا ہوتا ہے؟"

ایک روایت میں ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: جب عورت کا نطفہ مرد کے نطفے پر غالب آجائے تو بچے کے نقوش ننھیالی عزیزوں جیسے ہوتے ہیں اور اگر مرد کا نطفہ عورت کے نطفے پر غالب آجائے تو بچے کے نقوش ددھیالی عزیزوں جیسے ہوتے ہیں۔ (صحاح ستہ)

ایک مرتبہ حضرت امِ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر کوئی عورت ایسا خواب دیکھ لے جیسا مرد دیکھتے ہیں تو کیا اس پر غسل واجب ہوگا۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: کیا وہ شہوت پاتی ہے؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں! آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے پوچھا: کیا وہ نمی پاتی ہے؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پھر اس پر لازم ہے کہ وہ غسل کرے۔

بعد ازاں حضرت امِ سلیم رضی اللہ عنہا کی ملاقات چند خواتین سے ہوئی تو انہوں نے حضرت امِ سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے سامنے ہم عورتوں کو شرمندہ کر دیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں اس وقت

تک باز نہیں رہ سکتی تھی جب تک مجھے یہ علم نہیں ہو جاتا کہ میں پاک ہوں یا ناپاک۔
(سعید بن منصور)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا جو غسل جنابت کرلے اور پھر اس سے کوئی چیز نکل آئے تو آپ نے جواب دیا کہ اگر اس نے غسل سے پہلے پیشاب کیا تھا تو پھر صرف وضو کرے اور اگر نہیں کیا تھا تو دوبارہ غسل کرے۔
(سعید بن منصور)

انہی سے روایت ہے کہ جس چیز سے حد لازم ہوتی ہے اسی سے غسل بھی واجب ہو جاتا ہے۔
(سعید بن منصور)

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مہاجرین و انصار میں اس بارے میں اختلاف ہوگیا کہ غسل کس بات پر واجب ہوتا ہے؟ انصار کے خیال میں صرف انزال کی صورت میں غسل واجب ہوتا ہے جبکہ مہاجرین کا کہنا تھا کہ صرف ازدواجی تعلق قائم کرلینے ہی سے (خواہ انزال نہ بھی ہو) غسل واجب ہو جاتا ہے تو انہوں نے اس اختلاف میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو اپنا ثالث مقرر کیا اور ان کی خدمت میں اپنا مقدمہ پیش کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کا کیا خیال ہے کہ کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ ناجائز جنسی تعلق قائم کرلے (اور اسے انزال نہ ہو) تو کیا اس پر حد جاری ہوگی۔ سب نے بالاتفاق کہا کہ جی ہاں! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ایسا کرنے سے حد جاری ہو جائے گی اور ایک صاع پانی سے غسل واجب نہ ہو (ایسا کیسے ہو سکتا ہے) تو آپ رضی اللہ عنہ نے مہاجرین کے حق میں فیصلہ دے دیا۔
آپ رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے کی خبر جب ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسی صورت میں غسل کیا کرتے تھے۔
(عبدالرزاق)
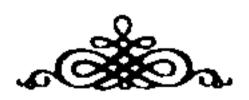
دوسری فصل

غسلِ جنابت کے بیان میں

اس بارے میں صحاحِ ستہ میں بہت سی روایات مختلف اسناد اور الفاظ کے ساتھ بیان کی ہوئی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت کا آغاز ہاتھ دھونے سے کرتے اور دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے اور اپنی شرم گاہ دھوتے۔ اس کے بعد وضو کرتے جیسے آپ علیہ الصلوۃ والسلام نماز کے لیے وضو فرماتے تھے۔ اس کے بعد پانی لے کر اپنی انگلیاں پانی کی ں میں داخل کرتے۔ جب آپ کو یقین ہو جاتا کہ سر کی جلد مکمل طور پر تین مرتبہ دھل چکی ہے تو پھر بقیہ اعضاء پر پانی بہاتے اور آخر میں دونوں پاؤں دھوتے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ غسل کا آغاز کرتے تو سب سے پہلے دائیں طرف سے دھونے کا آغاز کرتے۔ اس کے بعد اس ناپاکی پر پانی بہاتے اور اسے بائیں ہاتھ سے دھوتے۔ جب اس سے فارغ ہو جاتے تو سر پر پانی بہاتے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ دوہنے والا برتن منگوایا۔ آپ نے ایک ہتھیلی پر پانی لے کر سر کے دائیں حصے کو دھویا اور پھر بائیں حصے کو۔ پھر دونوں ہتھیلیوں میں پانی لے کر مکمل سر دھویا۔

(بخاری، مسلم)

نسائی شریف کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت

فرماتے تو آپ کے لیے پانی کا برتن رکھا جاتا۔ آپ اس برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے تھوڑا سا پانی انڈیل کر اپنے دونوں ہاتھ دھوتے۔ پھر دایاں ہاتھ برتن میں ڈال کر اس سے پانی اپنی شرم گاہ پر ڈالتے اور بائیں ہاتھ سے اس کو دھوتے۔ اس کے بعد دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر دونوں ہاتھ دھوتے۔ پھر تین مرتبہ کلی کرتے اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالتے۔ پھر دونوں ہاتھ ملا کر پانی بھر کے سر پر تین مرتبہ بہاتے، پھر بقیہ جسم پر پانی بہاتے۔ (نسائی)

ایک اور روایت میں ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے تین مرتبہ ہاتھ دھوتے۔ پھر شرم گاہ دھوتے، پھر دونوں ہاتھ دھوتے۔ پھر کلی کرتے، پھر ناک میں پانی ڈالتے، پھر تین مرتبہ سر پر پانی ڈالتے اور پھر تمام جسم پر پانی بہاتے۔ (نسائی)

ترمذی شریف کی روایت کے مطابق سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کا ارادہ فرماتے تو غسل کا آغاز دونوں ہاتھ برتن میں داخل کرنے سے پہلے دھو کر کرتے۔ پھر شرم گاہ دھوتے، پھر نماز جیسا وضو کرتے، پھر بالوں میں پانی بہاتے اور تین مرتبہ لپ کرنے کی طرح سر پہ انگلیاں پھیرتے۔ (ترمذی)

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام سب سے پہلے دونوں ہاتھ دھوتے۔ پھر دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر شرم گاہ دھوتے۔ پھر وہ ہاتھ دیوار اور زمین پر رگڑتے۔ نماز کے وضو کی طرح وضو کرتے، البتہ! قدم نہیں دھوتے۔ پھر تمام جسم پر پانی بہاتے۔ پھر تھوڑا سا الگ ہو کر پاؤں دھوتے۔ (ترمذی)

ایک اور روایت میں ہے کہ شرم گاہ دھوتے اور ناپاکی دھوتے۔ پھر اس کو دیوار سے رگڑتے اور پھر دھوتے۔ پھر وضو کرتے اور جب غسل سے فارغ ہو جاتے تو دونوں پاؤں دھوتے۔ (ترمذی)

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پانی رکھا جاتا تو آپ (غسل کے لیے) سب سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھوتے۔ دو

مرتبہ یا تین مرتبہ۔ اس کے بعد دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی انڈیل کر بائیں ہاتھ کے سامنے اپنی شرم گاہ دھوتے۔ پھر وہ بایاں ہاتھ زمین پر رگڑتے۔

ایک روایت میں ہے کہ غسل سے فراغت کے بعد رومال (تولیہ) پیش کیا تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے نہیں لیا اور ہاتھ سے اشارہ کیا کہ (رہنے دو)

ایک اور روایت میں ہے کہ میں نے تولیہ پیش کیا تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے نہیں لیا، بلکہ ہاتھوں کے ساتھ پانی پونچھتے ہوئے تشریف لے گئے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ تولیہ پیش کیا گیا تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے نہیں تھاما اور فرمایا پانی کے ساتھ ایسے کرتے ہیں۔ یعنی ہاتھ سے پونچھ لیتے ہیں۔

(بخاری، مسلم)

امام ابوداؤد کہتے ہیں: میں نے ابراہیم سے اس بارے میں استفسار کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ علماء کے نزدیک تولیہ استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں، تاہم اس کے استعمال کو عادت بنا لینا ان کے نزدیک مکروہ ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے تمام جسم دھونے کے بعد اپنی جگہ سے ذرا سا ہٹ کر دونوں پاؤں دھوئے۔ پھر میں تولیہ لے کر آئی تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے واپس کر دیا۔ (ابوداؤد)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے بال گندھے ہوئے ہوتے ہیں۔ کیا میں غسل جنابت کے وقت انہیں کھول لیا کروں۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: نہیں تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ تم تین مرتبہ سر پر پانی ڈال لیا کرو۔ پھر بقیہ جسم دھو لو۔ تم پاک ہو جاؤ گی۔

ایک روایت میں ہے: کیا میں حیض کے بعد غسل کرتے ہوئے انہیں کھول لیا کروں۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: نہیں۔ (مسلم، ترمذی، ابوداؤد)

ایک اور روایت میں ہے فرماتی ہیں: حیرت ہے کہ ابن عمر عورتوں کو گندھے ہوئے بال کھولنے کا حکم دیتے ہیں۔ وہ انہیں یہ حکم کیوں نہیں دیتے کہ وہ سر منڈوا

لیں۔ میں اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ہی برتن میں غسل کیا کرتے تھے۔ تو میں سر پر تین مرتبہ پانی اُنڈیل لیتی تھی۔ (مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام غسل کے بعد وضو نہیں فرماتے تھے۔ (ترمذی، نسائی)

سنن ابی داؤد کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرمانے کے بعد دو رکعت نماز ادا کرتے اور پھر صبح کی نماز ادا فرماتے اور غسل کے بعد وضو نہیں کرتے تھے۔ (ابوداؤد)

انہی سے روایت ہے کہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: جب کوئی عورت حیض سے پاک ہو جائے تو وہ کیسے غسل کرے؟ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: پانی اور بیری کے پتے (صابن) لے۔ اس سے طہارت حاصل کرے۔ اپنا سر دھوئے اور اسے اچھی طرح رگڑے۔ یہاں تک کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے۔ پھر تمام جسم پر پانی بہائے۔ پھر روئی کا ٹکڑا لے کر طہارت حاصل کرے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے طہارت کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کنائے کو سمجھ گئی کہ روئی کا ٹکڑا لے کر اس بات کا اندازہ لگانا چاہیے کہ کہیں خُون تو نہیں آ رہا۔

(بخاری، مسلم)

حضرت ابوالسمح فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام جب کبھی غسل کا ارادہ فرماتے تو مجھے حکم دیتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص کھلی جگہ پر غسل کا ارادہ کرے تو وہ اپنے آپ کو کپڑے سے چھپالے یا کسی دیوار یا اونٹ کی آڑ میں جائے۔ (بزار)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: تم میں سے کوئی بھی شخص کسی بیابان میں یا کسی بلند جگہ پر ایسی

حالت میں غسل نہ کرے کہ اس کے گرد کوئی آڑ نہ ہو۔ کیونکہ اگر اسے نہیں دیکھا جا رہا تو وہ تو دیکھ رہا ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پانی میں چادر لپیٹے بغیر داخل نہ ہو۔ کیونکہ پانی کی بھی دو آنکھیں ہوتی ہیں۔ (دیلمی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: کوئی بھی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں غسلِ جنابت نہ کرے۔ (مسلم، ابن ماجہ)

حضرت بہز بن حکیم کے دادا فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حی، بردبار اور پردہ پوش ہے۔ جب بھی کوئی شخص غسل کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ وہ پردہ کرے، خواہ دیوار کی آڑ ہو۔ (ابن حاکم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عنقریب تمہارے سامنے شام فتح ہو جائے گا۔ تم وہاں ایسے گھر پاؤ گے جنہیں حمام کہتے ہیں۔ وہ میری امت کے مردوں پر حرام ہوں گے سوا ان کے جو چادریں لپیٹ کر ان میں داخل ہوں اور وہ میری امت کی عورتوں پر حرام ہوں گے سوائے ان عورتوں کے جو نفاس یا کسی اور بیماری کا شکار ہوں۔ (ابن عدیٰ، خلیب، ابوالقاسم النجار، ابن حاکم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: حمام میں داخل ہونا میری امت کی عورتوں پر حرام ہے۔ (ابن عساکر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے برے گھر حمام ہیں۔ وہاں آوازیں بلند ہوتی ہیں اور شرم گاہیں بے حجاب ہوتی ہیں۔ پس ہر شخص اس میں پردہ کر کے داخل ہو۔ (طبرانی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے جو شخص بغیر کسی مرض کے حمام میں داخل ہوا، دونوں فرشتے اس پہ لعنت بھیجتے ہیں۔ (شیرازی)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے جو شخص حمام میں داخل ہوا اور جس نے چونے کا استعمال

کیا وہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں۔ جب آپ علیہ السلام اس میں داخل ہوئے اور اس کی گرمی محسوس کی تو فرمایا: یہ تو اللہ کا عذاب ہے۔

(عقیلی، طبرانی، ابن عدی، بیہقی)

حضرت مورق عجلی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو لکھا جانے والا خط پڑھا ہے۔ آپ نے لکھا تھا: مجھے خبر ملی ہے آپ کے علاقے کے لوگ حمام استعمال کرتے ہیں۔ کوئی بھی شخص بے لباسی کی حالت میں حمام میں داخل نہ ہو اور نہ ہی حمام میں اللہ تعالیٰ کا نام لے اور نہ ہی دو شخص اکٹھے ایک تالاب میں گھس کر نہائیں۔

(عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، شعب الایمان)

حضرت قبیصہ بن ذویب فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: کسی شخص کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ حمام میں بے لباس داخل ہو اور نہ ہی کسی عورت کے لیے حمام میں داخل ہونا جائز ہے۔ ایک شخص نے عرض کی میں نے اپنی بیوی کو آپ سے یہ بات سننے کے بعد منع کیا تھا لیکن وہ بیمار ہے۔ آپ نے فرمایا: بیمار عورت حمام میں داخل ہو سکتی ہے۔ (بیہقی)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے مردوں اور عورتوں کو حمام میں داخل ہونے سے منع فرماتا تھا۔ پھر مردوں کو اجازت دے دی کہ وہ پردہ کر کے حمام میں داخل ہو سکتے ہیں۔ (البزار)

ابن طاؤس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اس گھر سے بچو جو حمام کہلاتا ہے۔ لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ! وہاں گندگی اور میل کچیل سے نجات مل جاتی ہے۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: جو بھی اس میں داخل ہو وہ پردہ کرلے۔ (سنن ابن منصور)

تنبیہہ

غسل کے باب میں صرف کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام احمد کے مشہور مذہب کے مطابق یہ دونوں چیزیں وضو اور غسل میں واجب ہیں جبکہ امام شافعی کے نزدیک یہ دونوں ان دونوں میں سُنّت ہیں اور ہمارے نزدیک یہ دونوں چیزیں غسل میں واجب ہیں اور وضو میں سُنّت ہیں۔ امام مالک کے نزدیک بھی ایسا ہی ہے۔

امام احمد کے مذہب کی مشہور کتاب "الخرقی" میں تحریر ہے کہ منہ اور ناک چہرے کا حصہ ہیں اور اس کی شرح میں رقم ہے۔ پس چہرے کے ساتھ ان دونوں کا دھونا بھی واجب ہے اور ان دونوں کو دھونے سے مراد کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا ہے۔ چھوٹی اور بڑی دونوں طہارتوں میں اس کے واجب ہونے کی وجہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے جس میں چہرہ دھونے کا مطلق حکم دیا گیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر اپنے فعل اور تعلیم کے ساتھ کلی کر کے اور ناک میں پانی ڈال کر کی۔ نیز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ بھی روایت نہیں ہے کہ کسی موقع پر آپ علیہ السلام نے ایسا نہ کیا ہو۔ حالانکہ بعض روایات میں آیا ہے کہ آپ نے بعض اوقات کم از کم جائز وضو کرنے پر بھی اکتفاء فرمایا۔ جیسا کہ ایک مرتبہ وضو کرنے والی روایات ہیں۔

پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس وضو کے بارے میں یہ فرما دینا کہ یہ وہ وضو ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز قبول نہیں فرماتا۔

سنن ابوداؤد کی روایت میں ہے جب تم وضو کرو تو کلی کرو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا حکم دیا ہے۔ (دار قطنی)

اس حدیث کو سند اور مرسل دو طرح سے روایت کیا گیا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں اعضا ظاہری جسم کے حکم میں ہیں۔ آپ نے غور نہیں کیا محض ان دونوں میں کھانا (عورت کا) دودھ، شراب وغیرہ ڈال لینے سے نہ تو روزہ ٹوٹتا ہے، نہ حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے اور نہ ہی حد جاری ہوتی ہے اور اگر ان دونوں پر نجاست لگ جائے تو اس کو دھونا بھی لازم ہے۔ ورنہ وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

امام احمد سے یہ بھی منقول ہے کہ صرف ناک میں پانی ڈالنا واجب ہے۔

کیونکہ حدیث صحیح میں منقول ہے جب کوئی شخص وضو کرے تو اسے چاہیے کہ ناک میں پانی ڈالے اور پھر انگلی پھیرے اور ایک روایت میں ہے جو شخص وضو کرے، وہ ناک میں پانی ضرور ڈالے۔

جب وضو میں اس کا حکم دیا گیا ہے تو غسل میں تو بدرجہ اولیٰ ایسا کرنا لازم ہونا چاہیے۔ امام احمد سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ صرف طہارت کبریٰ (غسل) میں یہ دونوں واجب ہیں۔ کیونکہ غسل میں بالوں کی جڑوں وغیرہ تک بھی پانی پہنچانا واجب ہے۔ اور وضو میں یہ دونوں واجب نہیں ہیں۔ اس لیے کہ وضو میں تو صرف چہرہ دھونا واجب ہے اور چہرے کا اطلاق صرف ظاہری حصے پر ہوتا ہے۔ منہ اور ناک کے اندرونی حصے میں نہیں۔ پس ان دونوں کی مثال بڑی اور گھنی داڑھی کی طرح ہوگی۔

امام کمال الدین ابن ہمام فرماتے ہیں: فطرت سے مراد دین بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كل مولود يولد على الفطره۔ ہر نو مولود فطرت کے مطابق (یعنی مسلمان) پیدا ہوتا ہے۔

لہٰذا فطرت سے مراد سُنّت بھی ہوسکتی ہے اور واجب بھی۔ پھر یہ کہ اس حدیث کے ذریعے موجودہ مسئلے پر استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دونوں چیزیں (غسل) جنابت میں فرض ہیں اور وضو میں سُنّت ہیں۔

اس روایت کو صاحب ہدایہ نے نقل کیا ہے۔ نیز شیخ ابن ہمام نے ان کی

پیروی کی ہے۔ حیرت ہے شیخ ابن ہمام نے کوئی ایسی دلیل بیان نہیں کی جو ان کے مدعیٰ پر نص ہوتی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

امام احمد سے یہ بھی منقول ہے کہ صرف ناک میں پانی ڈالنا وضو میں واجب ہے (کلی کرنا نہیں) کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص وضو کرے وہ ناک میں پانی ضرور ڈالے۔

اگر دونوں کو واجب مانا جائے تو دونوں اور اگر ایک کو واجب مانا جائے تو ایک کا ترک کرنا خواہ بھول کے ہو، اس سے وضو صحیح نہیں ہوتا۔ جمہور کی یہی رائے ہے۔

"خرقی" کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ چہرے سے پہلے کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا واجب نہیں ہے، کیونکہ یہ چہرے ہی کا حصہ ہیں۔ جیسا کہ انہوں نے ان کے وجوب کے اثبات میں ذکر کیا ہے۔ ہمارے اصحاب کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلقاً کسی عمل کو لگاتار کرتے رہنا وجوب کی دلیل نہیں۔

نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالے بغیر وضو کیا اور فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (صحیح مسلم)

جامع الاصول میں سنن ابوداؤد کے حوالے سے یہی روایت نقل کی گئی ہے۔ تاہم اس کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر نہیں ہے۔

ہدایہ کی بعض شروح میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت نقل کی گئی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی اور ناک میں پانی ڈالے بغیر وضو فرمایا اور ارشاد فرمایا: یہ وہ وضو ہے جس کے بغیر اللہ تبارک و تعالیٰ نماز قبول نہیں فرماتا۔

تو گویا کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا محض وضو کی تکمیل کے لیے ہیں۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ جس طرح یہ دونوں اعضاء ظاہری جسم کے حکم میں ہیں، اسی طرح باطن کے حکم میں بھی ہیں تو جب یہاں دو صورتیں پیدا ہوگئیں تو ہم کلی اور ناک

میں پانی ڈالنے کو غسل میں واجب قرار دیں گے۔ کیونکہ اس بارے میں حکم مبالغہ کے ساتھ منقول ہے۔ ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وان کنتم جنبا فاطھروا۔ اور اگر تم جنابت میں ہو تو طہارت حاصل کرلو۔

اس میں جمیع بدن کی تطہیر کا حکم دیا گیا ہے اور کیونکہ زیادہ اچھی طرح سے پاکیزگی حاصل ہوسکے پس جہاں تک پانی پہنچانا ہوگا وہاں تک پانی پہنچانا لازم ہوگا۔ بشرطیکہ کسی نقصان کا ڈر نہ ہو اور صاحب ہدایہ کا یہ کہنا کہ بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو اس کا بھی یہی مطلب ہے۔ جیسا کہ آنکھ کے اندرونی حصے وغیرہ ہیں اور منہ کے اندرونی حصے میں پانی پہنچانے میں چونکہ کوئی حرج نہیں۔ پس یہ بغیر کسی معارضے کے کتاب اللہ کی نص کے مطابق چہرے میں شامل ہوگا۔ نیز جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ہر بال کے نیچے جنابت ہوتی ہے۔ پس بالوں کو (اچھی طرح) بھگوؤ اور جلد کو صاف کرو۔

امام شافعی کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کے مسنون ہونے پر آپ علیہ السلام کے اس فرمان سے استدلال کرتے ہیں۔

دس چیزیں فطرت میں شامل ہیں: مونچھیں کٹوانا، داڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناخن ترشوانا...... راوی فرماتے ہیں دسویں میں بھول گیا۔ وہ کلی کرنا ہوگا اور امام شافعی فطرت کی تفسیر سُنّت انبیاء سے کرتے ہیں، لہٰذا یہ ان کے نزدیک سُنّت ہے۔

جنبی کے احکام

یہ فصل جنبی کے احکام سے متعلق ہے کہ اس کے لیے کیا مباح ہے اور کیا حرام۔ نیز اس کی مخالفت کا کیا حکم ہے؟ حضرت عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: میں اور دو دوسرے شخص جنبی ہو گئے۔ ایک ہمیں میں سے تھا اور ایک کا تعلق بنی اسد سے تھا۔
پھر آپ باہر نکلے، پانی منگوایا اور تھوڑا سا پانی لے کر اس سے مسح کر کے تلاوت کلام پاک شروع کر دی۔ لوگوں نے اس پر اعتراض کیا۔ آپ نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے نکل کر ہمیں قرآنِ پاک پڑھایا کرتے تھے اور ہمارے ساتھ کھانا بھی کھایا کرتے تھے۔ (ترمذی، نسائی)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: حضور علیہ الصلوۃ والسلام ہمیں قرآن پڑھایا کرتے تھے ہر حالت میں سوائے جنابت کے۔ نسائی کی روایت میں ہے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنابت کے علاوہ ہر حالت میں قرآنِ کریم پڑھا کرتے تھے۔

ایک اور روایت میں ہے، راوی کہتے ہیں: میں اور دو اور شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلا سے باہر تشریف لا کر ہمیں قرآنِ پاک پڑھایا کرتے تھے اور ہمارے ساتھ کھانا بھی کھایا کرتے تھے۔ (نسائی)

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، میں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حالت جنابت میں سو جایا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا: ہاں! آپ وضو کر لیا کرتے تھے۔

حضرت عروہ کی روایت میں ہے، سیدہ فرماتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی حالت جنابت میں سونے کا ارادہ فرماتے تو سونے سے پہلے شرم گاہ دھو لیتے ور نماز جیسا وضو فرما لیتے۔ پھر سو جاتے۔

ایک اور روایت میں ہے: آپ علیہ الصلوۃ والسلام جب کبھی حالت جنابت میں کچھ کھانے یا سونے کا ارادہ فرماتے تو وضو کر لیتے۔ ایک روایت میں ہے: آپ جب کبھی حالت جنابت میں کچھ کھانے کا ارادہ فرماتے تو ہاتھ دھو لیتے اور کھا پی لیتے۔

غضیف بن حارث کی روایت میں ہے، میں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: آپ کے خیال میں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رات کے ابتدائی حصے میں غسل جنابت فرماتے تھے یا آخری حصے میں۔ آپ نے جواب دیا: آپ علیہ الصلوۃ والسلام بعض اوقات ابتدائی حصے ہی میں غسل فرما لیتے تھے اور بعض اوقات آخری حصے میں غسل کیا کرتے تھے۔ میں نے کہا: اللہ اکبر! تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہر حکم میں نرمی و آسانی پیدا فرمائی ہے۔ پھر میں نے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے یا دھیمی آواز سے؟ آپ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: بعض اوقات بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے اور بعض اوقات دھیمی آواز سے۔ میں نے کہا: اللہ اکبر! تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہر حکم میں نرمی پیدا کی ہے۔ (مشکوۃ باب الوتر)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے پوچھا: کیا ہم میں سے کوئی شخص حالت جنابت میں غسل کیے بغیر سو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں اگر وہ وضو کر لے۔ (بخاری)

نافع سے روایت ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے پوچھا: کیا ہم میں سے کوئی شخص حالت جنابت میں غسل کیے بغیر سو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! و۔

وضو کرلے۔

(نسائی)

نافع ہی سے روایت ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کبھی حالت جنابت میں سونے یا کھانے کا ارادہ فرماتے تو اپنا چہرہ، دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوتے اور سر کا مسح کرتے، پھر کھا پی لیتے۔

(موطا)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنبی شخص کو کھانے پینے کی رخصت عنایت فرمائی ہے۔ البتہ! اسے نماز جیسا وضو کرلینا چاہیے۔

(ترمذی)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ان کا سامنا ہوا اور وہ اس وقت جنبی تھے، ملے بغیر گزر گئے۔ پھر تشریف لائے اور وضاحت کی کہ میں اس وقت جنبی تھا۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: مومن ناپاک نہیں ہوتا۔

(مسلم)

ایک روایت میں ہے، ان کا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنا ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ملنے کے لیے ان کی طرف بڑھے تو انہوں نے کہا: میں جنبی ہوں۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: مومن ناپاک نہیں ہوتا۔ (ابوداؤد، نسائی)

نسائی شریف کی ایک روایت میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی اصحاب سے ملتے تو ان پر ہاتھ پھیرتے اور ان کے لیے دعا فرماتے۔ ایک دن صبح کے وقت میرا اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام کا سامنا ہوا تو میں پہلو بچا کے نکل گیا۔ دن چڑھے جب حاضر خدمت ہوا تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے پوچھا: میں نے صبح تمہیں دیکھا تھا اور تم مجھ سے ملے بغیر کھسک گئے۔ میں نے عرض کی: میں جنبی تھا اس لیے آپ کو چھونا نہیں چاہتا تھا۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: مومن ناپاک نہیں ہوتا۔

(نسائی)

مختلف اقسام کے پانی کے احکام

سمندر کا پانی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی ہم سمندر میں سفر کرتے ہیں اور ہمارے پاس تھوڑا سا پانی ہوتا ہے۔ اگر ہم اس کے ساتھ وضو کرلیں تو پیاسے رہ جائیں، تو کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کرلیا کریں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔ (الموطا، ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

امام ترمذی نے اسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور الفراسی سے بھی نقل کیا ہے اور اس کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

اصحاب رسول میں سے حضرت ابوبکر، عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کی رائے سمندر کے پانی سے وضو میں کوئی حرج نہیں، جبکہ بعض اصحاب رسول نے سمندر کے پانی سے وضو کرنا ناپسند کیا ہے۔ ان میں ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں۔ ان کا فرمان ہے کہ یہ آگ ہے۔

کنوئیں کا پانی

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ لوگ بضاعۃ کے کنوئیں سے سیراب ہوتے ہیں حالانکہ اس میں کتوں کا گوشت، حائضہ عورتوں کے کپڑے اور لوگوں کی گندگی ڈالی جاتی ہے تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: پانی پاک ہوتا ہے، اسے کوئی بھی چیز نجس نہیں کرتی۔

ایک روایت میں ہے کہ عرض کی گئی، یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم بضاعۃ کے کنوئیں سے وضو کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اس میں حیض والے کپڑے، کتوں کا گوشت اور گندگی وغیرہ ڈالی جاتی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: پانی پاک ہوتا ہے، اسے کوئی بھی چیز ناپاک نہیں کرتی۔ (ابوداؤد)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں عرض کی گئی کہ ہم آپ کے لیے بضاعہ کے کنوئیں سے پانی حاصل کرتے ہیں۔ حالانکہ اس میں کتوں کا گوشت، حائضہ عورتوں کے کپڑے اور لوگوں کی گندگی وغیرہ ڈالی جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا: پانی پاک ہوتا ہے۔ اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کر سکتی۔

ایک اور روایت میں ہے، عرض کی گئی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم بضاعۃ کے کنوئیں سے وضو کیا جاتا ہے اور وہ ایسا کنواں ہے کہ جس میں حیض (کے گندے کپڑے) کتوں کا گوشت اور گندگی ڈالی جاتی ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانی پاک ہوتا ہے، اسے کوئی بھی چیز ناپاک نہیں کر سکتی۔ (مشکوٰۃ، ابوداؤد)

جامع الاصول کے مصنف فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ میں نے قتیبہ بن سعید کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے قتیبہ سے بضاعۃ کنوئیں کی گہرائی کے بارے میں پوچھا کہ زیادہ سے زیادہ اس میں کتنا پانی ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا: ناف

سے زیادہ تک۔ میں نے کہا: اگر کم ہو جائے۔ تو انہوں نے کہا: شرم گاہ تک۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ میں نے بضاعۃ کنوئیں کی گہرائی ماپنے کے لیے چادر اس میں ڈالی اور پھر اس کو ناپا تو اس کا عرض چھ ہاتھ کا تھا۔ میں نے اس شخص سے جس نے میرے لیے اس باغ کا دروازہ کھول کر مجھے اس کنوئیں تک جانے دیا تھا' پوچھا: کیا اس کی بناوٹ میں کچھ تبدیلی کی گئی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ میں نے اس میں پانی بھی دیکھا جس کا رنگ متغیر ہو چکا تھا۔

امام ترمذی اور نسائی ایک روایت میں نقل کرتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں پہلے وقتوں میں اس کا پانی جاری (بہتا) رہتا تھا۔

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ بضاعۃ کنواں کئی باغوں کو سیراب کرتا تھا۔ لہٰذا وہ نہر کی مانند ہے۔ اگرچہ اس کا پانی اس حد تک نہیں پہنچا۔۔۔

حضرت ابوملیکہ فرماتے ہیں کہ جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مکہ تشریف لائے اور پس آپ چھوٹی نہر میں وضو فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن آپ اسی کام کے لیے تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں طحیل بن رباح جو حلال کے بھائی تھے' ان سے ملاقات ہوگئی۔ آپ نے فرمایا: تم کون ہو؟ انہوں نے کہا: میں طحیل بن رباح ہوں۔ آپ نے فرمایا: تم خالد بن رباح ہو۔ آپ نے ان کا ہاتھ تھاما اور چل پڑے۔ پھر آپ نے فرمایا: میرے لیے پانی ڈھونڈو تاکہ میں اس کے ساتھ وضو کر سکوں۔ وہ گئے اور تھوڑی دیر بعد آ کے بتایا کہ زمانہ جاہلیت کی ایک فاحشہ عورت کے گھر کے سوا اور کہیں پانی موجود نہیں۔ آپ نے فرمایا: جاؤ۔۔۔ پس اسے لے آؤ کیونکہ پانی کو کوئی بھی چیز ناپاک نہیں کرتی۔ (ابن سنی)

حضرت اسلم سے روایت ہے کہ بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ گرم پانی سے وضو اور غسل فرمالیا کرتے تھے۔ (سنن سعید بن منصور)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کیا کرتے تھے۔ مشرکین کے علاقے میں تو ہمیں ان کے برتنوں میں کھانے اور ان کے مشکیزوں سے پینے سے منع نہیں کیا گیا۔ (ابن ابی شیبہ)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں (حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا) کہ ہم مستحب سمجھتے تھے کہ بارش کے بعد گڑھے میں بچا ہوا پانی حاصل کر کے اس کے کونے میں بیٹھ کر غسل کر لیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجوسی کے ساتھ کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں، صرف ان کے ذبیحہ سے منع کیا گیا ہے۔ (بیہقی)

حضرت اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وضو کرنے کے لیے پانی تلاش کیا تو وہ ایک نصرانی عورت کے گھر سے ملا جو میں نے اس سے لے لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ کہاں سے ملا ہے؟ میں نے کہا: اس نصرانی عورت کے پاس ہے۔ آپ نے وضو کیا اور اس عورت کے پاس گئے اور کہا کہ تم اسلام قبول کر لو۔ اس نے اپنے سر سے چادر ہٹائی! اس کے سر کے بال سفید ہو چکے تھے اور کہا اتنی عمر گزر جانے کے بعد بھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ! تو گواہ رہنا۔

ٹھہرا ہوا پانی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بھی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے، اس لیے کہ پھر وہ اس میں غسل کرے گا۔ (بخاری، مسلم)

کوئی بھی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے، کیونکہ وہ پھر اسی میں وضو کرے گا۔ (ترمذی)

تم میں سے کوئی بھی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے اور نہ ہی غسل جنابت کرے۔ (ابوداؤد، نسائی، ترمذی)

تم میں سے کوئی بھی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے، کیونکہ وہ پھر اس میں غسل یا وضو کرے گا۔ (نسائی)

شربت کا پانی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لیلتہ الجن (جن والی رات) میں مجھ سے پوچھا: تمہارے برتن یا پیالے میں کیا ہے؟ میں نے عرض کی کھجور کا شربت۔ آپ نے فرمایا: کھجور صاف ستھری ہوتی ہے اور اس کا پانی پاک ہوتا ہے۔ پس آپ نے اس سے وضو فرمایا۔

(ابوداؤد، ترمذی)

شربت سے وضو ہوتا ہے یا نہیں، اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے جسے ہم عنقریب ذکر کریں گے۔

وہ پانی جو مقدار میں کم ہو

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں نے سنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت آپ سے پوچھا گیا اس پانی کے بارے میں جو وسیع و عریض بیابان میں ہو اور اس سے چوپائے اور درندے پیتے ہوں کہ جب پانی دو گھڑوں کے برابر ہو اور ابوداؤد کی روایت کے مطابق وہ ناپاک نہیں ہوتا۔

وضو کا پانی

اس کی دو قسمیں ہیں:

(ا) پہلی قسم جس پانی سے وضو کیا ہو اور وہ پانی باقی بچ گیا ہو۔ جامع الاصول کے مصنف نے اسے فاضل طہارت سے تعبیر کیا ہے اور وہ بلاشبہ پاک ہے۔

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سخت گرمی میں دوپہر کے وقت وضو کے لیے تشریف لائے۔ اس وقت ایک

ندی کے قریب تھے۔ پس لوگوں نے آپ کا بقیہ چھوڑا ہوا پانی حاصل کیا اور اس کو جسم پر پھیرنا شروع کر دیا۔

ایک اور روایت کے مطابق میں نے لوگوں کو اس پانی کی طرف لپکتے ہوئے دیکھا۔ پس جو اس تک پہنچ گیا، اس نے اسے ملنا شروع کر دیا اور جو نہیں پہنچ سکا اس نے اپنے ساتھی کے ہاتھ کے قطروں کو ہی غنیمت سمجھا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ، لوگ اٹھے اور آپ کے دونوں ہاتھوں کو تھام کر انہیں اپنے چہروں پر پھیرنا شروع کر دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے بھی آپ کا ایک ہاتھ تھام کر اپنے چہرے پہ رکھا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔ (بخاری، مسلم)

امام نسائی کی روایت کے مطابق میں ایک ندی کے کنارے خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی لے کر نکلے تو لوگ اس کی طرف لپکے۔ اس پانی کا کچھ حصہ مجھے بھی ملا۔

(۲) وہ پانی جو اعضا دھوتے وقت گرتا ہے، اس کو وضو کے پانی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بیمار ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ اور انہوں نے مجھے مدہوشی کے عالم میں پایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور وضو کا پانی مجھ پر بہا دیا۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)

وضو کے پانی کی اس قسم کے بارے میں اختلاف ہے۔ پس جو شخص یہ کہتا ہے کہ یہ ناپاک ہے، خواہ نجاست غلیظہ ہو یا خفیفہ۔ یہ حدیث اس کے خلاف حجت ہے۔ اس کو چاہیے کہ اس قسم کو بھی پہلی قسم یعنی بقیہ الوضو پر محمول کرے۔ وہ اس کا جواب یہ دے گا کہ اس دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کا مقصد مریض کو دوا دینا تھا۔ جیسے کہ شراب بطور دوا کے دی جا سکتی ہے۔ یا پھر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ جسمِ اقدس سے مس ہو کر گرنے والا

پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ شیخ ابن حجر مکی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' ہمارے بہت سے مشائخ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات مبارکہ (بول و براز) کی طہارت کے قائل ہیں چہ جائیکہ آپ کے وضو میں استعمال شدہ پانی۔

طہارت کا بچا ہوا پانی

اس مسئلے میں نہی وارد ہوئی ہے۔ حضرت حکم بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے عورت کی طہارت سے بچنے والے پانی سے مرد کو وضو کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (ترمذی' ابوداؤد)

امام ترمذی کی ایک روایت کے مطابق "عورت کے جوٹھے" کا بھی اضافہ موجود ہے۔ آپ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حضرت حمید الحمیری فرماتے ہیں کہ میں ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا جنہوں نے حضرت ابوہریرہ کی طرح چار برس آپ کی صحبت میں رہنے کا شرف حاصل کیا تھا۔ وہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کے بچے ہوئے پانی سے عورت کو اور عورت کے بچے ہوئے پانی سے مرد کو غسل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ مسدد کی روایت میں اس بات کا اضافہ ہے کہ وہ دونوں اکٹھے چلو لے سکتے ہیں۔ (ابوداؤد' نسائی)

لیکن اس کا جواز بھی موجود ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بعض ازواج مطہرات نے ایک بڑے برتن میں غسل کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ (ترمذی)

حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک پیالے میں غسل کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اسی میں غسل کیا۔ میں نے عرض کیا: میں ناپاک تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے، اس میں کوئی حرج نہیں کہ کوئی شخص عورت کے وضو کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرے بشرطیکہ وہ عورت حائضہ یا جنبی نہ ہو۔ (موطا)

جب ایک برتن کا پانی عورت اور مرد اکٹھے استعمال کریں

حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن میں غسل جنابت کیا کرتے تھے اور ہمارے ہاتھ ایک دوسرے کے مخالف ہوتے تھے۔ (بخاری، مسلم)

بخاری شریف کی ایک اور روایت کے مطابق فرماتی ہیں کہ میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک برتن رکھا گیا۔ ہم نے اس میں اکٹھا (غسل) شروع کیا۔ (بخاری)

اور مسلم شریف کی روایت کے مطابق میں نے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا۔ حالانکہ میرے اور آپ کے درمیان ایک ہی برتن تھا۔ پس آپ ﷺ جلدی سے غسل فرما رہے تھے۔ یہاں تک کہ مجھے کہنا پڑا میرے لیے بھی کچھ پانی رہنے دیں۔ آپ فرماتی ہیں کہ ہم دونوں اس وقت غسل جنابت کر رہے تھے۔ (مسلم)

فرماتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن میں غسل کر رہے تھے۔ آپ اور میں دونوں ایک دوسرے سے جلدی کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ آپ فرماتے (پانی) میرے لیے بھی رہنے دو۔ میں کہتی (پانی) میرے لیے بھی رہنے دیں۔ (ابوداؤد، نسائی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا ایک ہی برتن میں غسل کیا کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے بقیہ

پانی سے بھی غسل فرما لیتے تھے۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا ایک برتن سے ایک ہی پیالے (ٹب) سے غسل کیا کرتے تھے جس پر گندھے ہوئے آٹے کے نشان ہوتے تھے۔ (نسائی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زوجہ محترمہ کے ساتھ ایک ہی برتن سے غسل فرماتے تھے۔ ایک روایت میں ہے، غسل جنابت کیا کرتے تھے۔ (بخاری)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عورتیں اور مرد ایک ہی برتن میں اکٹھے وضو کیا کرتے تھے۔

(موطا، ابوداؤد، نسائی)

ایک اور روایت میں فرمایا کہ عہد نبوی میں ہم اور خواتین ایک ہی برتن میں وضو کیا کرتے تھے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ ہمارے ہاتھ اس میں ایک دوسرے کے قریب ہوتے تھے۔

درندوں کا جوٹھا

عبدالرحمٰن بن زید سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک صحابی نے پوچھا: یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے اور مکہ کے درمیان جو حوض ہیں ان پر درندے اور کتے آکر پانی پیتے ہیں۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: جو پانی ان کے پیٹ میں چلا گیا وہ تو ان کا ہے اور باقی ہمارے لیے پاک ہے۔ (سنن سعید بن منصور)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ وہ (پانی) ناپاک نہیں ہے کیونکہ وہ تمہارے (گھر) میں گھومنے والوں اور

گھومنے والیوں کا (جوٹھا) ہے، یعنی بلیوں کا۔

(مالک، ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، احمد بیہقی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بلی ناپاک نہیں ہے۔ وہ تو گھر کا ایک حصہ ہے۔ (نسائی)

انہی سے روایت ہے کہ بلی درندہ ہے۔ (ابن ابی شیبہ) اس روایت میں عیسٰی بن مسیب ضعیف ہے۔

انہی سے روایت ہے کہ بلی کے (جوٹھے) برتن کو دھویا جائے گا جیسے کتے والے برتن کو دھویا جاتا ہے۔ (دیلمی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اے انس! بلی گھر کا ایک حصہ (فرد) ہے۔ وہ نہ تو کسی چیز کو گندا کرتی ہے اور نہ ہی ناپاک کرتی ہے۔ (طبرانی)

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما گدھے، کتے اور بلی کے چھوڑے ہوئے پانی سے وضو کرنا مکروہ سمجھتے تھے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بلیوں کے برتن میں منہ ڈالنے سے متعلق پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ گھر کا حصہ ہیں۔ (عبدالرزاق)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس برتن سے وضو کر لیا کرتے تھے جس میں بلی منہ ڈال چکی ہو۔

(عبدالرزاق، سعید بن منصور)

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے بلے کی جوٹھے کے متعلق پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: وہ درندوں میں سے ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مسدد)

دارقطنی کی روایت کے مطابق آپ نے فرمایا: اگر بلا برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو سات مرتبہ دھویا جائے۔ (دارقطنی)

کسی نے ایک خاتون کے ہاتھ گھی یا چاول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہا کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیے۔ وہ خاتون جب وہ سامان لے کر آئیں تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نماز پڑھ رہی تھیں۔ انہوں نے وہ چیز وہاں رکھ دی۔ ایک بلی اس کے پاس آئی اور اس میں سے کچھ کھالیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس وقت اور بھی خواتین موجود تھیں۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئیں تو ان خواتین کو اس کھانے کی دعوت دی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ مہمان خواتین اس جگہ سے کھانے سے بچنے کی کوشش کر رہی ہیں جہاں سے بلی نے کھایا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنا ہاتھ اسی جگہ پر رکھا جہاں سے بلی نے کھایا تھا اور فرمایا: یہ ناپاک نہیں ہے۔ (عبدالرزاق)

ہدایہ اور اس کی شروح میں اس موضوع پر تفصیل سے اختلافات اور ان پر تبصرہ موجود ہے۔ سر دست ہم صرف دو مسائل پر گفتگو کریں گے۔ پہلا نبیذ (شربت) کے ساتھ وضو کرنا، دوسرا ماء قلتین۔

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ کھجور کو پانی میں بھگو کر اتنے دن تک بھیگا رہنے دیا جائے کہ اس کی مٹھاس اس میں سے نکل جائے اور تھوڑی سی حدت پیدا ہو جائے۔

اسی کے احکام اور اس پر تفصیل سے کلام کتاب الاشربہ میں کیا جائے گا یہاں ہم صرف اس سے وضو کرنے کے مسئلہ میں گفتگو کریں گے جس میں اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں مثلاً سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کے نزدیک اگر خالص پانی دستیاب نہ ہو تو اس سے وضو کرنا جائز ہے اور اس کی موجودگی میں تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے نزدیک تیمم کرنا واجب ہے۔ امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے بھی اسی قول کی طرف رجوع فرمالیا تھا۔

امام محمد بن حسن شیبانی رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ شخص پہلے اس سے وضو کرلے اور پھر تیمم کرلے۔ جیسے مشکوک پانی میں کیا جاتا ہے۔ مثلاً گدھے کے جوٹھے کی صورت میں۔

امام ابو جعفر طحاوی فرماتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ اگر صرف مکروہ پانی اور کھجور کی نبیذ (شربت) موجود ہو تو مکروہ پانی سے وضو کیا جائے گا۔

نبیذ کے ساتھ غسل کرنے میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے دو قول ہیں۔

باقی حضرات کی دلیل یہ ہے کہ وضو صرف خالص پانی کے ساتھ جائز ہے اور اس کو کسی دوسرے اسم کے ساتھ مقید نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اسی لیے عطر اور سرکہ کے ساتھ وضو جائز نہیں ہے۔ اور جب خالص پانی موجود نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق تیمم کرنا واجب ہوگا۔

"پس اگر تمہیں پانی نہ ملے تو تیمم کرلو۔" (الآیہ)

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اس کے جواز پر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت ابو زید حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے لیلۃ الجن میں پوچھا تھا۔۔۔ لیلۃ الجن وہ رات ہے جس میں جن آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سنا اور انہوں نے اس بات کی خبر اپنی قوم کو دی۔۔۔ تمہارے برتن میں کیا ہے؟ میں نے عرض کی نبیذ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھجور پاک ہے اور پانی میں پاک ہے" یعنی کھجور کا پانی، کھجور صاف ستھری ہوئی ہے۔ اس میں کوئی ایسی چیز نہیں جو وضو کے لیے ممنوع ہو اور اس کا پانی پاک کرنے والا ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ابو زید حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں لیکن ابو زید محدثین کے نزدیک مجہول (نامعلوم) شخص ہیں اور ان سے اس کے علاوہ اور کوئی حدیث منقول نہیں ہے اور جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ نبیذ سے وضو نہیں ہوسکتا۔ ان کا قول کتاب اللہ کے زیادہ قریب ہے کیونکہ فرمانِ الٰہی ہے: "اگر تمہیں پانی نہ ملے تو پاکیزہ مٹی سے تیمم کرو"۔

"میزان الاعتدال" میں ہے کہ اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی

اللہ عنہ سے روایت کرنے والے راوی عمرو بن حریث کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) ہیں۔ یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ابوفزارہ ان سے روایت کرتے ہیں۔ ان کی روایات (محدثین کی اصطلاح کے مطابق) صحیح نہیں ہیں۔

امام بخاری نے ضعیف راویوں میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ امام حاکم کہتے ہیں کہ یہ راوی مجہول ہیں اور ان سے صرف ایک ہی روایت منقول ہے۔

"التقریب" میں ہے ابوزید المخزومی، عمرو بن حریث کے مولیٰ ہیں اور تیسرے طبقے کے مجہول راویوں میں سے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ ان سے روایت کرنے والے ابوفزارہ بھی مجہول ہیں۔ امام شافعی اور امام ابویوسف فرماتے ہیں یہ تو حدیث (کی سند کا) حال ہے۔ اور اگر اسے صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو قرآن کی آیت پھر بھی بہرحال اس سے زیادہ قوی ہوگی۔ اور ان دونوں میں یہ کہہ کے تطبیق دینے کی کوشش کی جائے گی کہ یہ حدیث آیت قرآنی سے منسوخ ہے۔ کیونکہ آیت مبارکہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی تھی جبکہ لیلۃ الجن کا واقعہ مکہ مکرمہ میں پیش آیا تھا۔

امام محمد فرماتے ہیں اگرچہ حدیث کی سند میں اضطراب پایا جاتا ہے اور اس (کے راویوں) کی تاریخ مجہول ہے۔ پھر بھی ان دونوں کو احتیاطاً جمع کرنا واجب ہے۔

علمائے احناف امام اعظم ابوحنیفہ کی طرف سے یہ جواب دیتے ہیں کہ لیلۃ الجن کا واقعہ جس طرح مکہ مکرمہ میں پیش آیا تھا، اسی طرح مدینہ منورہ میں پیش آیا تھا اور ممکن ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کردہ روایت میں وہی واقعہ مراد ہو جو مدینہ منورہ میں پیش آیا۔ پھر یہ کہ اس حدیث میں صحابہ کرام کی ایک جماعت کا عمل بھی مروی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: جس شخص کو پانی نہ ملے وہ انگور کے شیرے سے وضو کر لے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: انگور کے شیرے (شربت) کے ساتھ وضو کر لیا کرو لیکن دودھ کے ساتھ نہ کیا کرو۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پانی دستیاب نہ ہونے کی صورت

میں اس سے وضو کا جواز منقول ہے۔

امام جلال الدین سیوطی جمع الجوامع میں سنن دار قطنی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کے مطابق ہے۔

امام تورپشتی فرماتے ہیں: انگور کے شربت سے وضو کی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کئی طرق سے مروی ہے۔ اور ایک حدیث جب مختلف طرق سے مروی ہو تو مجتہد کے نزدیک وہ حقیقت حال کے مطابق ہوتی ہے۔

شیخ ابن ہمام فرماتے ہیں، قاضی ابوبکر ابن العربی ترمذی شریف کی شرح میں رقم طراز ہیں، ابوزید، عمرو بن حریث کے مولی ہیں اور ان سے راشد بن کیسان العبس اور ابوروق روایت کرتے ہیں اور یہ بات انہیں جہالت کی خامی سے نکال باہر کرنے کے لیے کافی ہے۔

شیخ تقی الدین سبکی ابو فزارہ کے مجہول ہونے کے بارے میں فرماتے ہیں اس میں غور و فکر کی گنجائش ہے۔ کیونکہ اس حدیث کو ابو فزارہ سے اہل علم کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے جن میں سفیان، شریک، جراح بن ملیح اور قیس بن ربیع شامل ہیں۔

ابن عدی فرماتے ہیں اس حدیث کے راوی ابو فزارہ مشہور شخصیت ہیں۔ ان کا نام راشد بن کیسان ہے۔ یہ ابن ابی لیلیٰ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں جبکہ ان سے سفیان اور حماد بن زید جیسے ثقہ لوگ روایت کرتے ہیں۔

اس حدیث کو ایک اور سبب سے بھی ضعیف قرار دیا جاتا ہے اور وہ یہ کہ حضرت علقمہ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لیلتہ الجن کی رات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود نہیں تھا۔ (مسلم)

امام تورپشتی فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے لیکن یہاں پر یہ احتمال موجود ہے کہ وہ جنوں کے ساتھ ملاقات اور انہیں دعوت اسلام کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود نہیں تھے۔ ورنہ وہ ان کے ساتھ نکلے تو تھے لیکن راستے میں ایک جگہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بٹھا کر آگے تشریف لے گئے تھے۔ جیسا کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں۔

جس جگہ تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا میں آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ چلتا رہا۔ پھر ایک جگہ مجھے ٹھہرا کر آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے حکم دیا یہاں بیٹھ جاؤ اور اس سے نکلنا نہیں۔ پس میں ساری رات اسی جگہ بیٹھا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

اور اس میں اس بات کا احتمال بھی موجود ہے کہ گھر سے نکلتے وقت ابن مسعود حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ نہیں تھے۔ تاہم بعد میں رات کے کسی حصے میں ان سے مل گئے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنوں کو دعوت دے کر فارغ ہو چکے تھے۔

لہٰذا لیلتہ الجن (جن کی رات) ان کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود ہونے اور موجود نہ ہونے دونوں طرح کی روایت صحیح ہیں۔

اور یہ تطبیق زیادہ قابل وثوق اس لیے بھی ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت علقمہ کی جس روایت سے صاحب مشکوٰۃ نے استدلال کیا ہے اس کے بعض طرق میں یہ الفاظ بھی مروی ہیں۔ علقمہ کہتے ہیں میں نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا لیلتہ الجن کی رات آپ لوگوں میں سے کوئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا تو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہم میں سے کوئی بھی آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ نہیں تھا۔ مکہ مکرمہ میں جب ایک رات ہم نے آپ علیہ الصلوۃ والسلام کو موجود نہ پایا تو وہ رات ہمارے لیے اتنی بری تھی کہ شاید ہی کسی نے اتنی بری رات بسر کی ہو۔ لیکن جب صبح ہوئی (یا یہ فرمایا) جب سحر ہوئی۔ اور ہم غار حراء کی طرف آئے۔ الی آخر الحدیث۔

یہ حدیث صحیح ہے جسے امام مسلم نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ اور اس میں اور آپ رضی اللہ عنہ کے لیلتہ الجن والے قول میں کوئی تضاد نہیں۔ اس لیے کہ یہ اسی رات کی سحر تھی جس میں جنوں کا وفد حاضرِ خدمتِ اقدس ہوا تھا۔ (تورپشتی)

سچ تو یہ ہے کہ کئی طرق سے مروی ہے کہ لیلتہ الجن کی رات سیدنا ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط کھینچ کر انہیں حکم دیا تھا کہ اس سے باہر نہیں نکلنا۔

یہ بڑا لمبا قصہ ہے جس کا ذکر حدیث اور سیرت کی مختلف کتابوں میں تفصیل کے ساتھ مرقوم ہے جس کا ذکر ابو نعیم نے حلیہ میں کیا ہے۔

پس ان کے موجود نہ ہونے کا مطلب جنوں کے ساتھ ملاقات اور مکالمہ کے وقت موجود نہ ہونا ہوگا۔ واللہ اعلم۔

شیخ ابنِ ہمام فرماتے ہیں، ہمارے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ جب سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: لیلتہ الجن کے متعلق تو آپ نے فرمایا: ہم میں کوئی وہاں موجود نہیں تھا۔

یہ روایت معارض ہے۔ اس روایت کے جسے ابنِ ابی شیبہ نے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

اور اس روایت کے بھی جسے حفص بن شاہین، ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ لیلتہ الجن کی رات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔

اور اس روایت کے بھی جس میں منقول ہے جب ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نط نامی بستی کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: ان لوگوں میں ان جنوں کے ساتھ بڑی مشابہت پائی جاتی ہے جنہیں ہم نے لیلتہ الجن کی رات دیکھا تھا۔ پھر یہ طے شدہ اصول ہے کہ اثبات، نفی پر مقدم ہوتا ہے۔

اور اگر ہم دونوں طرح کی روایات کو جمع کرنا چاہیں تو ہم یہ معنی مراد لیں گے

کہ ہم میں سے کوئی ساتھ نہیں تھا ہ سے مراد میرے سوا ہم میں سے کوئی صحابی آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ نہیں تھا۔ پس آپ کا مقصد دیگر صحابہ کرام کی موجودگی کی نفی اور اپنی موجودگی کا اثبات ہوگا۔

آکام المرجان کے مصنف احکام الجان میں رقم طراز ہیں: احادیث کا تفصیلی جائزہ لینے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ جنوں کا وفد چھ مرتبہ حاضرِ خدمتِ اقدس ہوا۔ ایک مرتبہ جنت البقیع میں، دو مرتبہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں جبکہ وہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ تھے۔ ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں، ایک مرتبہ مدینہ منورہ سے باہر، جس میں حضرت زبیر بن عوام بھی موجود تھے۔

اس روایت کی موجودگی میں قطعیت کے ساتھ نسخ کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا ہے۔ (فتح القدیر)

اس تمام تر تقریر سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ اس مسئلے میں امام ابوحنیفہ کی رائے درست ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

دوسرا اختلاف دو قلوں میں پانی کے بارے میں ہے

قلہ "ق" پر پیش اور "ل" پر تشدید کے ساتھ پڑھا جائے گا جس کے معنی "ٹب" ہیں یعنی وہ بڑا برتن جس میں پانی ڈالا جائے۔ اس کی وجہ تسمیہ یا تو اس کی رفعت اور بلندی ہے کیونکہ اس برتن کو صرف بڑا آدمی ہی اٹھا سکتا ہے۔ اور قلہ ہر بلند چیز کو کہتے ہیں۔ اس وجہ سے پہاڑ کی چوٹی کو قلہ الجبل کہتے ہیں۔ اس کی جمع قلال آتی ہے۔

سابقہ حدیث میں جو لفظ قلال ھجر آیا ہے تو یہاں ھجر سے مراد مدینہ کی ایک (نواحی) بستی ہے جیسا کہ بعض روایات میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔

اس زمانے میں اس کی جو مقدار معروف تھی، اس کے مطابق ہی اس کی حد مقرر کی جانی چاہیے۔

مشہور قول کے مطابق ایک قلہ کی مقدار اڑھائی مشکوں کے برابر ہے یا دو مشکوں کے برابر ہے۔ ابن جریج کہتے ہیں ہجر نامی بستی میں ایک قلہ دو سوا دو کے قریب مشکوں کے برابر ہوتا تھا۔

امام شافعی فرماتے ہیں: یہ ایک مبہم چیز ہے، لہذا ہم احتیاطاً اس کے نصف تک کو اختیار کریں گے۔

پس دو قلہ پانی پانچ مشکوں کے برابر ہوگا اور ایک مشک میں پانچ سیر کے قریب پانی ہوگا۔ لہذا دو قلوں میں اڑھائی سو کلو کے قریب پانی ہونا چاہیے۔

امام شافعی اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ جب پانی کی مقدار دو قلوں جتنی ہو تو اگر اس میں نجاست گر بھی جائے تو وہ ناپاک نہیں ہوتا ہے بشرطیکہ اس کا رنگ، ذائقہ اور بو متغیر نہ ہو جائے۔ لیکن امام احمد کے نزدیک اگر نجاست پیشاب یا اسی طرح کے کوئی مائع (بہنے والی) گندگی ہو تو اس سے پانی ناپاک ہو جائے گا۔ الا یہ کہ وہ قلہ مکہ کے راستے میں آنے والے تالابوں جیسا نہ ہو۔ یا ان کی طرح اس میں اتنا پانی نہ ہو کہ اسے نکالا ہی نہ جا سکے۔ اگر ایسا ہو تو پھر پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ (کتاب الحقائق)

اس حدیث کے بارے میں اختلاف ہے۔ حالانکہ اسے ائمہ حدیث نے نقل کیا ہے لیکن شیخین میں موجود نہیں ہے۔

علی بن مدینی جو اکابر ائمہ حدیث اور امام بخاری کے اساتذہ میں سے ہیں اور امام احمد کے ہم پایہ بزرگ ہیں۔ ان کے نزدیک یہ حدیث حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے ثابت نہیں ہے۔ فرماتے ہیں:

اس معاملے میں دونوں فریقوں کے پاس پانی کی مقدار اور حدود کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔

امام زرکشی فرماتے ہیں اس حدیث کو ابن خزیمہ، ابن حبان اور دار قطنی نے صحیح قرار دیا ہے اور امام حاکم فرماتے ہیں یہ حدیث شیخین کی شرائط کے مطابق ہے۔

ہمارے اصحاب کہتے ہیں یہ حدیث اجماع صحابہ کی مخالف ہے۔ جیسا کہ ہم عنقریب اس کا ذکر کریں گے۔ اور خبر واحد جب اجماع کی مخالف ہو تو قبول نہیں کی

جا سکتی۔ اس اختلاف میں خاصی تفصیل ہے۔ ہمارے اصحاب کی رائے یہ ہے کہ نجاست گرنے سے پانی اصلاً ناپاک نہیں ہوتا۔ خواہ پانی جاری ہو یا ساکن--- زیادہ ہو یا کم، اس کا رنگ، بُو اور ذائقہ تبدیل ہوا ہو یا نہیں۔ اور عامتہ العلماء کے نزدیک اگر پانی قلیل مقدار میں ہو تو ناپاک ہو جاتا ہے اور اگر کثیر مقدار میں ہو تو نہیں ہوتا۔

امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک اگر پانی کی مقدار دو قلوں کے برابر ہو تو وہ زیادہ ہے اور نجاست کے گر جانے سے ناپاک نہیں ہوتا۔ اور اگر اس سے کم ہو تو ناپاک ہو جاتا ہے۔

ہمارے اصحاب حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر پانی اتنا ہو کہ اسے وہاں سے ہٹایا نہ جا سکے اور اس کا ایک حصہ دوسرے کو ناپاک نہ کر سکے، وہ پانی کثیر مقدار میں ہے ورنہ قلیل ہے۔

اصحاب ظواہر بضاعتہ کے کنوئیں والی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانی ایک ایسی چیز ہے جسے کوئی چیز ناپاک نہیں کر سکتی۔

جمہور کا کہنا ہے کہ اگرچہ یہ فرمان مبارک بظاہر مطلق معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت اس میں ایک قید موجود ہے کہ اس میں تغیر نہ پیدا ہو جائے جیسا کہ دیگر احادیث سے ثابت ہے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بھی چیز پانی کو ناپاک نہیں کرتی، سوائے اس کے جو اس کی بُو، رنگ یا ذائقے پر غالب آ جائے۔
(ابن ماجہ)

ایک روایت میں ہے سوائے اس چیز کے جو اس کی بُو، رنگ یا ذائقہ تبدیل کر دے۔
(دار قطنی)

امام مالک کی دلیل یہی ہے۔

امام شافعی قلتین والی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ ہمارے اصحاب کی دلیل یہ ہے کہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم

میں سے جب کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو اپنا ہاتھ برتن میں نہ ڈالے کیونکہ اسے نہیں معلوم کہ اس کا ہاتھ رات بھر کہاں رہا ہے؟

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نجاست کے واقع ہونے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو پانی میں ہاتھ ڈالنے سے منع کرنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ بالخصوص اس صورت میں جب ہاتھ کے نجس ہونے کا محض امکان ہو۔

اسی طرح کتے کے منہ ڈالنے سے برتن کے لازمی دھونے کے حکم والی احادیث مشہور ہیں، حالانکہ اس کے منہ ڈالنے سے نہ تو ذائقہ تبدیل ہوتا ہے نہ رنگ اور نہ ہی بُو تبدیل ہوتی ہے۔

اسی طرح وہ حدیث بھی ہے کہ کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جس پانی میں غسل کیا جانا ممکن ہو، وہ عموماً دو قلوں سے زیادہ ہی ہوتا ہے۔ پس پیشاب نہ تو اس کا ذائقہ، نہ رنگ اور نہ ہی بو تبدیل کرتا ہے۔

پس اس سے یہ تو ثابت ہوا کہ پانی کا محض دو قلوں کی مقدار میں ہونا جیسا کہ امام شافعی کا مذہب ہے یا محض اس کے رنگ، بو، ذائقہ کا تبدیل ہو جانا۔ جیسا کہ امام مالک کی رائے ہے۔ پانی کے ناپاک ہونے کے لیے کافی نہیں ہے۔

یہ بھی منقول ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہم دونوں حضرات نے ایک حبشی کے زم زم کے کنوئیں میں گر جانے پر تمام پانی نکالنے کا حکم دیا تھا، حالانکہ اس کا اثر پانی میں ظاہر نہیں ہوا تھا اور بلاشبہ اس کنوئیں کا پانی دو قلوں سے زیادہ تھا۔ اور یہ سب کچھ صحابہ کرام کی موجودگی میں ہوا (رضوان اللہ علیہم اجمعین) اور ان میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔ پس حدیث قلتین، اجماع صحابہ کے مقابل ہونے کے باعث قبول نہیں کی جائے گی۔

پس جب پانی کی مقدار اور حدود کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بھی حدیث مروی نہیں تو ہمارے اصحاب نے سمعیہ کی بجائے حسی اور عقلی دلائل پر غور شروع کیا۔ پس انہوں نے قلت اور کثرت کا معیار علیحدگی کو قرار دیا۔

وہ فرماتے ہیں ایسا بڑا کنواں ماء جاری کے حکم میں ہے جس کا پانی مکمل طور پر نکالا نہ جاسکے اور نہ ہی اس کے ایک حصے کو دوسرے سے الگ کیا جاسکے۔

پھر علیحدگی کی وضاحت کے بارے میں ان کے درمیان اختلاف ہے۔ اکثر روایات کے مطابق علیحدگی کا مطلب یہ ہے کہ ایک کنارے پر کوئی چیز دھوتے وقت دوسرے کنارے پہ کھڑے پانی میں حرکت پیدا نہ ہو۔ (شمنی)

پھر تحریک کے سبب کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ حرکت کا سبب ایسا غسل ہو جس میں شدت اور زیادتی نہ پائی جائے۔ کیونکہ اکثر حوض میں غسل کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے۔

امام محمد سے روایت ہے کہ تحریک کا سبب وضو کو قرار دیں گے۔ کیونکہ یہ درمیانی حالت ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ غسل اور وضو کی بجائے محض ہاتھ ڈالنا کافی ہے۔ کیونکہ اس میں زیادہ گنجائش پائی جاتی ہے۔

ظاہر الروایہ میں امام ابو حنیفہ سے منقول ہے۔ اس میں غالب گمان کا اعتبار کیا جائے گا۔ اگر غالب گمان ہو کہ نجاست دوسرے کنارے تک پہنچ گئی ہے تو وضو نہ کرے وگرنہ کرلے۔

شمس الائمہ فرماتے ہیں: کسی بھی قسم کی مقدار مقرر کیے بغیر اس صورت حال میں مبتلا شخص پر معاملہ چھوڑ دیا جائے گا۔ اگر اس کا غالب گمان ہو گا کہ دوسرا حصہ ناپاک ہو چکا ہے تو وہ ناپاک ہے وگرنہ نہیں ہو گا۔

ابو سلیمان جوزجانی اس بارے میں فاصلے کا اعتبار کرتے ہیں اور متاخرین فقہاء نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

ایک قوم کے نزدیک وہ 8 × 8 ہے۔

دوسروں کے نزدیک 15 × 15 ہے۔

ابو عصمہ کہتے ہیں محمد بن حسن پہلے پہل 10 × 10 کے قائل تھے۔ پھر انہوں نے امام ابو حنیفہ کے قول کی طرف رجوع کر لیا اور فرمایا: میں اس کی کوئی مقدار

معین نہیں کرتا۔ (فتح القدیر)

اکثر فقہاء کے نزدیک یہ 10 × 10 ہے۔

چونکہ دس وہ کم از کم عدد ہے جس پر اعداد کی اقسام کا اطلاق ہوتا ہے۔

امام ابواللیث فرماتے ہیں: اسی پر فتویٰ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

نجس چیزوں کو پاک کرنے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: جب کتا تمہارے برتن میں سے کچھ پی لے تو اس (برتن) کو سات مرتبہ دھوؤ۔

اس حدیث کو جامع الاصول کے مصنف نے صحاح ستہ کے حوالے سے نقل کیا ہے متعدد روایات اور مختلف الفاظ کے ساتھ۔

ایک روایت میں ہے کہ اس پانی کو بہا دو پھر اس برتن کو سات مرتبہ دھو لو اور اس میں پہلی مرتبہ مٹی سے دھو لو۔

ایک اور روایت بھی اسی طرح کی ہے لیکن اس میں "اس پانی کو بہا دو" کے الفاظ نہیں ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ "تمہارا برتن پاک ہونے کی صورت جبکہ کتا اس میں منہ ڈال چکا ہو یہ ہے کہ اسے سات مرتبہ دھو لیا جائے اور پہلی مرتبہ مٹی سے دھویا جائے"۔

سنن ابوداؤد کی ایک اور روایت بھی اسی معنی میں ہے، انہوں نے اسے مرفوع نہیں کیا ہے اور اس بات کا اضافہ موجود ہے "جب بلی منہ ڈال دے تو ایک مرتبہ دھو لو"۔

ایک اور روایت میں ہے "ساتویں مرتبہ مٹی سے دھوؤ"۔

ایک اور روایت میں ہے "ان میں سے ایک مرتبہ مٹی سے دھوؤ"۔
ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ "پہلی اور آخری مرتبہ مٹی سے دھوؤ اور اگر بلی مُنہ ڈال دے تو ایک مرتبہ دھوؤ"۔
محدثین کی ایک جماعت کی نقل کردہ روایات میں مٹی کا ذکر نہیں ہے۔

تنبیہہ

جب کتا برتن میں مُنہ ڈال دے تو برتن کو سات مرتبہ دھویا جائے گا۔ اکثر محدثین کا یہی مذہب ہے اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب اس بارے میں امام ابوحنیفہ کے خلاف ہے۔
امام مالک کے نزدیک ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لیے ہے۔ اس جگہ متن میں لفظ "دون المحاذ" ہے جب کہ مناسب "دون المخاط" معلوم ہوتا ہے اور اسی کا ترجمہ کیا گیا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک کتا پاک ہے۔ اس بارے میں ان سے چار اقوال نقل کیے گئے ہیں: (۱) پاک، (۲) ناپاک، (۳) اس کا جھوٹا پانی تو پاک ہے، لیکن اس کے ناک کا پانی پلید ہے۔ (۴) پالتو اور آوارہ کتے میں فرق ہے۔ حالانکہ مذکورہ بالا حدیث اس کے نجس ہونے کی دلیل ہے۔
امام مالک کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: "وہ (شکاری کتے) جو تمہارے لیے پکڑ کے لائیں وہ کھالیا کرو"۔
اس آیت میں جس جگہ ان کتوں کا مُنہ لگا ہو اس جگہ کو دھونے کا حکم نہیں دیا گیا۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ آیت اس بارے میں خاموش ہے اور حدیث میں غسل کا حکم ہے تو دونوں کو جمع کر لیا جائے اور اگر ان کی بات کو صحیح بھی تسلیم کیا جائے تو یہ صرف شکار کی صورت میں ہے کیونکہ اس میں مشقت پائی جاتی ہے۔ ان کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر وہ ناپاک ہوتا تو اس کے لیے سات مرتبہ کی بجائے ایک ہی بار دھونے کا حکم دیا جاتا۔

امام احمد بن حنبل کے نزدیک آٹھ مرتبہ دھونا واجب ہے' اس کی وجہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ وہ روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کتا کسی برتن میں مُنہ ڈال دے تو اسے سات مرتبہ دھو لو اور آٹھویں بار اسے مٹی سے مانجھو۔ (مسلم)

پھر یہ کہ کتے کے برتن میں مُنہ ڈالنے کا جو حکم ہے وہی خنزیر کا بدرجہ اولیٰ ہوگا اور پیشاب اور دیگر نجاسات وغیرہ کو بھی اسی پر قیاس کیا جائے گا اور برتن کے علاوہ دیگر چیزوں مثلاً کپڑے' بستر اور زمین کو بھی اسی طرح برتن پر قیاس کیا جائے گا۔

جہاں تک تین مرتبہ دھونے کی روایت کا تعلق ہے تو اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے: جب کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو وہ اپنا ہاتھ اس وقت تک برتن میں نہ ڈالے جب تک وہ تین مرتبہ نہ دھو لے۔ ایک اور روایت کے مطابق بغیر کسی معین عدد کے دھویا جائے اور اس کی دلیل وہ روایت ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ اسماء کو حیض کا خون دھونے کا حکم دیا اور اس بارے میں کوئی تعداد مقرر نہیں فرمائی۔

دوسری دلیل وہ روایت ہے جس میں ایک دیہاتی کے پیشاب کرنے پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پانی بہانے کا حکم دیا تھا اور اس میں عدد کا ذکر نہیں فرمایا تھا۔

امام شافعی علیہ الرحمتہ کا اس بارے میں اس قول کے علاوہ ہم کوئی فرمان نہیں پاسکے کہ اس کو سات مرتبہ دھونا امر تعبدی و تعلی ہے۔ واللہ اعلم۔

مجھے نہیں معلوم کہ ہمارے اصحاب امام ابوحنیفہ کے بارے میں اس حدیث پر عمل کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ اگر تم یہ کہو کہ حدیث کا حکم بطور احتیاط ہے' واجب نہیں ہے اور دیگر تمام دلائل اس حکم کے خلاف ہماری رہنمائی کرتے ہیں' لہٰذا اس صورت میں اس کا حکم دیگر نجاست کے حکم کی طرح ہونا چاہیے یا پھر یہ کہ ابتدائے اسلام میں یہ حکم تھا اور پھر منسوخ ہوگیا۔ واللہ اعلم۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک دیہاتی کو مسجد میں پیشاب کرتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: اسے

چھوڑ دو۔ جب وہ فارغ ہو گیا تو آپ ﷺ نے پانی منگوا کر اس پر بہا دیا۔

یہ حدیث متعدد روایات اور مختلف الفاظ کے ساتھ بخاری، مسلم، ترمذی میں منقول ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی شخص مسجد میں داخل ہوا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اس نے دو رکعت نماز ادا کی پھر کہا: اے اللہ! تو مجھ پر اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم فرما اور ہمارے ساتھ کسی پر بھی رحم نہ فرما۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: تم نے تو بہت سے لوگوں کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد وہ دیہاتی وہاں نہیں رکا بلکہ مسجد کے کونے میں جا کر پیشاب کرنے لگا۔ لوگ اس کی طرف لپکے تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے لوگوں کو منع کرتے ہوئے فرمایا: تم لوگوں کو آسانی پیدا کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے مشکل پیدا کرنے کے لیے نہیں، اس پر ایک ڈول پانی بہا دو۔ یا آپ ﷺ نے اس پر پانی بہانے کا حکم دیا۔ (ترمذی، ابوداؤد، بخاری، نسائی)

حضرت ابو عبداللہ الخنفی فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے اپنی سواری ٹھہرا کے اس کو باندھا اور پھر مسجد میں داخل ہو کر آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے پیچھے نماز ادا کی۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو وہ اپنی سواری کے پاس آیا، اسے کھول کر اس پر سوار ہوا اور پکارا: اے اللہ! تو مجھ پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم کر اور کسی کو بھی ہماری رحمت میں شریک نہ کر۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: (اے صحابہ!) تم کس کو گمراہ خیال کرتے ہو، اس کو یا اس کے اونٹ کو؟ تم نے نہیں سنا کہ اس نے کیا کہا۔ صحابہ نے عرض کی: جی ہاں! سنا ہے۔ (ابوداؤد شریف)

یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی مسجد میں داخل ہوا۔ وہ پیشاب کرنے کے لیے بیٹھنے لگا تو لوگوں نے اسے جھڑکا۔ یہاں تک کہ آواز بلند ہوئی تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اسے چھوڑ دو۔ لوگوں نے اسے چھوڑ دیا۔ اس نے پیشاب کیا، آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے حکم دیا کہ اس جگہ پانی بہا دیا جائے تو وہاں پانی بہا دیا گیا۔ (موطا میں یہ روایت یحییٰ بن سعید سے مرسلا منقول ہے)

تنبیہہ

بے شک اس حدیث سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ نجاست پر زیادہ پانی بہا دینے سے جب وہ نجاست پر غالب بھی آ جائے تو وہ جگہ پاک ہو جاتی ہے۔ نیز نجاست دھونے ہی سے پاک ہوتی ہے۔

اگر نجاست کپڑے' زمین یا جسم میں ایک حصے سے ہٹ کر دوسری جگہ لگ جائے یا چٹائی سے فرش پر منتقل ہو جائے' اس بارے میں ائمہ کے اقوال میں اختلاف ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اگر نجاست اس مقام سے ہٹ جائے تو مقام پاک ہو جاتا ہے ورنہ نہیں۔ اگر نجاست اس مقام سے اس حالت میں جُدا ہو کہ اس کا رنگ یا بُو تبدیل ہو جائے تو بالاجماع وہ جگہ ناپاک ہو گی۔ (جمع البحار)

طیبی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے جب کسی جگہ نجاست لگ جائے تو محض سوکھنے سے وہ پاک نہیں ہو گی اور یہ کہ اس زمین کو کھودنا واجب نہیں ہے اور نہ ہی پانی بہا دینے کے بعد اس مٹی کو وہاں سے منتقل کرنا واجب ہے۔ نیز ان کے نزدیک جب دھوپ میں وہ مقام سوکھ جائے تو پاک ہو جاتا ہے۔

اس روایت میں فقہاء حنفیہ کی تائید ہم اس طرح کریں گے کہ

اس حدیث سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوکھنے سے پہلے ہی اس جگہ نماز ادا فرمائی۔ ہو سکتا ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے پانی بہانے کا حکم اس لیے دیا ہو تاکہ نجاست کی غلاظت اور پیشاب کی بُو اور رنگ کم ہو جائے' زیادہ پانی بہانے سے آپ کا مقصد اس کو پاک کرنا نہیں تھا کیونکہ وہ جگہ تو خشک ہونے پر خود بخود پاک ہو جاتی اور حدیث اس بارے میں خاموش ہے۔

حضرت ام قیس بنت محصن سے روایت ہے کہ وہ اپنے چھوٹے بیٹے کو جو کھانا کھا لیا کرتا تھا' لے کر حاضرِ خدمتِ اقدس ہوئیں اور اسے آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی گود میں بٹھا دیا۔ اس نے آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے پانی منگوایا اور

اس جگہ پر چھڑک دیا، اسے دھویا نہیں۔

دو اور روایات میں یہی بات معمولی سے لفظی اختلاف کے ساتھ مروی ہے۔

(بخاری، مسلم، نسائی، موطا، ابوداؤد، ترمذی)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں ایک بچہ آیا اور اس نے آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے پانی منگوایا اور اس پر پانی چھڑک دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک بچہ لایا گیا تاکہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام اسے گھٹی دیں۔ (بخاری، مسلم)

مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ خدمت اقدس میں چھوٹے بچوں کو لایا جاتا تھا تاکہ انہیں برکت حاصل ہو اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام انہیں گھٹی دیں تو ایک بچے کو لایا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت ابوالسمح فرماتے ہیں: جناب حسن اور حسین میں سے ایک کو لایا گیا اور انہوں نے آپ کے سینے پر پیشاب کر دیا۔ میں آگے بڑھا تاکہ اسے دھو دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بچی کے پیشاب کو دھویا جاتا ہے اور بچے کی دفعہ چھینٹے مار دیئے جاتے ہیں۔ (ابوداؤد)

امام نسائی اسے مختصراً یوں نقل کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: بچی کے پیشاب کو دھویا جائے گا اور بچے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جائیں گے۔

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دودھ پینے والے بچوں کے بارے میں: بچی کے پیشاب کو دھویا جائے گا اور بچے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جائیں گے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ یہ اس وقت تک ہے جب تک وہ کھانا کھانا شروع نہ کر دیں، پھر اس کے بعد دونوں کو دھویا جائے گا۔ (ترمذی، ابوداؤد)

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ بعض حضرات نے اس روایت کو مرفوع بیان کیا ہے، بعض نے موقوف اور بعض نے اسے مرفوع بیان نہیں کیا۔

ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بچی کے پیشاب کو دھویا جائے گا اور بچے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جائیں گے جب تک وہ کھانا کھانے نہ لگ جائیں۔

ایک اور روایت میں انہی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی طرح بیان فرمایا ہے' البتہ! اس میں کھانا کھانے کا ذکر نہیں کیا۔ اس میں یہ زائد ہے کہ قتادہ کہتے ہیں کہ یہ اس وقت تک ہے جب تک دونوں کھانا کھانے نہ لگ جائیں' وگرنہ دونوں کو دھویا جائے گا۔

تنبیہہ

اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے بچے کے پیشاب پر پانی چھڑکنے پر اکتفا فرمایا اور اس کو دھویا نہیں۔ بالخصوص اس روایت میں جس میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے اسے دھویا نہیں۔

طیبی کہتے ہیں اس حدیث میں چھڑکنے کے لیے جو لفظ استعمال ہوا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اس طرح سے پانی چھڑکا جائے جو ہر اس جگہ پر لگ جائے جہاں پیشاب لگا ہو' البتہ! [illegible] نہیں۔

مجمع البحار میں امام نووی سے منقول ہے کہ چھڑکاؤ کی حقیقت یہ ہے کہ اس طرح چھڑکا جائے جو تمام نجس جگہ پر پانی لگ بھی جائے اور جب اسے نچوڑا جائے تو نچڑے بھی نہیں۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس طرح اور اس مقدار میں پانی ڈالا جائے کہ نہ ہی بہے اور نہ ہی اس سے قطرے ٹپکیں اور علماء کا مشہور قول یہ ہے کہ یہ صورت صرف بچے کے پیشاب کے ساتھ خاص ہے' بچی کے پیشاب کا حکم اس میں شامل نہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ دونوں کا حکم یہی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دونوں

صورتوں میں طہارت کے حصول کے لیے محض چھڑکاؤ کافی نہیں ہے۔

امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا یہی مذہب ہے۔

احناف کہتے ہیں کہ حدیث میں چھڑکاؤ کے لیے جو لفظ "النضح" استعمال ہوا یہ لفظ بول کے غسل مراد لینا اہل عرب میں معروف ہے۔ پس جب ہم اس حدیث میں "النضح" سے مراد غسل لیں گے تو اس صورت میں حدیث میں موجود لفظ غسل سے غسل میں مبالغہ کرنا مراد ہوگا۔

تورپشتی کہتے ہیں: حدیث میں غسل نہ دینے (نہ دھونے) سے مراد لڑکے اور لڑکی کے دھونے میں فرق بیان کرنا ہے اور اس بات پر تنبیہہ کرنا مقصود ہے کہ لڑکے کی دفعہ غسل میں لڑکی کے مقابلے میں کم مبالغہ کیا جائے گا اسی لیے آپ نے ایک کو غسل اور دوسرے کو "نضح" سے تعبیر کیا۔

امام عینی امام طحاوی سے نقل کرتے ہیں کہ بچے کے پیشاب والی حدیث میں "نضح" کا جو لفظ استعمال ہوا ہے اس سے مراد پانی بہانا ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بچے کو لایا گیا تو اس نے آپ پر پیشاب کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس پر پانی بہاؤ۔

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ بچے کے پیشاب کا حکم بھی پانی بہانا ہے۔ لڑکے کے پیشاب پر پانی بہا دینا کافی ہے اور لڑکی کے پیشاب پر صرف بہانا کافی نہیں بلکہ اس کو دھونا بھی لازم ہے۔

اس کلام سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ چھڑکنے اور بہانے میں فرق ہے اور وہ یوں کہ چھڑکنے کا مطلب اس طرح پانی ڈالنا کہ وہ بہہ نہ جائے اور بہانے کا مطلب یوں پانی ڈالنا کہ وہ بہہ جائے۔ (مفاتیح میں اسی طرح مذکور ہے)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی، اگر کسی عورت کے کپڑوں کو حیض کا خون لگ جائے تو وہ کیا کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے کھرچ دو

پھر اس پر پانی چھڑکو اور پھر انہی کپڑوں میں نماز ادا کرو۔ (امام نسائی کے علاوہ اس حدیث کو محدثین کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے)

نسائی شریف کی روایت میں ہے کہ میں نے ایک عورت کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہوئے سنا۔ کوئی عورت اگر اپنے کپڑے پر پاکی کی حالت میں (خون) لگا ہوا دیکھے تو کیا کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ دیکھے اور اسے خون لگا نظر آ جائے تو اسے پانی کے ساتھ (نرم کر کے) کھرچ دے اور پھر اس پر پانی چھڑک کر انہی کپڑوں میں نماز ادا کر لے۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: ہمارے پاس ایک ہی کپڑا ہوتا تھا جس میں ہم حیض کی حالت میں گزارا کرتی تھیں۔ اگر اس پر کوئی خون وغیرہ لگ جاتا تو میں اس پر پانی گرا کر پھر اسے ناخن سے کھرچ دیتی۔ (بخاری، ابوداؤد)

ایک روایت میں ہے معاذۃ فرماتی ہیں، میں نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا اس حائضہ کے بارے میں جس کے کپڑوں پر خون لگ گیا ہو۔ آپ نے فرمایا: اسے دھو لے۔ اگر اس کا اثر زائل نہ ہو تو تانبے وغیرہ کے ساتھ اسے بدل دے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی میں تین مرتبہ مجھے حیض اس طرح آیا کہ میں نے اس میں اپنا کپڑا نہیں دھویا۔

ایک اور روایت میں خلاس الہجری کہتے ہیں کہ میں نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرماتے ہوئے سنا: میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی چادر میں رات بسر کیا کرتے تھے اور میں حائضہ ہوتی۔ تو اگر آپ کے (جسم یا کپڑے) میں (خون) لگ جاتا تو آپ صرف اسی جگہ کو دھو لیتے اور انہی کپڑوں میں نماز ادا فرما لیتے۔

انہی سے مروی ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جنابت والے کپڑوں کو دھوتی تو آپ ﷺ انہی کپڑوں میں نماز کے لیے تشریف لے جاتے، حالانکہ وہ کپڑے گیلے ہوتے تھے۔ (بخاری، مسلم)

ایک اور روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ سلم اپنے لباس سے منی کو

دھوتے اور انہی کپڑوں میں نماز کے لیے تشریف لے جاتے، حالانکہ غسل کے آثار آپ کے کپڑوں پر میں دیکھ رہی ہوتی۔

مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے: عبداللہ بن شہاب الخولانی فرماتے ہیں کہ میں سیدہ عائشہ صدیقہ کے ہاں مہمان ٹھہرا۔ (رات کو) مجھے احتلام ہو گیا۔ میں نے اپنے کپڑوں کو پانی میں بھگو دیا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ نے مجھے ایسا کرتے ہوئے دیکھ لیا اور انہیں خبر کر دی۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا: تم نے لباس پانی میں کیوں بھگویا تھا؟ میں نے عرض کی، میں نے سوتے میں وہی کچھ دیکھا جو کوئی سونے والا دیکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا تم نے کوئی چیز دیکھی (نجاست کپڑوں پہ لگی دیکھی) میں نے عرض کی، نہیں۔ آپ نے فرمایا: اگر تم کوئی (نجاست) لگی دیکھتے تب دھوتے۔ میں خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں سے خشک شدہ (منی) کو اپنے ناخن سے کھرچ دیتی تھی۔

انہی سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لباس سے منی کھرچ دیتی تھی۔

تنبیہہ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا یہ فرمان کہ میں اس کو دھویا کرتی، اس بات کی دلیل ہے کہ منی نجس ہے جیسا کہ ہمارا، امام مالک کا اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا مذہب ہے جبکہ امام شافعی اور امام احمد کے مشہور مذہب کے مطابق یہ پاک ہے۔

اس کی طہارت کے بارے میں آپ کا یہ استدلال منقول ہے: یہ اولیاء اللہ کی اصل ہے، ہم اس کو ناپاک کس طرح قرار دے سکتے ہیں؟

اور دوسری وہ روایت ہے جسے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نقل کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منی کے کپڑوں پر لگ جانے سے متعلق

پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اس کی مثال ناک یا منہ میں سے نکلنے والی بلغم کی سی ہے۔ تمہارے لیے کافی ہے کہ تم اسے کسی کپڑے کے ٹکڑے یا گھاس وغیرہ سے پونچھ لیا کرو۔

ہماری دلیل وہ روایات ہیں جن میں تر ہونے کی صورت میں اسے دھونے اور خشک ہونے کی صورت میں کھرچنے کا حکم دیا گیا ہے نیز وہ روایت جس میں اس کا ذکر نجس اشیاء کے ساتھ کیا گیا ہے۔

آپ ﷺ کا فرمان مبارک ہے: کپڑے کو پانچ چیزوں کے باعث دھویا جائے گا: پیشاب، پاخانہ، خون، منی اور قے۔ (ہدایہ)

ان حضرات نے جو یہ کہا ہے کہ یہ اولیاء اللہ کی اصل ہے تو کیونکر ناپاک ہو سکتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ناپاک سے پاک چیز کا پیدا ہونا بعید از امکان نہیں ہے، جیسے دودھ خون سے پیدا ہوتا ہے۔ پھر یہ کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے جمے ہوئے خون سے پیدا کیا اور خون بالاتفاق نجس ہے۔ پھر ان حضرات کی بیان کردہ دلیل میں ایک اور خامی بھی ہے اور وہ یہ کہ یہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی بھی اصل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جب چمڑے کو رنگ دیا جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔ (مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

مرثد بن عبداللہ المزنی فرماتے ہیں، میں نے علی بن وعلہ کو اکیلے دیکھا تو میں نے اسے چھوا۔ انہوں نے کہا: تم نے اسے کیوں چھوا ہے؟ میں نے کہا: میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا تھا کہ ہم ملک مغرب (مراکش) میں رہتے ہیں، وہاں ہمارے ساتھ بربر اور مجوسی جو دنبہ وغیرہ ذبح کرتے ہیں، ہم ان کا ذبیحہ نہیں کھاتے، البتہ! وہ پانی پلانے کے لیے (اسی جانور وغیرہ) کے چمڑے کا مشکیزہ لاتے ہیں۔ اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اس بارے میں آپ ﷺ سے پوچھا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا: رنگنے کے بعد وہ پاک ہو جاتا ہے۔

نسائی شریف کی روایت میں ہے کہ ابن دغلہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ ہم اہل مغرب اور اہل دیر یعنی بربروں کے ساتھ جنگ کرتے ہیں۔ ان کے مشکیزوں میں پانی اور دودھ ہوتا ہے۔ (اس بات میں آپ کی کیا رائے ہے) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رنگنے کے بعد وہ پاک ہو جاتا ہے۔ ابن دغلہ نے پوچھا یہ آپ کی رائے ہے یا اس بارے میں آپ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی کچھ سنا ہے؟ فرمایا: میں نے یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

تنبیہہ

(چمڑے کو) رنگنے والی احادیث مشہور ہیں جنہیں بہت سے صحابہ اور صحابیات علیہم الرضوان نے روایت کیا ہے۔ رنگنے کے بعد چمڑے کی طہارت، اگرچہ چمڑا مردہ جانور کا ہو یا کسی ایسے جانور کا جس کا گوشت کھانا حلال نہ ہو، یہ تمام ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔ تاہم امام احمد بن حنبل کے مذہب میں مردار کے چمڑے کی طہارت کے متعلق کچھ کلام کیا گیا ہے۔ بعض حضرات نے تو اس بارے میں نقل کی جانے والی احادیث کی صحت پر کلام کیا ہے اور بعض نے انہیں صحیح قرار دیا ہے لیکن وہ ان صحیح احادیث کے ذریعے کلام اللہ کے عمومی حکم کی تخصیص کرنے کے قائل نہیں ہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے:

حرمت علیکم المیتہ۔ تمہارے لیے مردار حرام کیا گیا ہے۔

اور چمڑا مردار کا حصہ ہوتا ہے اور حرمت سے مراد مردار کے تمام اجزاء ہی کا حرام ہونا ہے، کیونکہ چمڑے کا مقصد صرف اس سے نفع حاصل کرنا ہوتا ہے جیسا کہ گوشت کا مقصد کھانا ہوتا ہے۔ اور ایسی احادیث بھی منقول ہیں جن میں مردار کے چمڑے اور ہڈیوں کو استعمال میں لانے سے منع کیا گیا ہے۔ ان میں ایک حضرت عبداللہ بن حکیم رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، فرماتے ہیں: ہمارے پاس نبی اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی آیا: تم مردار کی ہڈیوں اور چمڑے کو استعمال نہ کرو۔ (اس حدیث کو مشکوۃ میں ترمذی، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے)

جامع الاصول میں منقول ہے حضرت عبداللہ بن حکیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جہینہ کی سرزمین پر ہمارے سامنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک پڑھ کر سنایا گیا اور میں اس دن ایک نوجوان لڑکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: مردار کی ہڈیوں اور چمڑے کو استعمال نہ کرو۔

ایک اور روایت میں ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل جہینہ کی طرف وصال مبارک سے دو ماہ پہلے تحریر کیا: مردار کا چمڑا اور ہڈیاں استعمال نہ کرو۔
یہاں چمڑے کے لیے جو لفظ استعمال ہوا ہے اس سے مراد وہ چمڑا ہے جو رنگنے سے پہلے ہو۔

صالح بن احمد سے یہ بھی منقول ہے کہ چمڑا رنگنے سے متعلق میرے علم میں کوئی بھی حدیث نہیں ہے۔ دار قطنی کے حوالے سے ایک روایت منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہیں مردار کے چمڑے کی رخصت عنایت کی تھی۔ جب تمہارے پاس میرا یہ مکتوب پہنچے تو اس کے بعد مردار کی ہڈیوں اور چمڑے (وغیرہ) کو استعمال میں نہ لانا۔ (دار قطنی)

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت عنایت فرمانے کے بعد اس کے استعمال سے منع کر دیا تھا اور پہلے جو اجازت دی تھی وہ وقتی تھی۔

صحیح قول یہ ہے کہ چمڑا رنگنے کی حدیثیں شہرت لے اس مرتبہ پر فائز ہیں کہ ان کے ذریعے کتاب اللہ کے حکم پر زیادتی جائز ہے یا آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ کتاب کا حکم عام کی بجائے مجمل ہے تو سُنت نے اسے بیان کر دیا یعنی اس کا اجمال ختم کر دیا۔ اسی لیے حنبلی مذہب کے محقق فقہاء اس کی طہارت کے قائل ہیں۔۔۔ اور مخالفین کی نقل کردہ جملہ احادیث ضعیف ہیں۔

تورپشتی کہتے ہیں کہ جمہور علماء کا فتویٰ ابن عکیم رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق نہیں ہے کیونکہ صحت اور شہرت کے اعتبار سے یہ ان احادیث کے مقابل نہیں ہوسکتی جو چمڑے کی طہارت کے سلسلے میں منقول ہیں۔ بعض حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے وقات سے دو ماہ قبل ابن عکیم رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق فتویٰ دیا تھا اور فرمایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری حکم اس بارے میں یہی ثابت ہے۔

اس حدیث پر عمل ترک کیا جائے گا کیونکہ اس کی سند میں اضطراب پایا جاتا ہے۔ بعض حضرات نے اسے عبداللہ بن عکیم جو جہینہ کے مشائخ میں سے ہیں' ان سے روایت کیا ہے۔ تورپشتی کہتے ہیں کہ نووی نے تین اعتبار سے اس روایت کو معلل قرار دیا ہے: (۱) اس کی سند میں اضطراب ہے۔ (۲) اس کے متن میں اضطراب ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال سے تین یوم پہلے، بعض میں دو ماہ پہلے جبکہ بعض میں چالیس یوم پہلے کا ذکر ہے۔ (۳) تیسرا یہ کہ حضرت عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ امام نسائی اور بعض دیگر حضرات کا قول ہے کہ یہ صحابی نہیں ہیں۔

شیخ تقریب میں فرماتے ہیں: عبداللہ بن عکیم تصغیر کے ساتھ الجہنی ابوسعید الکوفی ان حضرات میں سے ہیں جنہیں زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں نصیب ہوئے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل جہینہ کی طرف لکھا جانے والا خط سنا ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہو اس کا پیشاب پینے میں کوئی حرج نہیں۔

(احمد' دار قطنی)

اس حدیث سے ان حضرات نے استدلال کیا ہے جو اس کی طہارت کے قائل ہیں مثلاً امام مالک' امام احمد اور محمد الاصطخری شافعی وغیرہ۔

امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے نزدیک یہ نجس ہے تاہم اس کی نجاست

خفیفہ ہے کیونکہ اس بارے میں روایات باہم متعارض ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک مذکورہ بالا روایت کی تاویل یہ ہو کہ اس کو استعمال کرنے میں زیادہ حرج نہیں ہے۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: ایک عورت نے ان سے کہا میرے تہبند کا پلو لمبا ہوتا ہے اور میں اس جگہ سے گزرتی ہوں جہاں گندگی ہوتی ہے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اس کے بعد آنے والی پاک زمین اسے پاک کردیتی ہے۔

(ابوداؤد، ترمذی، موطاء احمد، دارمی)

امام ترمذی فرماتے ہیں، اس بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی ایک روایت منقول ہے: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے۔ پاؤں پر کچھ لگنے کی صورت میں وضو دوبارہ نہیں کیا کرتے تھے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: جب تمہارا کپڑا لٹکا ہوا ہو اور تم کسی گندی جگہ سے گزرو تو اگر گندگی ہو تو اسے دھو لو، اگر خشک ہو تو کوئی حرج نہیں۔

کمیل سے منقول ہے: میں نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو بارش میں بھیگتے دیکھا۔ آپ مسجد میں داخل ہوئے، نماز ادا کی اور پاؤں نہیں دھوئے۔

معاذ بن علاء کہتے ہیں: میں جناب علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ساتھ جمعہ کی نماز کے لیے نکلا۔ آپ کے راستے میں مسجد سے پہلے کیچڑ تھا اور پیدل تھے۔ آپ نے جوتے اتارے، شلوار کو اوپر اٹھایا اور اس میں سے گزر گئے۔ باہر نکل کر آپ نے شلوار دوبارہ ٹھیک کی اور جوتوں کو پہنا۔ لوگوں کو نماز پڑھائی پاؤں دھوئے بغیر۔ (بیہقی)

تنبیہہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور دیگر روایات میں گندگی سے مراد وہ گندگی ہے جو خشک نہ ہو، چمٹنے والی ہو کیونکہ اس بات پر اجماع ہے اگر کپڑے کو ناپاکی لگ جائے تو دھوئے بغیر پاک نہیں ہوتا۔ البتہ جوتوں اور موزوں کا حکم اس سے مختلف ہے۔ تابعین کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ خشک مٹی اس کو پاک کر دیتی ہے اگرچہ نجاست گیلی ہی کیوں نہ ہو۔

باوجود اس کے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا والی روایت کی سند پر طعن کیا گیا ہے کہ ان سے روایت ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف کی ام ولد نے کی ہے اور وہ مجہول ہیں۔ یہ بات امام تورپشتی نے بیان کی ہے۔

اسی طرح مشکوۃ شریف میں منقول بنی عبدالاشہل کی عورت کی حدیث کے بارے میں بھی کلام کیا گیا ہے کہ وہ بھی مجہول ہے۔

موزوں پر مسح کرنے کا باب

(اس باب میں تین فصلیں ہیں)

پہلی فصل

مسح کے جواز کے بیان میں

اس مسئلہ میں بہت سی صحیح احادیث مروی ہیں اور ان مشہور حدیثوں کی صحت میں کوئی بھی شبہ نہیں ہے، سب کی بنیاد اور بہترین حدیث مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی ہے جس کو اصحاب سنن نے متعدد روایات سے مختلف الفاظ سے نقل کیا ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔ اور ایک روایت کے مطابق غزوۂ تبوک کے سفر کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: برتن پکڑو۔ میں نے پکڑ لیا۔ آپ ﷺ تشریف لے گئے یہاں تک کہ آپ میری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ آپ ﷺ نے قضائے حاجت فرمائی۔ اس وقت آپ ایک شامی جبہ زیب تن فرمائے ہوئے تھے جس کے پہونچے تنگ تھے۔ آپ نے اپنا ہاتھ اس سے نکالنا چاہا جو اس

میں نہیں نکل سکا۔ آپ ﷺ نے پھر نیچے سے ہاتھ نکالا' اس پر پانی انڈیلا اور وضو فرمایا نماز کے لیے اور اپنے دونوں موزوں پر مسح کیا' پھر نماز ادا کی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔ پس میں جھکا تاکہ آپ ﷺ کے موزے اتار سکوں۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: انہیں رہنے دو۔ میں نے (پاؤں) پاک حالت میں داخل کیے تھے پھر آپ ﷺ نے ان سے مسح فرمالیا۔

ایک اور روایت میں ہے' ایک رات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھا۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے مجھ سے پوچھا کیا تمہارے پاس پانی ہے۔ میں نے عرض کی' جی ہاں! آپ علیہ الصلوۃ والسلام اپنی سواری سے اترے اور تشریف لے گئے یہاں تک کہ شب کی تاریکی میں چھپ گئے۔ پھر آپ علیہ الصلوۃ والسلام تشریف لائے۔ میں نے آپ ﷺ کے ہاتھوں پر برتن سے پانی ڈالا۔ پس آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنا چہرہ اور دونوں ہاتھ دھوئے۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے اس وقت ایک اونی جبہ زیب تن فرمایا ہوا تھا۔ آپ اپنی کلائیاں اس میں سے نہیں نکال سکتے تھے یہاں تک کہ آپ نے جبے کے نیچے سے انہیں نکالا اور دونوں بازو دھوئے اور سر کا مسح کیا۔ میں جھکا تاکہ آپ کے موزے اتاروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: الی آخر الحدیث جیسا کہ گزر چکا ہے۔ (بخاری' مسلم)

مسلم کی ایک اور روایت کے مطابق آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے دونوں موزوں' سر کے اگلے حصے اور عمامے پر مسح کیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے پیشانی' عمامے اور موزوں پر مسح کیا۔ (مسلم)

امام ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا۔ میں نے عرض کی' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (شاید) آپ بھول گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ تم بھول گئے ہو۔ اسی بات کا میرے پروردگار عزوجل نے مجھے حکم دیا ہے۔

جامع الاصول کے مصنف نے اپنی عادت کے مطابق اپنے الفاظ میں صحاح ستہ

کے مصنفین کی روایات یوں ہی نقل کی ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موزوں پر مسح کیا کرتے تھے۔ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس بارے میں سوال کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! حضرت سعد جب کبھی بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کوئی حدیث بیان کریں تو ان کے علاوہ کسی اور سے نہ پوچھا کرو۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ملنے کوفہ تشریف لائے جبکہ وہ کوفہ کے امیر تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں دیکھا کہ وہ موزوں پر مسح کر رہے تھے۔ آپ نے ان پر اعتراض کیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ جب تم اپنے والد سے ملو گے تو ان سے پوچھ لینا۔ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما واپس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں سوال کرنا بھول گئے۔ یہاں تک کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ خود تشریف لے آئے اور کہا کیا تم نے اپنے والد سے پوچھا؟ انہوں نے کہا نہیں۔ پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تم اپنے دونوں پاؤں اس میں داخل کرو، پاکی کی حالت میں تو ان پر مسح کر لیا کرو۔ حضرت عبداللہ نے کہا اگرچہ کوئی بیت الخلاء سے ہو آئے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! (موطا)

نسائی شریف کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق آپ علیہ الصلوۃ والسلام سے مروی ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے رفع حاجت کی۔ پھر وضو کیا۔ پس اپنا چہرہ دھویا، دونوں بازو دھوئے اور سر کا مسح کیا۔ اتنے میں آپ کو نماز جنازہ کی ادائیگی کے لیے بلایا گیا۔ آپ مسجد میں داخل ہوئے، دونوں پیروں پر (موزوں پر) مسح کیا اور نماز جنازہ ادا کی۔ (موطا)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں اور سر کے اوپر چادر پر مسح فرمایا ہے۔ (مسلم، ترمذی)

امام ابوداؤد کی روایت کے مطابق حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے حضرت مغیرۃ رضی اللہ عنہ کے واقعے کے مطابق جواب دیا اور موزوں پر مسح کا ذکر کیا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (کیسے وضو) کیا تھا۔ تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ویسا ہی جواب دیا۔ (ابوداؤد)

حضرت ابو محمد عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے موزوں پر مسح کرنے کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا: بھتیجے یہ سُنّت ہے۔ (ترمذی)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے پیشاب کیا، پھر وضو کیا اور دونوں موزوں پر مسح کیا۔ کہا گیا: آپ نے یہ (کیوں) کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے پیشاب کیا، پھر وضو کیا اور اپنے دونوں موزوں پر مسح کیا۔

امام اعمش کہتے ہیں کہ امام ابراہیم فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رضوان اللہ علیہم اجمعین اس حدیث کے بارے میں حیرت کا اظہار کیا کرتے تھے کیونکہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ سورۃ مائدہ (قرآن کی آخری نازل ہونے والی آیات مراد ہے) کے نازل ہونے کے بعد اسلام لائے تھے۔ (بخاری، مسلم)

ایک اور روایت کے مطابق حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے استنجاء کیا، پھر وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا اور فرمایا کہ میں نے مسح اس لیے کیا تھا کیونکہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ (مسح کی اجازت) سورۃ مائدہ نازل ہونے سے پہلے تھی۔ حضرت جریر فرماتے ہیں کہ میں سورۃ مائدہ کے

نازل ہونے (قرآن کی آخری آیات مراد ہیں) کے بعد ایمان لایا تھا۔

(بعض) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو حضرت جریر کا یہ قول بہت عجیب لگتا تھا کیونکہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے کچھ عرصہ قبل اسلام لائے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کی وفات کے چالیس دن پہلے اسلام لائے تھے۔ (ابوداؤد)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے دن ایک ہی وضو سے تمام نمازیں ادا کیں اور دونوں موزوں پر مسح کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: آپ ﷺ نے آج جو کام کیا ہے یہ اس سے پہلے کبھی نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے ایسا جان بوجھ کر کیا ہے۔ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

امام ترمذی علیہ الرحمتہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس موضوع پر حضرت عمر، حضرت علی، حضرت حذیفہ، حضرت مغیرہ، حضرت بلال، حضرت سعد، حضرت ابوایوب، سلیمان، حضرت بریدہ، حضرت عمرو بن امیہ، حضرت انس، حضرت سہل بن سعد، حضرت یعلیٰ بن مرہ، حضرت عبادۃ بن الصامت، حضرت اسامہ بن شریک، حضرت ابوامامہ، حضرت جابر اور حضرت اسامہ بن زید رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حوالے سے محدثین نے روایات بیان کی ہیں اور حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ یہ حدیث مفسر ہے کیونکہ موزوں پر مسح کے منکرین یہ تاویل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ مائدہ کے نازل ہونے سے پہلے ایسا کیا تھا جبکہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ اس حدیث میں واضح طور پر بیان کر رہے ہیں کہ انہوں نے آپ ﷺ کو المائدۃ نازل ہونے کے بعد موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

دوسری فصل

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے موزوں کے اوپر والے اور نچلے حصے پر مسح کیا تھا۔ (ترمذی)

امام ترمذی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ بہت سے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہی قول ہے۔ امام مالک، امام شافعی اور اسحاق کی رائے بھی اس کے مطابق ہے تاہم اس حدیث میں کچھ خامی ہے۔ میں نے حافظ ابو زرعہ رازی سے اس بارے میں پوچھا تھا اور محمد (بن اسمٰعیل بخاری) سے بھی اس بارے میں پوچھا تھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

ترمذی شریف کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں موزوں کے ظاہری حصے پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔ (ترمذی)

امام ابوداؤد کی بیان کردہ ایک اور روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں کے اوپر والے حصے پر مسح کیا۔ (سنن ابوداؤد)

امام ابوداؤد کی ایک اور روایت کے مطابق مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے غزوۂ تبوک کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کروایا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزے کے اوپر والے حصے پر مسح کیا تھا۔ (ابوداؤد)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں: پہلے میری رائے یہ تھی کہ پاؤں کا باطنی حصہ موزوں کے ظاہری حصے کے مقابلے میں زیادہ حقدار ہے کہ اس کا مسح کیا جائے، لیکن پھر میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ ظاہری حصے پر مسح فرماتے ہیں۔ وکیع فرماتے ہیں: یعنی موزوں کے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ میں پہلے یہ رائے رکھتا تھا کہ قدموں کا اندرونی حصہ غسل کا زیادہ حقدار ہے یہاں تک کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو موزے کے اوپر والے حصے پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔

تیسری فصل

موزوں پر مسح کی مدت کے بارے میں

حضرت شیخ شریح بن ہانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ آپ سے موزوں پر مسح کے بارے میں کچھ پوچھ سکوں۔ آپ نے فرمایا: کہ تم ابن ابی طالب (حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم) کے پاس جاکر ان سے پوچھو کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے۔ حضرت شریح کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن اور تین رات مسافر کے لیے اور ایک دن اور ایک رات مقیم شخص کے لیے موزوں پر مسح کی اجازت دی ہے۔ (مسلم، نسائی)

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے موزوں پر مسح (کی مدت) کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ مسافر کے لیے تین دن اور تین رات اور مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات۔ (ترمذی)

سنن ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ مسافر کے لیے (مسح کی مدت) تین دن، تین رات اور مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ہم اگر اس سے زیادہ مدت مانگ لیتے تو اس کی اجازت بھی مل جاتی۔ (ابوداؤد)

حضرت ابی بن عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: یہ وہ صاحب ہیں جنہیں آپ ﷺ کے ساتھ دونوں قبلوں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ فرماتے ہیں میں نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! موزوں پر مسح کرنا (جائز ہے) آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے عرض کی، ایک دن کے لیے؟ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ہاں! میں نے پوچھا، دو دن کے لیے بھی؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

میں نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تین دن کے لیے بھی؟ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ہاں! جتنا تم چاہو۔ (ابوداؤد)

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے سات تک پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! (جامع الاصول، مشکوۃ ابن ابی شیبہ، ابن ماجہ)

حضرت نافع رضی اللہ عنہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ وہ موزوں پر مسح کی کوئی مدت مخصوص نہیں کرتے تھے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ مسافر اس وقت تک موزوں پر مسح کر سکتا ہے جب تک وہ انہیں اُتار نہ دے۔ (دار قطنی)

یزید بن حبیب روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو دمشق کی فتح کی خوشخبری کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا۔ وہ جمعہ کے دن دمشق سے چلے اور جمعہ کے دن ہی مدینہ پہنچے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: چلے کب تھے؟ انہوں نے بتایا اور کہا کہ میں نے سفر کے دوران موزے نہیں اتارے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے ٹھیک کیا۔ (ابن ابی شیبہ)

دار قطنی کی روایت میں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بتایا کہ میں جمعہ کے دن چلا تھا اور جمعہ کے دن ہی پہنچا ہوں، کل آٹھ دن ہو گئے۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے ٹھیک اور سُنّت کے مطابق کیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو وضو کر رہا تھا اور موزوں کو دھو رہا تھا۔ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے منع کیا اور کہا: ہمیں ایسا کرنے کا حکم ملا ہے، پھر آپ نے اسے موزوں کے آغاز سے لے کر ٹخنوں تک کر کے دکھایا اور اپنی انگلیوں کو کھولا۔ (الطبرانی) اور کہا کہ اس حدیث میں بقیہ مفرد ہیں۔ (مسلم)

حضرت صفوان بن عسال فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم سفر کے دوران تین دن اور تین راتوں تک اپنے موزے نہ

اتاریں۔

ترمذی شریف کی ایک اور روایت میں ہے کہ زرین حبیش فرماتے ہیں کہ میں صفوان بن عسال المرادی کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ ان سے موزوں پر مسح کے بارے میں پوچھ سکوں۔ آپ نے پوچھا: اے زر کیسے آنا ہوا؟ میں نے عرض کی، علم کی تلاش میں۔ انہوں نے فرمایا: اس کے طالب کی رضامندی کے لیے فرشتے اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ رفع حاجت کے بعد موزوں پر مسح کرنے سے متعلق میرے دل میں ایک کھٹک سی ہے اور آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ میں اس لیے حاضر ہوا تھا تاکہ آپ سے پوچھوں کہ کیا آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں کچھ سنا ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں! آپ ﷺ ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم رفع حاجت یا نیند کے بعد بھی سفر کی حالت میں تین دن اور تین راتوں تک اپنے موزے نہ اتاریں سوائے جنابت کی صورت میں۔

تنبیہہ

مندرجہ بالا ابواب میں موزوں پر مسح کرنے سے متعلق جو احکام بیان ہوئے، ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے سوائے اس حدیث کے جو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے پیشانی پر، عمامے پر اور موزوں پر مسح فرمایا تھا۔

عمامے پر مسح کرنے کے مسئلے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک عمامے پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور آپ ﷺ نے ایسا اس لیے کیا تھا کہ پیشانی پر مسح کر کے آپ نے واجب حکم کی تکمیل کر دی تھی۔ بقیہ سر کا مسح عمامے پر ہاتھ پھیر کے کر لیا، تاکہ فرض مسح کی شرط پوری ہو جائے۔ جیسا کہ امام مالک رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے یا پھر آپ ﷺ نے بالاستیعاب مسح کرنے کے لیے

ایسا کیا ہوگا جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک سُنّت ہے، کیونکہ اس سے مکمل طور پر طہارۃ حاصل ہو جاتی ہے جو ایک مستحسن امر ہے۔ جہاں تک سر کے مسح کے بغیر محض عمامے کے مسح کا تعلق ہے جیسا کہ موزے میں ہوتا ہے تو امام مالک اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما نے اس سے منع کیا ہے اور امام احمد بن حنبل نے محض عمامے پر مسح پر اکتفا کرنا جائز قرار دیا ہے بشرطیکہ عمامہ پاکی (وضو) کی حالت میں باندھا گیا ہو۔

نیز عمامے نے تمام سر کو ڈھانپ رکھا ہو سوائے ان کے جن کو کھلا رکھنے کا رواج ہے مثلاً ماتھا، دونوں کان اور ان کے ساتھ سر کے دونوں طرف کے کنارے، وغیرہ وغیرہ۔

امام شافعی کے مذہب کی مشہور کتاب الحاوی کے مطالعے سے یہ بات آشکارا ہوتی ہے کہ امام شافعی کے نزدیک شروع سے لے کر سارے سر کا مسح کرنا سُنّت ہے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو عمامے پر مسح مکمل کرے۔

اس کتاب کی شرح میں یہ بھی تحریر ہے کہ جس شخص کے سر پر عمامہ ہو اس کے لیے زیادہ مناسب یہ ہے کہ پیشانی کی مقدار کے برابر کا مسح کر لے اور پھر عمامے پر مسح کر لے کیونکہ حضرت مغیرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں موجود ہے کہ آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا تاہم محض عمامے پر اکتفا کر لینا جائز نہیں ہے کیونکہ حکم سر پر مسح کرنے کا ہے اور عمامے پر مسح کرنے والا سر پر مسح کرنے والا نہیں کہلا سکتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث کے ظاہری الفاظ سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اس فتویٰ کی تائید ہوتی ہے کہ ایک چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے کیونکہ جو لفظ حدیث میں استعمال ہوا ہے ناصیہ (پیشانی) سے یہی معنی مراد ہوتے ہیں۔ تاہم لفظ "ناصیہ" کے شروع میں حرف "ب" بھی ہے۔ یہاں فقہاء کا اختلاف ہے کہ اس حرف "ب" کا معنی کیا ہے۔ اگر اس کا معنی تبعیض لیا جائے تو اس میں امام شافعی علیہ الرحمتہ کے مذہب کی تائید ہوتی ہے کیونکہ ان کے نزدیک سر کے کم از کم اتنے حصے پر مسح کرنا فرض ہے جس پر مسح کے لفظ کا اطلاق ہو سکے

اور اگر اس "ب" کو زائد تصور کیا جائے تو پھر اس میں امام ابو حنیفہ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے کیونکہ ناصیہ سر کا ایک چوتھائی حصہ ہوتا ہے۔

امام احمد کے مذہب کی مشہور کتاب "الخرقی" کی شرح میں تحریر ہے کہ اس حرف کے "تبعیضی" معنی مراد لینا نادرست ہے کیونکہ ائمہ (نحو) کی آراء کے خلاف ہے۔ امام ابو بکر عبدالعزیز فرماتے ہیں: میں نے درید اور ابن عرفہ سے پوچھا کہ کیا "ب" "تبعیض" کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا: ہمارے خیال میں ایسا نہیں ہوتا۔

جہاں تک اللہ تعالیٰ کے فرمان یشرب بھا عباد اللہ کا تعلق ہے تو اس میں "ب" تضمین کے لیے ہے جیسے کہا جاتا ہے یروی بھا عباد اللہ۔

امام احمد کا ایک قول تینوں مذاہب کی موافقت میں نقل کیا گیا ہے تاہم اکثر سر کا مسح کرنا واجب ہے۔

اس اختلاف و دلائل کے بارے میں کلام بہت طویل ہے اور ہدایہ اور اس کی شروحات میں اس کے مقام پر ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ ہم نے اپنی کتاب "سفر السعادۃ" میں نقل کیا ہے۔

ان تمام باتوں کے باوجود میں نے اپنے شیخ علی بن جار اللہ، جو بلد اللہ الحرام کے مفتی بھی ہیں، کو اپنے مشائخ کا یہ قول نقل کرتے ہوئے سنا ہے کہ بنظر انصاف دیکھا جائے تو اس مسئلہ میں امام مالک رضی اللہ عنہ کا موقف مضبوط ہے۔

تاہم سب سے قوی چیز جو احناف کے موقف کی تائید کرتی ہے وہ حدیث ناصیہ ہے۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ ناصیہ صرف اس صورت میں ہے جب عمامہ بھی باندھ رکھا ہو۔ جیسا کہ حدیث صحیح جو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیشانی (ایک چوتھائی سر) کا مسح فرمایا اور پھر عمامہ پر مسح کر لیا، تاہم یہ تاویل ضعیف ہے۔

تیمم کا باب

حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ ہم حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں شریک تھیں کہ ہمارا گزر ایک بیابان یا جنگل سے ہوا۔ وہاں میرا ہار گم ہو گیا۔ آپ ﷺ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی درخواست پر وہاں ٹھہر گئے اور لوگ بھی وہاں ٹھہر گئے لیکن نہ تو اس مقام کے آس پاس پانی موجود تھا اور نہ ہی لوگوں کے پاس پانی تھا۔ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی، آپ نے دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا کیا ہے؟ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں رکوا لیا ہے اور لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ ٹھہر گئے ہیں حالانکہ اس جگہ پانی موجود نہیں ہے اور نہ ہی لوگوں کے پاس پانی موجود ہے۔ (یہ سن کے) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میرے زانو پر سر رکھ کر آرام فرما رہے تھے۔ آتے ہی کہا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں روک رکھا ہے اور لوگوں کے پاس پانی بھی نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے میرے اوپر خوب غصے و ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے مجھے سخت سست کہا۔ نیز (غصے کے باعث) اپنا ہاتھ میرے پہلو میں چبھوتے رہے لیکن چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوئے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور لوگوں کے پاس (فجر کے وضو کے لیے)

پانی نہیں تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے تیمم والی آیت نازل کی اور لوگوں نے تیمم کیا۔

حضرت اسید بن حضیر جو نقباء میں سے تھے، بولے: اے آل ابوبکر رضی اللہ عنہم! یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہم نے اونٹ کو اٹھایا، جس پر میں سوار تھی تو اس کے نیچے سے ہار مل گیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ انہوں نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے عاریتاً ہار لیا تھا جو کہیں گم ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس کی تلاش میں بھیجا۔ اسی اثناء میں نماز کا وقت ہوگیا تو انہوں نے بغیر وضو کے نماز ادا کرلی۔ پھر جب وہ حضرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ سے اس بات کی شکایت کی۔ تو اس وقت تیمم کی آیت نازل ہوئی۔ اس وقت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہا کو جزائے خیر سے نوازے، آپ رضی اللہ عنہا پر جب کبھی کوئی مشکل پڑتی ہے تو اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہا کو اس سے نجات عطا فرماتا ہے اور اہل ایمان کے لیے اس میں کوئی نہ کوئی برکت ہوتی ہے۔　(بخاری، مسلم، موطا، نسائی)

سنن ابی داؤد کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اسید بن حضیر اور ان کے ساتھ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس ہار کی تلاش میں بھیجا جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے گم ہوگیا تھا تو نماز کا وقت ہونے پر انہوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی۔ جب وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس بات کا تذکرہ کیا۔ اس وقت آیتِ تیمم نازل ہوئی۔

ایک اور روایت میں اس بات کا اضافہ ہے کہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے ام المومنین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: اللہ آپ پر رحم کرے، اللہ تعالیٰ آپ کے لیے جب کبھی بھی ناگوار صورت حال پیدا کردے تو اس میں مسلمانوں کے لیے کشادگی (بھلائی) موجود ہوتی ہے۔　(سنن ابی داؤد)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے ایک جنگل میں رات بسر کی۔ آپ کے ساتھ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ ان کا ناخنوں ایسے خوشبودار موتیوں کا بنا ہوا ہار گم ہوگیا۔ لوگ اس کی تلاش کے لیے وہاں رُک گئے، یہاں تک کہ صبح کی روشنی نمودار ہونا شروع ہوگئی اور لوگوں کے پاس پانی نہیں تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پاک مٹی کے ساتھ طہارت حاصل کرنے کی رخصت نازل کی۔ پھر لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ زمین پر مارے پھر اٹھائے اور مٹی جھاڑے بغیر اس کے ساتھ اپنے چہروں کا اور ہاتھوں کا کندھوں تک اور بازوؤں کے نچلے حصے کا بغلوں تک مسح کیا۔ معمر، زہری کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے دو مرتبہ زمین پر ہاتھ مارا۔ (ابوداؤد، نسائی)

ایک روایت میں کندھوں اور بغلوں کا ذکر نہیں ہے۔ ابن لیث کہتے ہیں کہ کہنیوں تک مسح کیا تھا۔ ایک راوی سلمہ کو اس سلسلے میں شک ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے نہیں پتا کہ کہنیوں تک روایت ہے یا پونچوں تک۔

ایک اور روایت میں ہے کہ لوگوں نے اپنے ہاتھ مٹی پر مارے، پھر اپنے چہروں پر ایک مرتبہ مسح کیا۔ پھر انہوں نے دوبارہ زمین پر اپنا ہاتھ مارا۔

حضرت اسلع بن شریک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی اونٹنی پر کجاوہ باندھا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں حالت جنابت کا شکار ہوا اور رات بہت سرد تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کا ارادہ کیا۔ میں نے اس بات کو ناپسند جانا کہ ناپاکی کے عالم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر کجاوہ باندھوں۔ پھر مجھے یہ بھی ڈر تھا کہ اگر میں نے ٹھنڈے پانی سے نہا لیا تو یا تو بیمار ہو جاؤں گا یا مرجاؤں گا۔ میں نے ایک انصاری صحابی کو حکم دیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کو سفر کرنے میں مدد دیں۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کو تیار کیا، پھر میں نے پتھر جمع کیے، ان پر پانی گرم کیا اور غسل کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحابِ رسول سے جا ملا۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اے اسلع! کیا بات ہے تمہاری سواری نظر نہیں آتی۔ میں نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے یہ کام

ایک انصاری کے سپرد کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیوں؟ میں نے عرض کی، میں ناپاک ہوگیا تھا اور مجھے ڈر تھا کہ کہیں مجھے سردی نہ لگ جائے تو میں نے انہیں کہہ دیا کہ وہ سواری تیار کر دیں۔ پھر میں نے گرم پتھر اکٹھے کر کے ان پر پانی گرم کیا اور پھر اس کے ساتھ غسل کیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: "اے ایمان والو! نماز کے قریب مت جاؤ"۔ (الی آخر الایہ)

(حسن بن سفیان، ماوردی، طبرانی، ابن مردویہ، ابو نعیم، الضیاء المقدسی)

انہی سے مروی ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا اور آپ کے لیے سواری تیار کرتا تھا۔ ایک رات آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے مجھے حکم دیا: اے اسلع! اٹھو اور سواری تیار کرو۔ میں نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ناپاک ہوں۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کچھ دیر خاموش رہے۔ اتنے میں جبرئیل مٹی (کے ساتھ تیمم) والی آیت لے کر نازل ہوئے۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اے اسلع! اٹھو اور تیمم کرلو۔ پھر آپ نے مجھے تیمم کا طریقہ سکھایا۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے، پھر انہیں جھاڑا، پھر انہیں دونوں بازوؤں پر کہنیوں تک پھیرا (اندرونی و بیرونی دونوں جگہوں پر) پھر میں نے آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے لیے سواری تیار کی۔ آپ ﷺ چل پڑے یہاں تک کہ پانی کے پاس سے گزرے۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اے اسلع! اس سے نہا لو۔ (ابن سعد، ابن جریر، طحاوی، دار قطنی، ابو نعیم)

خطیب بغدادی نے حضرت الاسقع رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس حدیث کو مرفوع روایت کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے ساتھ کہ میں تمہیں تیمم سکھاتا ہوں۔ آپ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا، پھر اسے چہرے پر پھیرا، پھر زمین پر مارا اور دونوں بازوؤں پر کہنیوں تک پھیرا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب تیمم والی آیت نازل ہوئی تو مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں تیمم کیسے کروں؟ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ مجھے نہیں ملے۔ میں آپ ﷺ کی تلاش میں چل

پڑا اور آپ کو پالیا۔ آپ ﷺ نے مجھے دیکھا تو سمجھ گئے کہ میں کیوں آیا ہوں؟ آپ ﷺ نے استنجا کیا، پھر اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور انہیں اپنے چہرے اور بازوؤں پر پھیر لیا۔

حضرت ابزی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا، کیا آپ کو یاد ہے جب ہم لوگ فلاں دن فلاں فلاں جگہ پر ناپاکی کی حالت میں موجود تھے اور پانی موجود نہیں تھا تو ہم مٹی میں لوٹ پوٹ ہوگئے تھے۔ اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا ذکر آپ ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا: یہ تم دونوں کے لیے کافی ہے۔ یہ حدیث بیان کر کے امام اعمش نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے، پھر انہیں جھاڑا اور پھر چہرے اور دونوں بازوؤں پر پھیر لیا۔ (ابن ابی شیبہ)

مسند عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ میں ہے، آپ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں جنبی ہوگیا اور میں اونٹ پر سوار تھا (حالت سفر میں تھا) تو میں چوپاؤں کی طرح زمین پر لوٹ پوٹ ہوگیا۔ جب میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس بات کی خبر آپ علیہ الصلوۃ والسلام کو دی تو آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا: تمہارے لیے اتنا تیمم ہی کافی ہے۔ (عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ)

حضرت ابوذر رضی اللہُ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے پاس مال غنیمت اکٹھا ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابوذر! اس میں سے آغاز کرو۔ میں نے حضرت ابو بریدہ کی طرف پہل کی۔ پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اے ابوذر! تیری ماں روئے، تیری ماں مر جائے۔ پھر آپ ﷺ نے میرے لیے سیاہ رنگت کی لونڈی منگوائی۔ پھر ایک برتن آیا جس میں پانی تھا جو بھرا ہوا نہیں تھا۔ اس لونڈی نے مجھے ایک کپڑے سے ڈھانپ کر چھپا لیا اور میں نے سواری کی آڑ میں ہو کر غسل کیا، گویا میں نے اپنے اوپر سے پہاڑ ہٹا دیا ہو۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: پاک مٹی مسلمانوں کے وضو کرنے کے لیے ہے اگرچہ دس سال تک ایسا ہو۔ ہاں! جب تمہیں

پانی مل جائے تو اس سے نہالو۔

ایک اور روایت میں ہے کہ میں پانی سے بہت دور تھا اور میرے ساتھ میری اہلیہ بھی تھیں۔ میں ناپاک ہوگیا تو میں نے بغیر طہارت کے ہی نماز پڑھ لی۔ پھر میں نصف النہار کے وقت آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں پہنچا۔ آپ ﷺ اس وقت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جمگھٹ میں جلوہ افروز تھے۔ میں نے سلام عرض کیا۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے سر اٹھایا اور فرمایا: سبحان اللہ! ابوذر؟ میں نے عرض کی، جی ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ناپاک ہو گیا تھا تو میں نے تیمم کر لیا۔ پھر میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کہیں میں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر! مسلمان کا وضو مٹی سے ہی ہو جاتا ہے اگرچہ دس سال تک پانی نہ ملے۔ (ابوداؤد)

پس جب تمہیں پانی مل جائے تو اس سے نہالو۔

اور ایک روایت میں ہے کہ میں مدینہ منورہ میں تھا لیکن وہاں کی آب و ہوا میرے لیے ناسازگار تھی۔ تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے (مدینہ سے باہر) رہائش کے لیے مجھے ساز و سامان اور بھیڑ بکریوں کا ریوڑ دینے کا حکم دیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک پاک صاف مٹی سے مسلمان کا وضو (تیمم) ہو جاتا ہے۔ اور یہ تمہارے لیے کافی ہے اگرچہ تمہیں دس برس تک بھی پانی نہ ملے۔ البتہ! جب پانی مل جائے تو اسے استعمال کرو (نہالو یا وضو کرلو)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ ایک لشکر کی سربراہی کر رہے تھے کہ انہیں جنابت کا سامنا کرنا پڑا اور انہوں نے غسل اس لیے نہیں کیا کہ مبادا وہ بیمار ہو کر فوت ہی نہ ہو جائیں۔ اسی ناپاکی کی حالت میں اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھا دی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اپنے فعل کے متعلق آپ ﷺ کو بتایا اور اپنا عذر پیش کیا تو آپ ﷺ نے انہیں کچھ نہیں کہا اور خاموش رہے۔ (منع نہیں کیا) (عبدالرزاق، خطیب)

ایک روایت میں ہے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس بات کا ذکر آپ ﷺ سے کیا تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے پوچھا: اے عمرو! تم نے ناپاکی کی حالت میں اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھا دی تھی۔ میں نے عرض کی، جی ہاں! ایک انتہائی شدید سرد رات میں مجھے احتلام ہوا۔ مجھے ڈر تھا کہ اگر میں غسل کر لیتا تو (بیمار ہو کر) ہلاک ہو جاتا۔ مجھے اس وقت اللہ تعالٰی کا یہ فرمان یاد آیا: "اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ بے شک اللہ تعالٰی تمہارے ساتھ بہت رحم کرنے والا ہے" تو میں نے تیمم کیا اور نماز پڑھا دی۔ آپ ﷺ مسکرائے اور کچھ بھی نہیں کہا۔ (احمد)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہر نماز کے وقت تیمم کیا جائے گا۔

(ابن ابی شیبہ، مسیب)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک تیمم کے ساتھ ایک نماز ادا کرنا اور دوسری کے لیے دوبارہ تیمم کرنا سُنّت ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: تیمم کرنے والا شخص وضو کرنے والے کی امامت نہ کرے۔

حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم راوی ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: قیدی آزاد شخص کی اور تیمم کرنے والا وضو کرنے والے کی امامت نہ کرے۔

(یہ تینوں روایات دار قطنی نے نقل کی ہیں)

تنبیہہ

اس باب میں تین موضوعات کے متعلق کلام کیا جائے گا:

۱۔ صعید (مٹی) سے مراد کیا ہے۔

۲۔ مٹی، پانی کی ضرورۃ قائم مقام ہے یا مطلق۔

۳۔ تیمم کی کیفیت آیا ایک مرتبہ ہاتھ زمین پر مارا جائے یا دو مرتبہ۔

(ا) جہاں تک پہلے مسئلے کا تعلق ہے تو حضرت امام شافعی علیہ الرحمتہ کے نزدیک مٹی کے علاوہ کسی اور چیز سے تیمم جائز نہیں ہے کیونکہ قرآن میں استعمال ہونے والا لفظ مٹی ہی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ تو مٹی کے علاوہ بقیہ تمام اشیاء اس حکم سے خارج ہو جائیں گی۔ اس لیے اگر کسی ایسے چکنے پتھر پر، جس پر غبار بھی نہ ہو، ہاتھ مار کر کسی عضو کا مسح کر لیا جائے تو کافی نہیں ہوگا۔

الحاوی نامی کتاب میں تحریر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اس سے اپنے چہروں اور بازوؤں کا مسح کرو۔

یہاں "اس سے" مراد "مٹی" ہے اور اس کے لیے من لفظ استعمال ہوا ہے جو تبعیض کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کلام کا تقاضا یہ ہے کہ چہرے پر اور ہاتھوں پر صرف مٹی ہی سے مسح کیا جائے اور اس کو ابتداء پر محمول کرنا ظاہر کے خلاف ہے۔ پس مٹی کے علاوہ جنس زمین سے تعلق رکھنے والی کسی بھی چیز کے ساتھ مسح درست نہ ہوگا مثلاً ریت، چونا اور زرنیخ وغیرہ اور ہر وہ چیز جس پر تراب (مٹی) کا اطلاق ہو سکے۔ اس سے مسح کرنا جائز ہوگا خواہ اس کا تعلق رنگ سے ہو یا کسی نوع سے۔ مثلاً سبز اور وہ رنگ جس کی سفیدی خالص نہ ہو۔ پیلا، کالا اور سُرخ وغیرہ، نیز وہ مٹی جسے دوائی کے طور پر کھایا جائے۔ وہ سفید مٹی جو کھانے سے آدمی پاگل ہو جائے اور رنج (سفید و سیاہ رنگ) وہ رنگ جو اس سے اوپر نمک کے بغیر ثابت نہ ہو۔ اور بطحاء وہ مٹی جو سیلاب کے باعث ہوتی ہے۔ (الحاوی)

پس امام شافعی کے نزدیک مٹی کے علاوہ کسی اور چیز سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔ امام ابویوسف علیہ الرحمتہ سے بھی یہی مروی ہے تاہم آپ ریت کے ساتھ تیمم کے جائز ہونے کے قائل ہیں اور ان کی دلیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔

ایک مرتبہ چند دیہاتی لوگ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی، ہمیں تین چار ماہ تک صحرا میں رہنے کا اتفاق ہوتا ہے۔ ہم میں سے کچھ لوگ جنبی ہو جاتے ہیں۔ حائضہ اور نفاس والی عورتیں بھی ہوتی ہیں اور پانی ہمیں مل نہیں سکتا۔ تو آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم زمین اپنے اوپر لازم کر لو۔

اور ایک روایت میں ہے: تم مٹی خود پر لازم کر لو۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور ایک مرتبہ چہرے کے لیے اور پھر ایک مرتبہ دوبارہ مارا اور اسے اپنے بازوؤں پر کہنیوں تک پھیر لیا۔ (احمد، طبرانی، سعید بن منصور)

امام احمد علیہ الرحمتہ کے مذہب میں روایات میں اختلاف ہے۔ بعض روایات کے مطابق آپ کی رائے امام شافعی علیہ الرحمتہ جیسی ہے اور بعض کے مطابق امام ابویوسف علیہ الرحمتہ جیسی۔ اور ایک تیسری روایت کے مطابق آپ کے نزدیک گچ اور چونے کے ساتھ تیمم کرنا جائز ہے اور اس جیسی دوسری چیزوں کے ساتھ بھی بشرطیکہ مٹی موجود نہ ہو۔

امام ابو حنیفہ، امام محمد اور ایک روایت کے مطابق امام احمد رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک ہر وہ چیز جس کا تعلق جنس زمین سے ہو بشرطیکہ وہ پگھلتی نہ ہو، ڈھلنے والی نہ ہو اور جلنے والی نہ ہو مسح کرنا جائز ہے۔ اسی لیے راکھ کے ساتھ مسح جائز نہیں ہو گا۔

ان کی دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول صحیح بخاری کی وہ حدیث ہے: میرے لیے تمام روئے زمین مسجد اور پاک بنا دی گئی ہے۔

اور یہ حکم مٹی اور دیگر تمام اقسام پر مشتمل ہے۔ نیز قرآن میں استعمال ہونے والا لفظ "صعید" تمام روئے زمین کے لیے استعمال ہوتا ہے خواہ مٹی ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز۔

صاحب کشاف زجاج کا قول نقل کرتے ہیں کہ اس بارے میں مجھے اہل لغت کے کسی اختلاف کا علم نہیں ہے اور ثعلب کہتے ہیں: تمام روئے زمین "صعید" کہلاتا ہے، لہٰذا اگر تیمم کرنے والا چکنے پتھر پر بھی ہاتھ پھیر دے تو جائز ہو گا اگرچہ اس پر کچھ بھی غبار نہ ہو۔ اسی طرح مٹی پر قدرت ہونے کے باوجود غبار کے ساتھ بھی مسح کرنا جائز ہو گا کیونکہ غبار رقیق مٹی ہے۔

اگر آپ یہ کہیں کہ صعید کے معنی روئے زمین ہوتے ہیں، لیکن یہ لفظ

مٹی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ قاموس میں ہے: "صعید" مٹی اور رُوئے زمین کو کہتے ہیں اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں بھی آتا ہے۔ "ہمارے لیے تمام زمین مسجد بنا دی گئی اور اس کی مٹی ہمارے لیے پاک کر دی گئی"۔ (ابن خزیمہ)

اور اس کے علاوہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: "مٹی میرے لیے پاک کر دی گئی ہے"۔ (فتح)

تو ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل کرنا زیادہ مناسب ہے کیونکہ اس حدیث پر عمل کرنے کی صورت میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل ہو جاتا ہے لیکن حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں مٹی کی تخصیص کی گئی ہے اس پر عمل کی صورت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی حدیث پر عمل ممکن نہیں رہتا۔

ہمارے اس جواب سے امام طیبی شافعی کا وہ قول ساقط ہو جاتا ہے جو وہ کہتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث مجمل ہے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مفسر ہے اور مفسر، مجمل کے مقابل ہوتا ہے جبکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی حدیث مطلق ہے اور بعض لوگ تربت کے لفظ کے ساتھ استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تیمم مٹی کے ساتھ مخصوص ہونا ممنوع ہے کیونکہ تربت ہر اس مقام کو کہا جاتا ہے جہاں مٹی موجود ہو اور اس کے علاوہ دوسری انواع بھی۔

سفر السعادۃ کے مصنف کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر جہاں چاہتے نماز ادا فرما لیتے۔ خواہ زمین پتھریلی ہوتی یا مٹی والی یا ریتلی اور اسی طرح ان سے تیمم بھی فرما لیا کرتے تھے اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام مٹی اور ریت میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ "میری امت کے جس شخص کے سامنے نماز کا وقت آ جائے تو اس کی مسجد اور طہارت (وضو، غسل) اس کے نزدیک ہی ہوگی"۔

اس سے صریحاً یہ بات آشکارا ہوتی ہے کہ تمام رُوئے زمین پاک ہے اور اس

میں ریت اور مٹی کی تخصیص نہیں ہے۔

(۲) مٹی، پانی کی ضرورۃ قائم مقام ہے یا مطلق۔

ہمارے نزدیک مٹی مطلق نائب ہے اور اس سے حدث حقیقتاً ختم ہو جاتا ہے کیونکہ شارع نے تطہیر (حصول طہارت) کا سبب دو چیزوں کو قرار دیا ہے۔ پانی کی موجودگی میں وضو اور عدم موجودگی میں تیمم۔ تو وہ حدث اس وقت تک ختم کر دیتا جب تک پانی نہ مل جائے۔

اس سے ایک فروعی مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تیمم کرنے والا شخص اس تیمم سے فرض اور نوافل ادا کر سکتا ہے اور ایک تیمم سے متعدد فرائض بھی ادا کیے جا سکتے ہیں۔ اور (فرض نماز) کا وقت ختم ہونے کے ساتھ ہی یا (فرض نماز کا) وقت شروع ہونے سے پہلے بھی تیمم کر لینے سے تیمم ختم نہیں ہوتا۔

بقیہ تینوں ائمہ حضرات کے نزدیک یہ ضروری بات ہے اور بیمار کے وضو کی طرح اس کے ساتھ بھی نماز صحیح ہوتی ہے، حدث ختم نہیں ہوتا۔ اس لیے ان حضرات کے نزدیک (فرض) نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے ہی تیمم کر لینا جائز نہیں ہے اور ایک ہی تیمم کے ساتھ دو فرض نمازیں ادا نہیں کی جا سکتیں۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو شخص تیمم کرے وہ اس تیمم سے وہ فرض نماز جس کا وقت ہے، قضا نمازیں اور نفل نمازیں ادا کر سکتا ہے لیکن اگلی فرض نماز کے لیے دوبارہ تیمم کرنا پڑے گا۔

نصوص کے ظواہر اور ان کے اطلاق سے ہمارے مذہب کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ یہ بات کسی سے بھی مخفی نہیں ہے اور حضرت ابوذر اور دیگر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی روایت کردہ حدیثوں میں موجود ہے: "پاک مٹی سے مسلمان طہارت حاصل کر سکتا ہے"۔

اور بعض روایات میں ہے: "مسلمان کا وضو ہے۔" ان میں مٹی کی طہوریت کی طرف بطور مبالغے کے اشارہ موجود ہے۔

(۳) تیسرا مسئلہ۔

اس بارے میں اختلاف ہے کہ تیمم کرتے وقت زمین پر ایک مرتبہ ہاتھ مارا جائے یا دو مرتبہ۔ اس بارے میں کلام بہت طویل ہے۔

تیمم کی کیفیت میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ اکثر کے نزدیک دو مرتبہ زمین پر ہاتھ مارا جائے گا ایک مرتبہ چہرے کے لیے اور دوسری مرتبہ دونوں بازوؤں کے لیے کہنیوں تک۔ امام ابوحنیفہ، صاحبین، امام مالک اور امام شافعی کا مشہور مختار اور محفوظ مذہب یہی ہے اور امام احمد کے بعض شاگردوں کی بھی یہی رائے ہے اور حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت حسن بصری، امام شعبی، سالم بن عبداللہ بن عمر اور سفیان ثوری رضوان اللہ علیہم کا فتویٰ بھی اسی کے مطابق ہے۔

امام دارقطنی اور حاکم حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "تیمم کی دو ضربیں ہیں، ایک چہرے کے لیے اور ایک کہنیوں تک کلائیوں کے لیے"۔ (دارقطنی، مستدرک)

اس کے علاوہ اس بارے میں اور بھی بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ طبرانی نے اسے حضرت ابن عمر اور ابوامامہ، حاکم نے ابن عمر، امام احمد نے عمار بن یاسر رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

امام ابوداؤد، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ دو ضربوں کے ساتھ مسح کیا کرتے تھے اس وقت جب وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتے تھے۔

جیسا کہ کتاب میں مذکور حدیث میں بیان ہوا ہے۔

تاہم اس میں کندھوں اور بغلوں کا ذکر کیا ہے اور اس کی تاویل یہ ہے کہ وہ دیکھا کرتے تھے کہ تیمم میں غایت کو ذکر نہ کیا جائے جیسا کہ وضو میں کہنیوں تک ہے اور وہ یہ لحاظ نہیں کرتے تھے کہ یہ وضو کا نائب ہے۔

بعض حضرات کی رائے میں ایک ہی ضرب کے ساتھ تیمم ہو جاتا ہے اور وہ ہاتھ، چہرے اور بازوؤں پر پھیر لے۔ امام احمد بن حنبل کا مشہور اور امام شافعی کا قدیم مذہب یہی ہے۔ یہی قول حضرت عطاء الخراسانی، مکحول شامی، اوزاعی، اسحاق بن

راہویہ' ابن جریر' ابن خزیمہ اور ابن منذر سے منقول ہے اور امام مالک سے منقول ہے اور آخری محدثین سے بھی۔

ان کی دلیل حضرت عمار بن یاسر سے منقول متفق علیہ حدیث ہے جس میں آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: تمہارے لیے یہی کافی ہے۔ پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے' پھر ان پر پھونک ماری' پھر ان دونوں کو چہرے اور بازوؤں پر پھیر لیا۔ (یہ بخاری شریف کے الفاظ ہیں)

اور مسلم کے الفاظ کے مطابق آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: "تمہارے لیے یہی کافی ہے کہ تم اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارو۔ پھر ان پر پھونک مارو اور انہیں چہرے اور بازوؤں پر پھیر لو"۔

بعض روایات میں "و" کے ساتھ چہرے کا ذکر پہلے کیا گیا ہے۔اور بعض اس کے برعکس ہیں اور بعض میں "ثم" کے لفظ کے ساتھ بازوؤں کو چہرے سے پہلے ذکر کیا گیا ہے۔

اس سے یہ بات بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ تیمم میں ترتیب شرط نہیں ہے۔

امام نووی علیہ الرحمہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ آپ ﷺ کا مقصود وہاں ضرب کی صورت میں بیان کر کے عمار رضی اللہ عنہ کو سکھلانا تھا اور دکھانا تھا کہ زمین پر اس طرح ہاتھ مارنا ہے اور زمین پر لوٹ پوٹ نہیں ہونا چاہیے جیسا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ ہوئے تھے۔ تیمم کی کیفیت بیان کرنا مقصود نہیں ہے۔

حاصل کلام یہ کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے انہیں ملنے والی ضرب کی تعلیم' جو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے انہیں دی' کو روایت کیا ہے اور ابوداؤد اور دیگر محدثین کی بیان کردہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے منقول دیگر روایات میں یہ نص موجود ہے کہ تیمم دو ضربوں کے ساتھ ہوتا ہے اور اس حدیث کے بعض طرق میں صریحاً یہ ذکر نہیں ہے کہ ایک مرتبہ ہاتھ مارا بلکہ اس میں صرف یہ بتایا ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے' پھر ان پر پھونک مار کر انہیں چہرے اور بازوؤں پر پھیر لیا اور یہ مطلق ہونے کے باعث اس

بات کا احتمال رکھتا ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو مرتبہ زمین پر ہاتھ مارا ہو۔

اور بخاری و مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے چہرے اور دونوں ہاتھوں کا مسح کیا۔ یہ حضرات اسے ایک مرتبہ مسح کرنے پر محمول کرتے نہ کہ ایک مرتبہ زمین پر ہاتھ مارنے پر، جیسا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے کندھوں اور بغلوں تک مسح فرمایا۔

امام بخاری علیہ الرحمتہ کا مذہب دوسرا ہے اور یہ ایک ضرب کے قائلین کے جواب میں ہے نہ کہ دو ضربوں کے۔

جہاں تک دونوں پہونچوں کے ذکر اور ان پر مسح کا تعلق ہے تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ آپ کا مقصد صرف ہاتھ مارنے کی تعلیم دینا تھا نہ کہ مکمل تیمم کے بارے میں بتانا مقصود تھا۔ اسی لیے آپ نے پہونچوں کا ذکر کرنے پر اکتفا کیا کیونکہ اس سے ضرب کی تعلیم مکمل ہو جاتی ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ دیگر احادیث میں کلائیوں کا ذکر صرف کہنیوں تک کیا گیا ہے کیونکہ وہاں مقصود مکمل تیمم کی تعلیم دینا تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں ہاتھ بول کر بازو مراد لیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں بازو بول کر ہاتھ مراد لیا گیا ہے۔ فرمان الٰہی ہے: "اور چوری کرنے والے اور چوری کرنے والی کے بازو (ہاتھ) کاٹ دو"۔

کیونکہ ان دونوں الفاظ کے درمیان نہایت قریبی تعلق پایا جاتا ہے۔

بندۂ فقیر، اللہ اس کے حال پر اپنا رحم فرمائے، یہ کہتا ہے کہ بعض محدثین نے دوسرے مذہب (صرف ایک مرتبہ زمین پر ہاتھ مار کے چہرے اور ہاتھوں پر مسح کر لینے) کی تائید میں غیر معمولی مبالغے سے کام لیا ہے۔ یہاں تک کہ "سفر السعادۃ" کے مصنف لکھتے ہیں کہ ایک بھی صحیح حدیث سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ آپ ﷺ نے تیمم کے لیے دو مرتبہ زمین پر ہاتھ مارا ہو اور اس کو چہرے اور دونوں بازوؤں پر پھیر لیا۔ اس کی مخالفت میں نقل ہونے والی جملہ احادیث ضعیف ہیں۔

البحر العلام امام کمال الدین ابن ہمام دو مرتبہ زمین پر ہاتھ مارنے والی حدیثوں پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ دو ضربوں والی حدیث کو امام ابو عبداللہ حاکم

نیشاپوری نے صحیح قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہیں تاہم امام بخاری و مسلم نے اسے نقل نہیں کیا۔

امام دار قطنی فرماتے ہیں' اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

شیخ ابن حجر عسقلانی بھی بخاری شریف کی شرح میں دوسرے مذہب کو ترجیح دیتے ہیں اور اس کے لیے جزم کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ آپ چہرے اور ہتھیلیوں پر تیمم کرنے کے باب میں تحریر فرماتے ہیں: اس کے خلاف مشہور ہونے کے باوجود اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی دلیل قوی ہے کیونکہ تیمم کے طریقے کے بیان میں صرف دو حدیثیں صحیح نقل کی گئی ہیں۔ ایک حضرت ابو جہیم کی اور دوسری جناب عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی۔

جہاں تک حضرت ابو جہیم رضی اللہ عنہ کی حدیث کا تعلق ہے تو وہ "ہاتھوں" کے لفظ کے استعمال کے باعث مجمل ہے۔ باقی رہی حضرت عمار رضی اللہ عنہ والی حدیث تو صحیحین کی روایت کے مطابق اس میں دونوں ہتھیلیوں کا ذکر ہے اور سنن کی روایت کے مطابق کہنیوں تک کا ذکر ہے۔ اور اسی طرح نصف بازو کا بھی ہے' لہٰذا اس میں جرح کی گنجائش موجود ہے۔ جہاں بغلوں والی روایت کا تعلق ہے تو امام شافعی وغیرہ فرماتے ہیں کہ اگر تو آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے حکم سے ایسا کیا تھا تو اس واقع پر پائے جانے والے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے تیمم کی روایت اس کے لیے ناسخ تصور کی جائے گی۔ اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے بغیر ایسا کیا تھا تو جو اس کو لازم قرار دے اس کے لیے دلیل پیش کرنا لازم ہے۔ اور چہرے اور ہتھیلیوں پر اکتفا کرنے والی صحیحین کی روایت کو جو چیز تقویت پہنچاتی ہے وہ یہ ہے کہ خود حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے وصال کے بعد اس کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے اور حدیث کا راوی حدیث کی مراد کو دوسروں کے مقابلے میں زیادہ بہتر طریقے سے سمجھتا ہے' خصوصاً اس صورت میں جب وہ ایک مجتہد صحابی بھی ہو۔ اور یہی بات صحیحین کی ایک ضرب والی اور دیگر کتابوں کی دو ضربوں والی روایات کے متعلق کہی جائے گی۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ جہاں تک امام نووی علیہ الرحمتہ کے اس قول کا تعلق ہے کہ اس حدیث میں بنیادی مقصد صرف ہاتھ مارنے کے طریقے کی تعلیم دینا ہے نہ کہ تیمم کرنے کا مکمل طریقہ سکھانا، اس قول پر تعاقب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس واقعہ کا سیاق اس بات کی طرف ہماری رہنمائی کرتا ہے یہاں مراد مکمل تیمم کی تعلیم دینا ہے اور یہ بات آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے ان آخری الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے "ایسا کرلینا تمہارے لیے کافی ہوگا"۔

اور جو حضرات وضو میں کہنیوں کے دھونے پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ تیمم میں بھی کہنیوں تک مسح کرنا شرط ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نص کے مقابلے میں قیاس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور جو حضرات کہنیوں کے شرط نہ ہونے کے قائل ہیں وہ اس کا یہ جواب بھی دے سکتے ہیں کہ آیت سرقہ میں ہاتھ کے لیے لفظ "ایدیھما" استعمال ہوا ہے اور اس میں کوئی قید نہیں ہے کہ کہاں سے ہاتھ کاٹا جائے یا پھر پورا بازو کاٹ لیا جائے۔ تاہم نص کی موجودگی میں کسی اور دلیل کی حاجت باقی نہیں رہتی۔

اگر آپ یہ کہیں کہ آپ نے جو مذہب کی توجیہ بیان کی ہے اس کے مطابق کہنیاں اس میں شامل ہیں، کیا آپ کے پاس کوئی ایسی دلیل ہے جو اس کو مزید تقویت پہنچائے تو ہم کہیں گے جی ہاں! اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس میں کوئی شک نہیں کہ اس باب میں احادیث ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ بعض میں دو مرتبہ زمین پر ہاتھ مارنے کا ذکر ہے، بعض میں ایک مرتبہ اور بعض میں صرف مارنے کا۔ بعض میں دونوں ہتھیلیوں کا ذکر ہے، بعض میں کہنیوں تک کا ذکر ہے اور بعض میں مطلقاً بازوؤں کا۔

ان احادیث پر جن میں دو مرتبہ زمین پر ہاتھ مارنے اور دونوں بازوؤں پر کہنیوں تک مسح کرنے کا حکم ہے ان پر عمل کرنا زیادہ مناسب ہے کیونکہ ان پر عمل کی صورت میں دونوں طرح کی حدیثوں پر عمل ہو جائے گا کیونکہ دو مرتبہ زمین پر ہاتھ مارنے کی صورت میں ایک مرتبہ مارنے والی حدیث پر عمل خودبخود ہو جائے گا۔

اسی طرح کہنیوں تک مسح کی صورت میں محض ہتھیلیوں پر مسح کرنے والی احادیث پر بھی خود بخود عمل ہو جائے گا لیکن اس کا الٹ کرنے سے ایسا ممکن نہیں ہو گا۔

دوسری بات یہ کہ تیمم ناقض طہارت ہے' لہٰذا اس میں کہنیوں تک مسح ہونا چاہیے اور چہرے اور ہاتھوں کے لیے ایک ایک ضرب ہونا چاہیے۔ تو یہ زیادہ اولیٰ اور احسن اور احتیاط کے زیادہ قریب ہو گا۔ یہاں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ بغلوں تک تیمم کرنا احتیاط کے زیادہ قریب ہو گا' لہٰذا اس روایت پر عمل کرنا چاہیے۔ ہم یہ جواب دیں گے کہ بغلوں والی حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ شرح السنہ میں نقل ہونے والی حضرت ابوجہیم کی حدیث میں کہنیوں تک کا ذکر ہے اور مصنف شرح السنہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور بغلیں بھی کہنیوں میں داخل ہوں گی جبکہ متفق علیہ حدیث اس کی تائید کرتی ہے۔

اگر آپ یہ کہیں کہ تم نے ایک مرتبہ ہاتھ مارنا اور دونوں ہاتھوں پر مسح کرنا فرض اور اس پر اضافہ سُنّت قرار کیوں نہیں دیا تاکہ زیادہ مناسب طور پر تیمم کی تکمیل ہو جاتی جیسے وضو میں ایک مرتبہ دھونا فرض اور دو یا تین مرتبہ سُنّت ہے اور جیسے وضو میں مکمل سر کا مسح کرنا سُنّت ہے؟

ہم جواب میں یہ کہیں گے کہ آپ ﷺ سے وضو میں دونوں امور کا ارتکاب (ایک مرتبہ بھی اور دو یا تین مرتبہ بھی) ولاً فعلاً مروی اور ثابت ہے' لہٰذا وضو میں دونوں صورتوں کے جواز کے لیے نص موجود ہے اور بلاشبہ جو چیز یقینی طور پر ثابت ہو فقہاء صرف اسی کو فرض اور اس پر زیادتی کو سُنّت قرار دیتے ہیں۔ جبکہ تیمم کے بارے میں احادیث ایک دوسرے کے معارض ہیں۔ ہمارے سامنے صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ ایک روایت کو دوسری پر ترجیح دی جائے اور ترجیح کی صورت ایسی ہو جس میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ مقابل حدیث پر بھی جہاں تک ممکن ہو عمل ہو سکے۔

وضو، تیمم کی اصل ہے۔ کہنیوں تک مسح کے بارے میں ہم تیمم کو وضو پر اس لیے قیاس کرتے ہیں تاکہ کہنیوں تک مسح والی حدیث کو ترجیح دے سکیں نہ کہ

ہمارا مقصد محض نص کے مقابلے میں قیاس کرنا ہوتا ہے اور حنفی مذہب میں جہاں کہیں بھی عقلی دلائل دیئے جاتے ہیں تو ان کا مقصد بھی اپنے موقف کے موید نقلی دلائل کی ترجیح بیان کرنا ہوتا ہے اور ہمارے مخالف یہ سمجھتے ہیں کہ شاید ہم حدیث کے مقابلے میں قیاس استعمال کر رہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تیمم میں ہاتھوں پر مسح کے مسئلہ کو چوری کی حد پر قیاس کرنے کے مقابلے میں وضو پر قیاس کرنا زیادہ مناسب اور اقرب الی الصواب ہے۔

یہاں آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ جناب تعارض کی بات تو آپ اس وقت کریں جب تمام احادیث یکساں مرتبہ و مقام کی حامل ہوں۔ حالانکہ محدثین نے کہا ہے، دو ضربوں اور کہنیوں تک مسح والی احادیث صحیح نہیں ہیں۔

ہم اس کا جواب یہ دیں گے، محدثین کا یہ کہنا محل نظر ہے کہ یہ احادیث صحیح نہیں ہیں جیسا کہ پچھلے صفحات میں امام المحدثین ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری اور دارقطنی کے حوالے نقل کر چکے ہیں۔ پھر یہ ہے کہ ان احادیث کی صحت اور عدم صحت کا فیصلہ ان ائمہ کے زمانے کے اعتبار سے ہونا چاہیے جو ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں کیونکہ اس بات کا احتمال موجود ہے کہ ان ائمہ کے زمانے کے بعد کے زمانے کے راویوں کی بدولت ان احادیث میں ضعف اور کمزوری پیدا ہوئی ہو اور ان کے بھی بعد آنے والے محدثین نے ان کی کمزوری کے باعث انہیں صحاح میں شامل کرنے کی بجائے سنن میں ذکر کر دیا ہو۔ تو اس سے تو یہ بات آشکارا ہوتی ہے کہ یہ لازم نہیں کہ متاخرین کے زمانے میں جو حدیث ضعیف ہے وہ متقدمین کے زمانے میں بھی ضعیف ہو۔

ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی حدیث ان متقدمین اہل علم کے نزدیک صحیح ہو، ان راویوں کے قوی ہونے کی بدولت جن کے توسط سے یہ حدیث ان تک پہنچی اور ان کے بعد میں آنے والے راویوں میں سے کسی کے ضعف کے باعث بعد میں وہ حدیث ضعیف ہو گئی ہو۔ مثلاً:

امام اعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے زمانے میں اگر راوی تابعی ہے تو قوت و

ضعف کا مدار صرف اس کی ذات پر ہے یا پھر دو یا تین ہوں گے۔ اور وہ یقیناً ثقہ اور اہل ضبط و اتقان ہوں گے اور پھر اس حدیث کو ان کے بعد روایت کرنے والوں میں بہت سے ایسے لوگ ہوں گے جو اس صلاحیت کے مالک نہیں ہوں گے تو وہ بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ جیسے جلیل القدر محدثین کے نزدیک حدیث کے ضعف کا باعث بنے ہوں گے لیکن بعد میں آنے والوں کے اس ضعف سے امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے استدلال کی قوت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ آپ غور کریں یہ بہت ہی نادر نکتہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس بندۂ مسکین پر القا ہوا تاکہ ان کا رد کیا جا سکے جو ہمارے ائمہ کی موید احادیث کے بارے میں کلام کرتے ہیں۔

غسل مسنون کاباب

فصلِ اوّل

جمعہ کے غسل کابیان

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ہر محتلم (بالغ) شخص پر جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے۔
ایک اور روایت کے مطابق: ہر مسلمان پر جمعہ کے دن کا غسل واجب ہے۔
ایک اور روایت کے مطابق: جمعہ کے دن غسل کرنا، مسواک کرنا اور اگر مل جائے تو خُوشبو لگانا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جہاں تک غسل کا تعلق ہے تو وہ واجب ہے باقی رہا مسواک اور خُوشبو لگانا تو اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ واجب ہے یا نہیں، لیکن حدیث میں اسی طرح مذکور ہے۔ (بخاری)
نیز فرمایا: جمعہ کے دن کا غسل ہر بالغ شخص پر اور مسواک اور خُوشبو اس پر جسے میسر ہو۔

ایک اور روایت کے مطابق فرمایا: خُوشبو لگانا، خواہ عورتوں کی خُوشبو ہو۔

(موطا، ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غسل جنابت کی طرح جمعہ کے دن کا غسل بھی ہر بالغ شخص پر واجب ہے۔ (موطا)

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمانوں پر لازم ہے کہ جمعہ کے دن غسل کریں اور خوشبو استعمال کریں اور اگر خوشبو میسر نہ ہو تو وہ پانی ہی ان کے لیے خوشبو کی طرح ہے۔ (ترمذی)

ابن سیاق سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ جمعہ کے دن آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے آج کے دن کو عید قرار دیا ہے۔ پس تم غسل کیا کرو اور اگر کسی کے پاس خوشبو ہو تو اسے لگا لینے میں بھی کوئی حرج نہیں اور مسواک لازماً کیا کرو۔ (موطا)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے خطبہ میں ارشاد فرمایا: جمعے کے روز غسل کیا کرو۔ (بخاری، مسلم، موطا، ترمذی، نسائی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جمعے کے دن خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اس دوران ایک شخص مسجد میں داخل ہوا جو صحابہ کرام کی اس جماعت کا فرد تھا جو مہاجرین اولین کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ (ایک اور روایت کے مطابق) وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: یہ کونسا وقت ہے؟ تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ایک اہم کام کی مشغولیت کے باعث میں گھر نہیں جا سکا یہاں تک کہ اذان کی آواز سنی اور وضو کر کے یہیں آ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: وضو بھی کیا ہے حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں (جمعے کے دن) غسل کرنے کا حکم دیا ہے۔ (بخاری، مسلم)

امام ابوداؤد کی روایت کے مطابق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک بار خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ناگاہ ایک شخص داخل ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تم نماز سے لیٹ ہوئے ہو۔

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ اہل عراق کا ایک گروہ آیا اور حضرت

عبداللہ بن عباس کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: الی آخرہ۔

(مشکوٰۃ ابوداؤد، بخاری، مسلم، نسائی)

حضرت یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا تھا: اے علی! تم کام کاج کے لباس کے علاوہ جمعہ کے دن دوسرا لباس پہنا کرو۔ (موطا)

تنبیہہ

جمعہ کے دن غسل کے بارے میں یہ اختلاف ہے۔ اکثر کی رائے یہ ہے کہ یہ سُنّت اور مستحب ہے۔ ہمارا، امام شافعی اور امام احمد کا مختار مذہب یہی ہے۔

امام مالک کے نزدیک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کے نزدیک یہ واجب ہے کیونکہ اس بارے میں حکم امر کے صیغہ کے ساتھ منقول ہے بلکہ وجوب کا لفظ صریحاً منقول ہے جیسا کہ ہم نے احادیث وغیرہ ذکر کی ہیں۔ لیکن استحباب کے قائلین کا کہنا ہے کہ جس طرح احادیث میں ظاہراً وجوب کا لفظ استعمال ہوا ہے، اسی طرح ایسی احادیث بھی منقول ہیں کہ جن میں صرف وضو کا ذکر ہوا ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جمعہ کے دن غسل کرنے کا حکم دینا وجوب کی بجائے اختیار کے اعتبار سے ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ صرف وضو بھی کر سکتے ہیں۔ یہ بات تو طے ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے روز غسل کا حکم دیا ہے تو اگر آپ کے حکم کو اختیار کی بجائے وجوب پر محمول کیا جائے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات سن کر خاموش نہ رہتے بلکہ انہیں کہتے کہ جاؤ اور غسل کر کے آؤ اور پھر حضرت عثمان پر بھی یہ بات مخفی نہیں ہونی چاہیے تھی بالخصوص جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں تنبیہہ بھی کر دی ہو۔

امام ترمذی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، حضور علیہ

الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن وضو کرے (اسے چاہیے) کہ اچھی طرح سے وضو کرے اور پھر نماز جمعہ کے لیے آئے۔ (ترمذی)

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

امام محمد فرماتے ہیں: جمعہ کے دن غسل کرنا افضل ہے اور اس بارے میں بہت سی روایات منقول ہیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ بعض روایات میں نقل شدہ صیغہ امر یا لفظ وجوب بطور تاکید اور مبالغہ ندب اور استحباب کے معنی میں ہے۔

بالجملہ! یہ کہ فقہاء نے جمعہ کے دن غسل کرنے کے مستحب اور سنّت ہونے کے تین طرح سے قائل ہیں:

(۱) ابتداء میں یہ واجب تھا جیسا کہ بعض روایات میں وجوب کا ذکر ہوا ہے اور پھر وجوب کا حکم منسوخ ہو گیا۔ ان روایات کے ساتھ جن سے استحباب ثابت ہوتا ہے۔ لیکن محض احتمال کی بنیاد پر نسخ کا دعویٰ کرنا مناسب نہیں ہے خصوصاً جب یہ بھی معلوم نہ ہو کہ کونسی روایت پہلے کی ہے۔

(۲) علت کے ختم ہونے کے باعث حکم بھی باقی نہ رہا جیسا کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی روایت، جو سنن ابوداؤد میں منقول ہے، سے ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ مال غنیمت میں مولفۃ القلوب کے حصے کا حکم ہے۔

(۳) تیسرا یہ کہ امر کے صیغے کو مندوب اور وجوب کے لفظ کو ثبوت پر محمول کیا جائے یا پھر تاکید پر محمول کیا جائے تاکہ دونوں طرح کی احادیث میں تطبیق پیدا ہو جائے اور یہ دلیل زیادہ قوی اور مناسب ہے۔

میت کو غسل دینے کے بعد غسل کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: جو شخص میت کو غسل دے اسے چاہیے کہ وہ غسل کر لے۔

(ابوداؤد)

جو میت کو غسل دے وہ غسل کرے اور جو جنازے کو کندھا دے وہ وضو کرے۔

(ترمذی)

حضرت ناجیہ بن کعب سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ابوطالب وفات پا گئے تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی، آپ کا بوڑھا گمراہ چچا انتقال کر گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور اپنے باپ کو دفن کر دو اور دوبارہ واپس میرے پاس آنے تک کسی سے کوئی بات نہ کرنا۔ میں انہیں دفن کرنے کے بعد جب حاضر خدمت ہوا تو آپ ﷺ نے مجھے غسل کرنے کا حکم دیا۔ میں نے غسل کیا تو آپ ﷺ نے مجھے دُعا سے نوازا۔

(ابوداؤد)

ایک اور روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ خدمتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی، ابوطالب وفات پا گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور انہیں دفن کر دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی، وہ تو حالت شرک میں فوت ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: جاؤ اور انہیں دفن کر

دو۔ پس جب میں انہیں دفن کر کے واپس لوٹا تو آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ غسل کرو۔
(نسائی)

ایک اور روایت کے مطابق فرماتے ہیں: میں نے عرض کی، آپ کے بوڑھے گمراہ چچا انتقال کر گئے ہیں، انہیں کون دفنائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور اپنے باپ کو دفن کر دو اور میرے پاس واپس آنے تک کسی سے کوئی بات نہ کرنا۔ جب میں واپس آیا تو آپ ﷺ نے مجھے غسل کا حکم دیا اور میرے لیے دعا فرمائی۔ پھر آپ نے اس دُعا کا ذکر کیا۔ (راوی کہتے ہیں) وہ دعا مجھے یاد نہیں رہی۔
(نسائی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سعید بن زید کے دو بیٹے انتقال کر گئے۔ آپ نے ان کے جنازے کو کندھا دیا، پھر مسجد میں داخل ہو کر دوبارہ وضو کیے بغیر نماز ادا کی۔
(موطا)

عبد بن ابوبکر سے روایت ہے کہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں، انہی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غسل دیا، جب ان کا انتقال ہوا پھر آپ نے وہاں موجود مہاجرین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے سوال کیا کہ میں روزہ دار ہوں اور آج شدید سردی بھی ہے، کیا مجھ پر غسل کرنا لازم ہے؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں۔
(موطا)

حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ اسلام قبول کر لوں۔ آپ نے مجھے پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ غسل کرنے کا حکم دیا۔
(ابوداؤد)

اور امام ترمذی اور نسائی کی روایت کے مطابق آپ کے اسلام لانے کے بعد حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے انہیں حکم دیا۔
(ترمذی، نسائی)

ایک صحابی فرماتے ہیں: جب میں نے اسلام قبول کیا تو آپ نے مجھے حکم دیا (زمانہ) کفر کے بال اپنے آپ سے جدا کر لو۔ تو میں نے سر منڈوا لیا اور مجھے ایک اور شخص نے بتایا کہ آپ ﷺ نے اس کے ایک ساتھی کو سر منڈوانے اور ختنہ کرنے

کا حکم دیا۔ (ابوداؤد)

زیادہ صحیح یہ ہے کہ انہیں پہلے کلمہ شہادت پڑھایا گیا ہوگا اور پھر غسل کا حکم دیا گیا ہو۔ اس مسئلے میں بھی اختلاف ہے کہ یہ غسل کرنا واجب ہے یا مستحب۔ مستحب کا قول زیادہ مناسب ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر وہ جنبی ہو تو غسل کرنا واجب ہے ورنہ مستحب ہے۔ اور غسل میں پانی کے ساتھ بیری کے پتوں کے استعمال کے مستحب ہونے پر علماء کا اتفاق ہے۔ چونکہ اس سے زیادہ پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ زیادہ مستحب یہ ہے کہ انسان غسل کرے، اپنے کپڑے دھوئے، سر منڈوائے اور ختنہ کرے۔

تنبیہہ

صاحب مشکوٰۃ کی ذکر کردہ روایات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مسنون غسل کی چار صورتیں ہیں: جمعہ کے روز غسل کرنا، میت کو غسل دینے کے بعد غسل کرنا، پچھنے لگوانے کے بعد غسل کرنا، اسلام قبول کرنے پر غسل کرنا۔

اور یہاں عرفہ کے دن غسل کرنے کا انہوں نے ذکر نہیں کیا اور مناسک حج کے بارے میں وارد شدہ احادیث میں ہمارے علم کے مطابق محدثین نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا، حالانکہ فقہاء نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح صاحب مشکوٰۃ نے احرام باندھتے وقت غسل کرنے کا بھی ذکر نہیں کیا، حالانکہ اس بارے میں احادیث موجود ہیں۔ گویا انہوں نے ان کو صرف ان کے مقام پر ذکر کیا ہے لیکن یہاں انہوں نے غسل جمعہ کو بھی ساتھ میں اس باب میں ذکر کر دیا ہے۔

ہدایہ میں مذکور ہے: جمعہ، عیدین، عرفہ کے دن اور احرام کے لیے غسل کرنا سُنّت ہے۔ پھر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چار موقعوں پر غسل کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ میت کو غسل دیتے اور پھر اس کے بعد خود غسل فرماتے۔ کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب ہے کہ نبی

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال میں میت کو غسل دینے والے شخص کو غسل کرنا چاہیے یا آپ اسے غسل کرنے کا حکم دیتے تھے کیونکہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے خود کبھی بھی کسی میت کو غسل نہیں دیا۔

صاحب الازہار فرماتے ہیں: پہلے معنی الفاظ سے زیادہ قریب ہیں۔ ان کے بیان کا سبب یہ ہے کہ "الحاوی" کے مصنف نے امام شافعی سے نقل کیا ہے۔

میت کو غسل دینا سُنّت ہے کیونکہ آپ ﷺ نے خود اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے اصحاب نے ایسا کیا ہے۔ حالانکہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

میت کو نہلانے کے بعد غسل واجب نہیں ہے اور میت کو اٹھانے سے مراد اسے چھونا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کو چھونے سے وضو کے لزوم کا مطلب یہ ہے کہ نماز جنازہ پڑھنا ممکن ہو اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اٹھانے سے مراد مطلقاً اٹھانا ہی ہو۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت علی، حضرت عائشہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے احادیث مروی ہیں جو اصطلاح حدیث کے اعتبار سے حسن کے درجے میں ہیں۔ نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوف روایت بھی نقل کی گئی ہے۔

جو شخص میت کو غسل دے اس کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے بعض اہل علم کی یہ رائے ہے: جب کوئی شخص میت کو غسل دے دے تو اس پر خود غسل کرنا لازم ہے اور بعض نے کہا کہ اس پر وضو کرنا لازم ہے۔

امام مالک فرماتے ہیں: میرے خیال میں جو شخص میت کو غسل دے اس کے لیے غسل کرنا مستحب ہے، واجب نہیں ہے۔ اسی طرح امام شافعی فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں میت کو غسل دینے والے شخص پر غسل واجب ہونا تو نہیں چاہیے۔ جہاں تک وضو کا تعلق ہے تو اس بارے میں قلیل روایتیں آئی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ وضو کرنا لازم ہے۔ عبدالمبارک سے منقول ہے کہ میت کو غسل

دینے سے نہ تو غسل لازم ہوتا ہے اور نہ وضو لازم ہوتا ہے۔

بندۂ مسکین کا خیال ہے کہ ہمارے علمائے احناف میں بھی اسی طرح کا اختلاف اور اتفاق ہے جسے امام ترمذی نے بیان نہیں کیا کیونکہ ان کی عادت ہے کہ وہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب ذکر نہیں کرتے۔

پھر آپ یہ بھی یاد رکھیں کہ انہوں نے عیدین پر غسل کا ذکر نہیں کیا حالانکہ یہ بھی بعض ائمہ کے نزدیک مندوب اور بعض کے نزدیک مسنون ہے کیونکہ محدثین کے نزدیک اس بارے میں کوئی بھی صحیح حدیث وارد نہیں ہوئی اور نہ ہی انہوں نے عیدین کے باب میں اس بارے میں کوئی حدیث نقل کی ہے۔

جامع الاصول میں کتب صحاح ستہ کے حوالے سے صرف دو روایات نقل کی گئی ہیں جن پر محدثین نے ضعف کا حکم لگایا ہے۔

ان میں سے ایک روایت وہ ہے جسے ابن ماجہ نے اپنی سنن میں، طبرانی نے معجم میں، براء نے اپنی مسند میں، حضرت فاکہ بن سعد سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں: آپ ﷺ عید الفطر کے دن، عید الاضحیٰ کے دن اور یوم عرفہ کے دن غسل کیا کرتے تھے۔

حضرت فاکہ بن سعد صحابی ہیں اور ان کی صحابیت خبر مشہور کی طرح ثابت ہے، تاہم اس کے علاوہ ان سے کوئی اور روایت منقول نہیں ہے۔

امام ابن ہمام کہتے ہیں، یہ حدیث ضعیف ہے۔ امام نووی اور دیگر حضرات کا بھی یہی خیال ہے۔ کتاب الحرقی کی شرح میں یہ حدیث مذکور ہے اور یہ بھی منقول ہے کہ حضرت فاکہ بن سعد اپنے اہلِ خانہ کو ان ایام میں غسل کا حکم دیا کرتے تھے۔

(زوائد مسند احمد، ابن ماجہ)

دوسری روایت وہ ہے جسے امام جلال الدین السیوطی نے جمع الجوامع میں امام شعبی کی سند کے ساتھ نقل کیا۔ حضرت زیاد بن عیاض الاشعری نے ایک قوم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ہر وہ کام جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا وہ تم بھی کرتے ہو سوائے ایک کام کے۔ وہ یہ کہ تم لوگ عیدین کے

دن غسل نہیں کرتے۔

(ابن منزہ، ابن عساکر)

جامع الاصول میں موطا کے حوالے سے منقول ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عیدالفطر کے دن غسل کیا کرتے تھے۔ نماز عید کی ادائیگی کے لیے جانے سے پہلے۔

محدثین کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید متابعت اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

حیض کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل کی عورتیں اور مرد ایک ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے تو ان کی عورت بعض اوقات مرد سے آگے نکل جاتی تو ان پر حیض طاری کر دیا گیا اور انہیں مسجد میں جانے سے روک دیا گیا۔ (عبدالرزاق)

انہی سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: یہ چیز اللہ نے سب سے پہلے آدم کی بیٹیوں کا مقدر کی تھی۔ (بخاری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے میں وامراتہ قائمہ فضحکت میں ضحکت سے مراد حاضت (وہ حائضہ ہو گئی) ہے۔ (طبرانی)

انہی سے مروی ہے کہ حیض کی ابتداء سیدہ حوا سے ان کے جنت سے زمین پر اترنے کے بعد ہوئی۔ (الحاکم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ مجھے میرے دوست جبریل علیہ السلام نے بتایا ہے، جب حضرت حوا زمین پر آ گئیں تو انہیں حیض آنا شروع ہوا تو انہوں نے اپنے پروردگار سے دعا کی، اے میرے رب! مجھے ایسا خون آتا ہے جس کے متعلق میں نہیں جانتی۔ تو انہیں جواب ملا کہ اس میں تمہیں اور تمہاری بیٹیوں کو مبتلا کیا جائے گا اور یہ تمہارے لیے کفارہ

اور پاکیزگی ہوگی۔ (الافراد از دار قطنی، دیلمی)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ ہم میں سے جب کوئی (زوجہ محترمہ) حالتِ حیض میں ہوتیں اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام ان سے مباشرت کا ارادہ کرتے تو انہیں حکم دیتے کہ وہ تہبند اچھی طرح حیض کی جگہ پر باندھ لیں۔ پھر آپ علیہ الصلوۃ والسلام ان سے مباشرت کرتے۔ اور تم میں سے کون رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مقابلے میں اپنی خواہش پر زیادہ اختیار رکھتا ہے۔ آپ مجھے حکم دیتے تو میں مضبوطی سے تہبند لپیٹ لیتی۔ اور حالتِ حیض کے باوجود آپ علیہ الصلوۃ والسلام مجھ سے مباشرت کرتے۔ اور بعض اوقات آپ ﷺ اعتکاف کی حالت میں اپنا سر میری طرف بڑھاتے تو حالتِ حیض ہونے کے باوجود آپ کا سر دھو دیتی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں حالتِ حیض میں ہی آپ کے بالوں میں کنگھی کر دیتی۔ (صحاح ستہ)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ استراحت فرماتے، حالانکہ میں حائضہ ہوتی اور میرے اور آپ ﷺ کے درمیان ایک کپڑا ہوتا۔ (بخاری، مسلم)

ایک اور روایت میں ہے کہ جب ہم میں سے کوئی (زوجہ) حائضہ ہوتیں تو آپ ﷺ ایک بڑا سا کپڑا لپیٹ لینے کا حکم دیتے اور پھر سینے کے ساتھ اپنی خواہش پوری کرتے۔

ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اپنی ازواجِ مطہرات کے ساتھ مباشرت فرماتے اور وہ حالتِ حیض میں ہوتیں۔ ان کا تہبند نصف زانوؤں تک ہوتا اور گھٹنے ملے ہوئے ہوتے۔

تہبند باندھ کر بیویوں کے ساتھ مباشرت کرنے والی احادیث بہت زیادہ ہیں۔

مباشرت کا لغوی معنی کھال کے ساتھ کھال ملانا ہے۔ فتح القدیر میں ہے: فقہاء کے نزدیک ناف سے لے کر گھٹنوں تک کے درمیان تک کا حصہ اس کی حد ہے اور اس پر چادر لپٹی ہوئی ہونا چاہیے۔ عام معمول کے مطابق اور اس حدیث میں امام

ابو حنیفہ کے مسلک کی دلیل ہے کہ تہبند کے نیچے ناف اور گھٹنوں کے درمیان سے استمتاع جائز نہیں ہے۔

حائضہ عورت کے ساتھ مباشرت کی کئی اقسام ہیں

حیض کی حالت میں عورت سے جماع حرام ہے اور امت کا اس بات پر اجماع ہے۔ اگر کوئی مسلمان اس کے حلال ہونے کا قائل ہو تو کافر ہو جائے گا۔ اور اگر اس کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھے بغیر اس کا ارتکاب کرے تو اگر تو بھول کر ایسا کرے یا اسے حیض کا علم نہ ہو یا اسے حرمت کا علم نہ ہو تو اسے کوئی گناہ نہ ہو گا اور نہ ہی کوئی کفارہ ہو گا لیکن اگر جانتے بوجھتے ایسا کرے گا تو حرام کام کے ارتکاب کے باعث گناہ کا مرتکب ہو گا۔

امام شافعی کا فرمان ہے کہ یہ کبیرہ گناہ ہے اور اس پر توبہ کرنا واجب ہے۔

کفارہ کے لازم ہونے کے بارے میں دو اقوال ہیں۔ ان میں زیادہ صحیح یہ ہے کہ کفارہ لازم نہیں ہوتا بلکہ توبہ و استغفار کرے۔ امام شافعی اور امام اعظم کے شاگردوں کی یہی رائے ہے۔

پھر جو لوگ کفارے کے لزوم کے قائل ہیں ان میں اختلاف ہے کہ کفارہ کتنا ہو گا۔ کہا گیا ہے: ایک غلام آزاد کرنا، ایک دینار صدقہ کرنا، نصف دینار صدقہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر حالت حیض کے شروع میں ایسا کیا گیا ہو تو ایک دینار صدقہ کرنا اور اگر آخر میں کیا گیا ہو تو نصف دینار یا حیض آنے کی مدت کے دوران ایسا کیا تو ایک دینار اور اگر منقطع ہو جانے کے بعد کیا تو نصف دینار۔

یہ قول ابن مبارک کا ہے اور بعض حضرات سے یہ بات بھی منقول ہے جن میں سعید بن جبیر اور ابراہیم نخعی شامل ہیں۔

اس جگہ ایک اور اختلاف بھی ہے اور وہ یہ کہ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ جب حیض منقطع ہو جائے تو غسل کے بغیر عورت کے ساتھ وطی کرنا حلال ہے اور

جمہور کے نزدیک غسل کیے بغیر حلال نہیں ہے۔ جمہور کی دلیل فرمان الٰہی ہے: "تم ان کے قریب مت جاؤ یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں۔ جب پاک ہو جائیں تو ان کے پاس آؤ"۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں: اس آیت میں موجود لفظ یطھرون کی دو قرأتیں ہیں: ایک تشدید کے ساتھ اور دوسری تخفیف کے ساتھ۔ امام ابوحنیفہ تخفیف والی قرأت سے خون منقطع ہونے سے حاصل ہونے والی طہارت مراد لیتے ہیں اور تشدید والی قرأت سے غسل کرنے کے بعد والی طہارت مراد لیتے ہیں۔ اور خون کے منقطع ہونے کے بارے میں زیادہ سے زیادہ مدت کا اعتبار کیا جائے گا اور وطی کے جواز کی علت وہ طہارت ہے جو خون کی آمد رک جانے کے باعث ہوتی ہے۔ گو کہ یہ اس طہارت سے کم ہوتی ہے جو غسل کر کے حاصل ہوتی ہے کیونکہ اس حدیث میں خون آنے کا ڈر تو ہے نہیں کیونکہ دس دن سے زیادہ تو حیض آ ہی نہیں سکتا۔ ہدایہ میں ہے کہ عورت کے غسل کرنے سے پہلے وطی کرنا مستحب نہیں ہے کیونکہ تشدید والی قرأت میں اس بارے میں نہی وارد ہوئی ہے۔

دوسرا مسئلہ ناف سے اوپر اور گھٹنوں سے نیچے جسم کو چھونا وغیرہ، یہ بالاتفاق حلال ہے۔

تیسرا مسئلہ ناف اور گھٹنوں کے درمیان اگلی یا پچھلی شرمگاہ کے علاوہ مباشرت کرنا ہے۔ اس بارے میں تین اقوال ہیں۔ صحیح ترین قول یہ ہے کہ یہ حرام ہے۔ دوسرا قول مکروہ تحریمی ہے اور اکثر کا مختار یہی ہے اور تیسرا یہ کہ مباشرت کرنے والا اگر اپنے نفس پر ضبط رکھتا ہو اور شرمگاہ سے اجتناب کر سکے یا تو اپنی شہوت کی کمزوری کے باعث یا تقویٰ کی زیادتی کے باعث تو اس کے لیے جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ اس دوران آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ! مجھے کپڑا پکڑاؤ۔ انہوں نے جواب دیا، میں حائضہ ہوں۔ اور ایک روایت میں ہے،

انہوں نے کہا میں نماز نہیں پڑھتی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے ہاتھ تو حیض والے (ناپاک) نہیں ہیں۔ (مسلم، نسائی)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی ہوئی تھی کہ مجھے حیض آ گیا۔ میں وہاں سے اٹھی، اپنا حیض کا کپڑا لے کر اسے پہنا تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کہا: کیا تمہیں حیض آ گیا ہے تو میں نے عرض کی، جی ہاں! آپ ﷺ نے مجھے اپنے پاس بلایا تو میں پھر آپ ﷺ کے ساتھ چادر میں لیٹ گئی۔ (مسلم، بخاری)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، ایک رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ میں اس وقت حالت حیض میں تھی۔ آپ ﷺ مسجد کی طرف تشریف لے گئے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہاں مسجد سے مراد گھر کا وہ مخصوص حصہ ہے جہاں آپ علیہ الصلوۃ والسلام نماز ادا فرماتے تھے۔ آپ ﷺ واپس نہیں آئے کہ مجھے نیند آ گئی۔ آپ کو سردی محسوس ہوئی تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے مجھے کہا کہ میرے قریب ہو جاؤ۔ میں نے عرض کی، میں حائضہ ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے زانوؤں سے کپڑا ہٹاؤ تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنا رُخسار میرے زانو پر رکھا اور سو گئے۔ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن مسعود الانصاری سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے حائضہ عورتوں کے ساتھ کھانے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں ان کے ساتھ مل کر کھانا کھاتا ہوں۔ (ترمذی)

حضرت مسروق سے روایت ہے کہ میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی، ام المومنین! اگر کسی شخص کی بیوی حائضہ ہو تو اس کے لیے کیا کرنا جائز ہے؟ آپ نے جواب دیا: شرمگاہ کے علاوہ تمام جسم۔ میں نے عرض کی اگر مرد روزہ دار ہو تو پھر کیا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا: جماع کے علاوہ سب کچھ۔ (عبدالرزاق)

معاذۃ العدویہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے

پوچھا کیا وجہ ہے کہ عورتیں حالت حیض کے روزے تو قضا کرتی ہیں لیکن نماز قضا نہیں کرتیں۔ تو انہوں نے جواب دیا: ہمیں آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے میں جب حیض آتا تو آپ ہمیں قضا روزے رکھنے کا حکم دیتے تھے لیکن قضا نمازیں ادا کرنے کا حکم نہیں دیتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس عورت سے کہا: کیا تم حروریہ ہو؟ (عبدالرزاق)

تنبیہہ

اس باب میں مختلف مسائل میں فقہاء کا اختلاف ہے مثلاً ناف اور گھٹنوں کے درمیان شرمگاہوں کے علاوہ عورت سے مباشرت اور استمتاع کرنا، کفارہ کا واجب ہونا یا نہ ہونا، زیادہ سے زیادہ حیض کی مدت ختم ہو جانے پر وطی یا غسل وغیرہ کرنا جن کا ذکر ہم نے احادیث کے ساتھ ساتھ کر دیا ہے۔ باقی رہا حیض کی کم از کم مدت کے بارے میں اختلاف اور زیادہ سے زیادہ مدت کے بارے میں اختلاف۔

ہمارے نزدیک حیض کی کم از کم مدت تین دن اور تین راتیں ہیں۔ جو اس سے کم ہو وہ استحاضہ ہے اور اس کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے اور جو اس سے زائد ہو وہ استحاضہ ہے۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان ہے کہ کنواری یا شادی شدہ عورت کے حیض کی کم از کم مدت تین دن اور تین راتیں اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن اور دس راتیں ہیں اور جو اس سے زائد ہو وہ استحاضہ ہے۔ (ہدایہ)

یہ حدیث امام شافعی کے خلاف حجت ہے۔ ان کے نزدیک حیض کی کم از کم مدت ایک دن اور ایک رات ہے اور زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن ہے۔ امام مالک اور امام احمد کا فتویٰ بھی شافعی کی رائے کے مطابق ہے۔

شیخ ابن ہمام صاحب ہدایہ نقل کردہ حدیث پر کلام کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو امام دار قطنی، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے

نقل کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: "کنواری اور شادی شدہ لڑکی کے حیض کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے اور جو اس کے علاوہ ہو وہ مستحاضہ ہے"۔

دار قطنی کہتے ہیں کہ اس حدیث کے راویوں میں عبدالملک مجہول ہے اور علاء بن کثیر ضعیف ہے۔ اس روایت کو انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کیا ہے۔ "حیض تین دن، چار، پانچ، چھ، سات، آٹھ، نو یا دس دن کا ہوتا ہے اور جو ان کے علاوہ ہو وہ مستحاضہ ہے"۔ اس حدیث کی سند میں ایک شخص ہارون بن زیاد ضعیف ہے۔

امام ابن عدی الکامل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: حیض تین دن، چار، پانچ، چھ، سات، آٹھ، نو اور دس دن تک ہوتا ہے، جب اس سے بڑھ جائے تو وہ استحاضہ ہوتا ہے۔

اس کی سند میں انہوں نے حسن بن دینار کو کمزور قرار دیا ہے۔ یہ حدیث خالد بن ایوب کے حوالے سے معروف ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بھی روایت کی گئی ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ میں حسن سے کوئی بھی حدیث روایت نہیں کرتا جو انکار (منکر) کی حد پار کر جائے اور وہ ضعف کے قریب ترین ہے۔

امام دار قطنی حضرت قیس کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: عورت دس دن تک حائضہ ہوتی ہے اس سے زیادہ دن گزرنے کی صورت میں مستحاضہ ہو جاتی ہے۔

اور حضرت عثمان بن ابوالعاص سے روایت کرتے ہیں کہ عورت ایک، دو، تین یہاں تک کہ دس دن تک مستحاضہ نہیں ہوتی۔ جب دس دن سے زیادہ ہو جائیں تو مستحاضہ ہوتی ہے۔

انہی سے ایک اور روایت میں ہے کہ "دس دن سے زیادہ گزر جانے کے بعد عورت مستحاضہ ہو جاتی ہے، وہ غسل بھی کر سکتی ہے اور نماز بھی پڑھ سکتی ہے"۔ اور یہ عثمان بھی صحابی ہیں۔ (رضی اللہ عنہ)

ایک اور روایت میں حضرت سعید بن جبیر سے منقول ہے: "حیض تین دن

سے لے کر دس دن تک ہوتا ہے"۔

امام دار قطنی حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: حیض کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔

اس حدیث کی سند کو امام دار قطنی ضعیف قرار دیتے ہیں کیونکہ اس کی سند میں محمد بن منہال نامی راوی مجہول ہے اور محمد بن احمد بن انس ضعیف ہے۔

ابن عدی "الکامل" میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان نقل کرتے ہیں: "تین دن سے کم اور دس دن سے زیادہ حیض نہیں ہوتا"۔

اسے بھی ضعیف قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس کا ایک راوی محمد بن سعید شامی جھوٹی حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔

عقیلی نے بھی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس روایت کو نقل کیا ہے اور اس کی سند کے ایک راوی محمد بن حسن الصدفی کے مجہول ہونے کے باعث اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

امام ابن جوزی العلل المتناہیہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: کم از کم حیض کی مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے اور دو حیضوں کے درمیان کا فاصلہ کم از کم پندرہ دن ہے۔

اس کی سند میں سلیمان المکی ابوداؤد اور النخعی کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

یہ وہ گنتی کی احادیث ہیں جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے متعدد طرق سے مروی ہیں اور تعدد طرق کے باعث یہ ضعف کے مرتبے سے نکل کر حسن کے مرتبے میں آگئی ہیں۔ اور وہ شرعی احکام جو قیاس سے ماورا ہوتے ہیں اور شریعت کے حکم پر ہی موقوف ہوتے ہیں اور ان میں صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کثرت روایت انسان کے سکون و تسلی کا باعث بنتی ہے۔

قصہ مختصر یہ کہ اس مسئلے کی اصل بھی حکم شرعی ہونا چاہیے۔ جو امام شافعی علیہ الرحمتہ کے اس قول کے خلاف ہے کہ حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن ہے۔ ہمارے علم میں حسن یا ضعیف کوئی بھی حدیث ایسی نہیں جس کے ذریعے اس قول کی تائید ہو سکے۔ شافعیہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ جس میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے عورتوں کی صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا: "تم عورتوں کی عمر کے "نصف" حصے کے دوران تمہیں نماز کی ادائیگی سے روکا جاتا ہے"۔

اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو پھر بھی ان حضرات کے لیے اس میں کوئی دلیل موجود نہیں۔ حالانکہ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث کہیں نہیں ملی۔ امام ابن جوزی کہتے ہیں: ہم اس حدیث کے متعلق نہیں جانتے۔ صاحبِ تنقیح نے ابن جوزی کے اس قول کی تائید کی ہے۔

یہ تمام باتیں امام کمال الدین ابن ہمام نے مذہب حنفی کی تحقیق کے ضمن میں نقل کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

ہمارے بعض علماء نے اس روایت سے شوافع کے استدلال کا ایک اور جواب بھی نقل کیا ہے اور وہ یہ کہ اس میں استعمال ہونے والا لفظ "شطر" جس طرح "نصف" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اسی طرح "بعض" کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور اس بات کا احتمال موجود ہے کہ یہاں یہی دوسرے والے معنی مراد ہوں اور یہ معنی مراد لینے سے خود بخود شوافع کی تردید بھی ہو جائے گی کیونکہ عورت کی مکمل زندگی کا نصف حالتِ حیض میں صرف اسی وقت ہو سکتا ہے جب دس دن زیادہ سے زیادہ مدتِ حیض مقرر کی جائے۔

فرض کریں عورت پندرہ برس کی عمر میں بالغ ہوتی ہے اور ساٹھ برس کی عمر میں وفات پاتی ہے تو اگر آپ دس دن حیض کی مدت مقرر کریں گے تو اس کی نصف عمر یعنی تیس برس حالت حیض میں بسر ہوں گے، بلوغت سے پہلے کے پندرہ سال نکال کر۔

امام شافعی کے مذہب کی مشہور کتاب الحاوی میں تحریر ہے کہ حیض وہ خون ہے جو نو دن اور راتوں کے بعد دکھائی دے اور اس میں پندرہ دن کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

ایک دن اور ایک رات کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ یہ حیض کی دوسری شرط ہے یعنی اس کی کم از کم مدت ایک دن اور ایک رات ہے کیونکہ اس معاملے میں عرف کا کھوج لگایا جائے گا کیونکہ ہر وہ چیز جو شریعت میں مطلقاً نقل ہوئی ہو اور اس میں نہ کوئی شرعی اصول ہو اور نہ ہی کوئی لغوی ضابطہ تو اس میں عرف کی طرف رجوع کیا جائے گا یا اتصال کے لیے یا تفریق کے لیے۔ پھر اکثر مدت حیض کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: اس کی زیادہ سے زیادہ مدت کے متعلق فیصلہ عرف میں عورتوں کی عادت کے مطابق کیا جائے گا۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ "پندرہ دن سے زیادہ آنے والا خون استحاضہ ہوتا ہے"۔

حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ "میں ایسی عورتوں کے متعلق جانتا ہوں جنہیں پندرہ یوم تک حیض آتا ہے"۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان ہے: "ایک عورت کی زندگی کا نصف حصہ بغیر نماز کے ہوتا ہے"۔

اس سے یہ مفہوم بھی نکل سکتا ہے کہ حیض کی کم از کم مدت پندرہ دن ہے اور زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ نیز عورت عمر بھر میں ایک مرتبہ حائضہ ہوتی ہے اور حیض عام طور پر چھ یا سات دن ہوتا ہے اور بقیہ مہینہ حالت طہر میں گزرتا ہے۔

(الحاوی فی مذہب الشافعی)

امام احمد کے مذہب کی مشہور کتاب الخرقی میں ہے کہ حیض کی کم از کم مدت ایک دن اور ایک رات ہے۔ اور اس کتاب کی شرح میں ہے کہ امام احمد سے دو روایتوں میں سے یہی روایت مشہور ہے اور ان کے مذہب کے بعض مشائخ کا مختار دوسری روایت ہے۔ اس کی کم از کم مدت ایک دن ہے کیونکہ حیض کی مقدار بیان

کرنے میں عرف کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ شرع میں اس کی مقدار معین نہیں ہے۔
حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: "جب حیض آ جائے تو نماز ترک کر دو۔ جب وہ ختم ہو جائے تو خون دھو لو اور (غسل کر کے) نماز ادا کرو"۔
اور پھر یہ کہ قطعی طور پر اس کی کوئی مقدار نہیں ہو سکتی بلکہ اس میں عورت کی عادت کا اعتبار کیا جائے گا' لہٰذا اس صورت میں عرف کا اعتبار کیا جائے گا اور اس بارے میں حضرت عطاء رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "ایسی عورتیں بھی ہیں جن کو ایک دن حیض آتا ہے اور ایسی بھی جو پندرہ دن حالت حیض میں رہتی ہیں"۔
امام ابو عبداللہ الزبیدی کہتے ہیں کہ "کم از کم ایک دن حیض کی مدت شمار کی جائے گی"۔
امام شافعی کہتے ہیں: "میں ایک عورت کے بارے میں جانتا ہوں کہ اس کو ہمیشہ ایک دن حیض آتا ہے' زیادہ نہیں آتا اور ایسی دس عورتوں کے بارے میں جانتا ہوں جنہیں ہمیشہ تین دن سے کم حیض آتا ہے"۔
نیز امام شافعی فرماتے ہیں کہ مدت حیض کم از کم تین دن متعین ہونے کے بارے میں کوئی بھی صریحاً روایت منقول نہیں۔ اگر ہوئی ہے تو وہ صحیح نہیں۔ جیسے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: "حیض کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے"۔
امام دار قطنی اور دیگر محدثین نے اسے بہت سے طرق سے نقل کیا ہے' بلکہ بعض صحابہ کرام سے بھی یہ بات منقول ہے اور وہ سب کی سب ضعیف ہیں' بلکہ ان میں سے بعض کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ موضوع ہیں۔
میمون کی نقل کردہ روایت میں شافعی کہتے ہیں کہ اصحابِ رسول میں سے کسی سے بھی یہ بات مروی نہیں ہے کہ انہوں نے یہ کہا ہو: حیض کی مدت دس دن یا پندرہ دن ہے۔ اور جو روایات صحیح ہیں ان میں اس بات کی تصریح ہے کہ کوئی متعین عدد منقول نہیں۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا مستحاضہ کے بارے میں فرمان ہے کہ اس نے اپنے حیض کے دن کی جو مقدار بیان کی تھی اس کا نصف ہو گا اور

آپ علیہ الصلوۃ والسلام کا فاطمہ بنت ابی حبیش کو یہ فرمانا: "تم اپنی نماز کے دنوں اور حیض کے دنوں کا حساب رکھا کرو"۔
(مسند احمد)

اور جمع کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ تمام باتیں اکثر پر محمول ہوں گی کیونکہ اکثر اوقات عورتوں کو ایک دن یا تین دن سے زیادہ حیض آتا ہے۔ یہ تو اس کی کم از کم مدت کا بیان ہے جہاں تک زیادہ سے زیادہ پندرہ دن ہونے کا تعلق ہے تو یہ بھی دو روایتوں میں سے ایک مشہور اور مختار قول ہے۔ بغیر کسی نزاع کے جیسا کہ حضرت عطاء اور ابو عبداللہ الزبیدی کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے۔

امام شافعی، یحیٰی بن آدم، شریک، اسحٰق اور دیگر حضرات سے اس کے مطابق منقول ہے اور ان کے مسلک کو تقویت وہ روایت دیتی ہے جسے حضرات ابن عمر رضی اللہ عنہما حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے نقل کرتے ہیں۔ میں نے تمہیں دیکھا کہ عقل اور دین کے اعتبار سے ناقص ہو اور عقلمندوں کے حواس لے جانے والی جہاں تک تمہاری عقل کی کمی کا تعلق ہے تو وہ یوں کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر اور دین کی کمی اس طرح کہ ان کی عمر کا ایک حصہ بغیر نماز کے گزر جاتا ہے۔

قاضی کہتے ہیں: عبداللہ بن ابی حاتم نے اسے اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور اس میں جو لفظ "شطر" کا معنی "نصف" ہے اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی مراد ان کے نقصان کی زیادہ سے زیادہ مدت بیان کرنا ہے۔ لیکن امام بیہقی کہتے ہیں کہ ہم اس بارے میں حدیث کی کتابوں میں کوئی بھی ذکر موجود نہیں پاتے۔

ابن منبہ کہتے ہیں کہ یہ بات حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے کسی بھی صورت میں ثابت نہیں ہے اور امام مالک سے صالح اور دیگر حضرات نقل کرتے ہیں کہ اس کی زیادہ سے زیادہ مدت سترہ دن ہے۔ یہ بات ابن ماجشون المالکی سے منقول ہے اور اس کو ابن مہدی نے دیگر حضرات سے بھی نقل کیا ہے۔

بندۂ ضعیف یہ کہتا ہے کہ یہ بات کسی پر بھی مخفی نہیں کہ ضعیف حدیث

متعدد طرق سے منقول ہونے کے باعث حسن ہو جاتی ہے اور یہ بات حضرات محدثین کے درمیان طے شدہ ہے اور وہ جو یہ کہتے ہیں کہ اس بارے میں عرف کا اعتبار کیا جائے گا تو اس میں بھی تھوڑا سا شبہ پایا جا سکتا ہے اور اس حدیث پر تبصرہ ہم کر چکے ہیں جس میں یہ ذکر ہوا ہے کہ عورتوں کو آدھی زندگی نماز سے منع کیا جاتا ہے۔

امام ابو حنیفہ کا مذہب اس بارے میں زیادہ ثابت شدہ اور مضبوط ہے۔

تنبیہہ

اس بارے میں مشکوٰۃ میں احادیث منقول ہیں جو اپنے مقصد کے لیے کافی اور وافی ہیں اور ان کے علاوہ اور کوئی حدیث نہیں جو کسی اختلاف پر مشتمل ہو سوائے حضرت حمنہ بنت جحش کی حدیث کے جو ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کی بہن تھیں۔ انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ وہ فجر کے وقت غسل کیا کریں۔ پھر ایک ہی غسل کے ساتھ ظہر اور عصر ملا کے اکٹھی ادا کیا کریں۔ اس طرح کہ ظہر کو موخر کریں اور عصر جلدی ادا کر لیں۔ اسی طرح ایک غسل کے ساتھ مغرب اور عشاء اکٹھی ادا کیا کریں اس طرح کہ مغرب کو موخر کریں اور عشاء کو جلدی ادا کر لیں۔ گویا یہ تین مرتبہ غسل ہوگا۔

اس روایت میں نمازوں میں جو تعجیل اور تاخیر کا حکم دیا گیا ہے اس میں احتمال ہے کہ یہ مسافر کے جمع بین الصلاتین کی طرح ہو جو شوافع کے نزدیک جمع حقیقی ہے جیسا کہ اسے طیبی نے خطابی کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اس بات کا بھی احتمال موجود ہے کہ یہاں جمع سے مراد جمع صوری ہو اور وہ یہ کہ ظہر کو اس کے آخری وقت میں ادا کیا جائے اور عصر کو اس کے پہلے وقت میں ادا کیا جائے۔ اسی طرح مغرب اور عشاء کی نماز میں ہو۔

مسافر کے جمع بین الصلاتین کے حکم میں ہمارے اصحاب یعنی فقہائے احناف

یہی تاویل کرتے ہیں۔ پس (مستحاضہ) عورت ظہر کے وقت وضو کر کے ظہر کو اس کے آخری وقت میں ادا کرے گی اور عصر کو اس کے ابتدائی وقت میں۔

شیخ ابن حجر مکی التیمی کی شرح میں اس بات کی تصریح ہے کہ اس صورت میں جمع کرنے پر یہ شافعیہ کی دلیل ہے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ حنفیہ کی یہ تاویل قابل قبول نہیں ہو سکتی کیونکہ ان کے نزدیک نماز کا وقت گزرنے کے ساتھ ہی معذور شخص کا وضو خود بخود ٹوٹ جاتا ہے تو اس کا غسل بھی باقی نہیں رہنا چاہیے تو اب وہ اگلی نماز کے لیے پاک تو نہ ہوئی۔

ہم اس کا جواب یہ دیں گے ہو سکتا ہے کہ مستحاضہ کا غسل ختم نہیں ہوتا ہے اس حدیث کے حکم سے۔ یا یہ کہ فقہائے احناف نے اس مسئلے کے علاوہ دیگر صورتوں میں وقت گزرنے کے ساتھ ہی طہارت ختم ہونے کا فتویٰ دیا ہو کیونکہ یہی اعتراض خود شوافع پر بھی صادق آتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک بھی معذور شخص پر ہر نماز کے لیے دوبارہ وضو کرنا واجب ہے تو اس صورت میں ان کے نزدیک بھی ہر نماز کے لیے غسل واجب ہونا چاہیے۔

یہاں پھر اس صورت میں تخصیص کا فتویٰ دیے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے بعض حضرات مستحاضہ عورت کے لیے ہر نماز کے وقت غسل کے لازم ہونے کے قائل ہیں جن میں حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک ایک ہی غسل سے دو مرتبہ نماز ادا کرنا (جمع بین الصلاتین) جائز ہے۔

ہمیں نہیں معلوم کہ اس بارے میں امام ابو حنیفہ کی رائے کیا ہے؟ کیا ہر نماز کے لیے الگ غسل کیا جائے گا جیسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے ہے یا ایک مرتبہ غسل کر کے دو نمازیں ایک ساتھ پڑھ لی جائیں گی اور جمع بین الصلاتین پر اکتفا کیا جائے گا جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب ہے اور یہ زیادہ آسان، نرم اور بہترین بات ہے اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

سے منقول بھی ہے جیسا کہ حدیثِ سابق میں بیان ہوا۔

اس بارے میں ہمیں امام ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ کے اختلاف کی بابت کچھ نہیں معلوم، ورنہ ہم اس بارے میں ضرور کلام کرتے۔

بعون اللہ تعالیٰ تم الجزء الاول من انوار السنہؒ۔

[خلف الرشید محقق اسلام شیخ الحدیث علامہ محمد علی رحمہ اللہ تعالیٰ
مصنف تحفہ جعفریہ، عقائد جعفریہ، فقہ جعفریہ و شارح موطا امام محمد]

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

مکہ معظمہ کے عظیم اور شہرہ آفاق عالم
علامہ سید محمد بن علوی مالکی مدظلہ العالی کی نئی تصنیف منہج السلف

کا اردو ترجمہ

مسلکِ سلفِ صالحین

صفاتِ باری تعالیٰ، فضائلِ اہلِ بیت، میت کے پاس قرآن پاک کا پڑھنا، روضۂ اقدس کی زیارت کیلئے سفر کرنا، حیاتِ انبیاء علیہم السلام، فضائل سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، کثرتِ عبادت، رکعاتِ تراویح، دعا کیلئے ہاتھ اٹھانا اور منہ پر ہاتھ پھیرنا، بدعت و سنت، محفلِ میلاد، محفلِ معراج شریف اور دعوائے اجتہاد وغیرہ مسائل پر فاضلانہ گفتگو

ترجمہ

مولانا علامہ محمد اکرام اللہ زاہد
استاذ
(جامعہ اسلامیہ لاہور)

ناشر
فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ۔ فاطر: ۲۸

اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ (کنز الایمان)

فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ

عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی تمام ستاروں پر

(الحدیث)

حیاتِ صدر الافاضل

مع تبصرہ

صدر الافاضل حضرت مولانا مفتی سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کے حالاتِ زندگی، مسلمانوں کی دینی و سیاسی راہنمائی اور علمائے اہلِ سنت کے عظیم مجاہدانہ کارنامے

تحریر

حضرت علامہ مفتی حکیم سید غلام معین الدین نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور